التحقیقات لدفع التلبیسات

معہا

سیف الدیوبندی علیٰ راس السیفی

ترجمان سیفیت و بریلویت
عبدالخالق سیفی بریلوی کے گمراہ کن نظریات
وعقائد کی نشاندہی اور اس کا مکمل و مدلل جواب

مسائل مبحوث عنہا

فرقہ سیفیہ کا تعارف، پیر سیف الرحمن کا ثبوت بریلویت، مسئلہ میلاد النبی، یا محمد، یا رسول اللہ کا نعرہ لگانا، مسئلہ علم غیب، مسئلہ نور و بشر، مسئلہ مروجہ قرآن خوانی، حیلہ اسقاط، مروجہ اجتماعی دعا، والدین مصطفیٰ کے ایمان کا مسئلہ، حج اکبر کا مسئلہ، میت کو عمامہ و چادر، سرزدی چار ضرب، تقبیل الابہامین، مصافحہ بعد العیدین والصلوٰۃ کا حکم، سید کو زکوٰۃ کا حکم، قبر پر چادر، لفظ کا مسئلہ، تراویح پر اجرت کا مسئلہ، عمامہ کی شرعی حیثیت، عمامہ کے بغیر نماز کا حکم، عام آدمی کی تبلیغ پر اعتراض کا جواب، تبلیغ اقساء، تعلیم اقساء کا حکم، صلاۃ کو ضرات یا شداد پڑھنے کا حکم، تبرک با آثار الصالحین کا حکم، نعلین شریفین کے نقش سے تبرک کا حکم، سعودی عرب کے ساتھ روزہ دار اور عید کرنے کا مسئلہ

مولف

مفتی محمد سہیل خان شیرانی

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

التحقیقات لدفع التلبیسات

معھا

سیف الدیوبندی علیٰ راس السیفی

ترجمان سیفیت وبریلویت کے گمراہ کن نظریات وعقائد کی نشاندہی اور اس کا مکمل ومدلل جواب

..................................مسائل مبحوث عنھا..................................

(۱)فرقہ سیفیہ کا تعارف (۲)پیر سیف الرحمٰن کا ثبوت بریلویت (۳)عبدالخالق سیفی بریلوی کے ثبوت سیفیت وبریلویت
(۴)مسئلہ میلادالنبی (۵)یارسول اللہ کا نعرہ کس کا شعار (۶)مسئلہ علم غیب
(۷)مسئلہ نور وبشر (۸)مروجہ قرآن خوانی کا حکم (۹)مروجہ حیلہ اسقاط کا حکم
(۱۰)مروج اجتماعی دعا کا حکم (۱۱)والدین مصطفیٰ کے ایمان کا مسئلہ (۱۲)حج اکبر کا مسئلہ
(۱۳)میت کو عمامہ باندھنے کا مسئلہ (۱۴)سروری چارشنبہ (۱۵)تقبیل الابھامین
(۱۶)مصافحہ بعد العیدین والصلاۃ کا حکم (۱۷)سید کو زکوۃ دینے کا حکم (۱۸)قبر پر چادر ڈالنے کا مسئلہ
(۱۹)تراویح پر اجرت کا مسئلہ (۲۰)عمامہ کی شرعی حیثیت (۲۱)عمامہ کے بغیر نماز کا حکم
(۲۲)عام آدمی کی تبلیغ کا حکم (۲۳)تبلیغ النساء وتعلیم النساء کا حکم (۲۴)ضاد کو غداد یا غدات پڑھنے کا حکم
(۲۵)تبرک بآثار الصالحین کا حکم (۲۶)نعلین شریفین کے نقش سے تبرک کا حکم
(۲۷)فاسق سید کے احترام کا حکم (۲۸)سعودی کے ساتھ روزہ اور عید کرنے کا مسئلہ

مولف

مفتی محمدسھیل خان شیرانی

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

فہرست مضامین

	رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب کہنے کا حکم	
	کیا اللہ کے رسول ﷺ کو علم غیب عطا کیا گیا تھا؟	
	الجواب وباللہ التوفیق:	
	کیا حضور ﷺ کو علم تھا؟	
	الجواب وباللہ التوفیق:	
	کیا آپ ﷺ عالم الغیب تھے؟	
	الجواب وباللہ التوفیق:	
	نبی اکرم ﷺ کے لئے علم غیب ماننا اور علماء دیو بند کو کافر کہنے والے کا حکم	
	الجواب وباللہ التوفیق:	
	علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز کا حکم	
	الجواب وباللہ التوفیق:	
	حضور کے لئے علم غیب کو ثابت کرنا	
	الجواب وباللہ التوفیق:	
	الجواب وباللہ التوفیق:	
	آنحضرت کے علم غیب کا عقیدہ	
	الجواب وباللہ التوفیق	
	حضور کے لئے علم غیب ماننے والا مسلمان ہے یا نہیں؟	
	الجواب وباللہ التوفیق	
	نبی اکرم علیہ السلام کو علم غیب کلی حاصل نہ تھا	
	الجواب وباللہ التوفیق	
	الجواب وباللہ التوفیق	
	علم غیب ذاتی وعطائی کی حقیقت	

	تبلیغی خاص انفرادی طور پر ہر شخص کے ذمہ ہے(حضرت تھانویؒ)	
	وارثین انبیاء علیہم السلام کو تدریس کے ساتھ تبلیغ بھی کرنی چاہیے	
	عبدالخالق سیفی بریلوی	
	علمائے دیوبند کے فتاویٰ کے شکنجے میں	
	ملک مشہور جامعات کے فتاویٰ جات کا خلاصہ	
	فتاویٰ جات کی ترتیب	
	جامعہ خیر المدارس ملتان کا تفصیلی فتویٰ	
	استفتاء	
	الجواب حامداً ومصلیا	
	(۱) مروجہ مجلس میلاد بدعت ہے	
	(۲) اولیاء اللہ یا کسی کی بھی قبروں پر چادر چڑھانا جائز نہیں ہے۔	
	(۳) اولیاء کی قبور پر گنبد بنانا ناجائز ہے	
	(۴) قبروں پر چراغاں کرنا ناجائز ہے	
	(۵) اولیاء کی قبور سے مٹی بطور تبرک لیجانا بدعت ہے	
	(۶) خوارج کی نشانیوں میں ظہر اول وقت میں پڑھنا نہیں ملتا	
	(۷) مروجہ حیلہ اسقاط ناجائز ہے	
	(۸) مروجہ ختم قرآن برائے ایصال ثواب ناجائز اور بدعت ہے	
	(۹) یا محمد ﷺ لکھنا بے ادبی ہے	
	(۱۰) فرض نمازوں کے بعد بلا التزام اجتماعی	
	(۱۱) کھانا کھانے کے بعد دعا مانگنا	
	(۱۲) جنازے کے بعد دعا کرنا ثابت نہیں	
	(۱۳) مروجہ عرس بدعت ہے	

	سحری کے وقت الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھنا	
	مصلحت کی وجہ سے شیعہ کے جنازہ میں شریک ہونا	
	مولوی عبیداللہ ایوبی کندہاری بریلوی کی حقیقت	
	مولوی عبیداللہ ایوبی کا تعارف	
	علمائے دیوبند کے سرخیل حضرت گنگوہیؒ پر وہابیت کا فتویٰ	
	شاہ اسماعیل شہیدؒ پر گستاخ رسول کا فتویٰ	
	شاہ اسماعیل شہیدؒ اور علماء دیوبند پر فتویٰ کفر	
	مولوی عبیداللہ ایوبی کندہاری بریلوی کے چند گمراہ کن عقائد کی نشاندہی	
	اذان قبل الوقت کا حکم	
	ہدایۃ السالکین کس کا کتاب؟	
	فاسق سید کے احترام کا حکم	
	ختم شد	

عبدالخالق سیفی کے خلاف قلم کیوں اُٹھایا؟

قلم کیوں اٹھایا؟

سب سے پہلے اس بات کی وضاحت ضروری ہے۔کہ ہم نے موصوف کے خلاف قلم کیوں اُٹھایا؟ ہمارا اُن کے ساتھ کوئی ذاتی عناد یا زمین اور جائیداد کا کوئی اختلاف نہیں تھا؟ بلکہ موصوف کے ساتھ ہمارا اختلاف عقیدہ ونظریہ کا ہے۔جن وجوہات کی بناء پر ہم نے سیفی بریلوی کے خلاف قلم اٹھایا؟ وہ درجہ ذیل ہیں۔

وجہ اول: تشہیر بریلویت

موصوف کے ''التحقیق المختار'' نامی گمراہ کن کتاب کو اگر دیکھا جائے تو ایسا تاثر ملتا ہے کہ بریلویت ہی اصل حنفیت ہے۔حالانکہ بریلویت نے حنفیت کا اصلی چہرہ ہی مسخ کر دیا ہے۔اور موصوف نے فقہ حنفی کی اس تشریح کو ترجیح دی ہیں جو بریلویوں نے کی ہیں۔اگر کوئی ہماری اس دعویٰ کی تصدیق کے لئے اس کے کتاب کے مسائل اور بریلویوں کے مسائل کا موازنہ کرلے تو خود پتہ چل جائے گا کہ موصوف حنفی دیوبندی ہے یا حنفی بریلوی ہے۔

وجہ دوئم: علمائے دیوبند کے نام کا غلط استعمال

موصوف بریلویوں کے مسائل کی ترویج کرتا رہا ہے اور ساتھ ہی علمائے دیوبند کا نام بھی استعمال کرتا رہا ہے اور اپنے آپ کو اصلی دیوبندی اور مناظر دیوبند و مدافع دیوبند کہتا اور سادہ لوگ بھی موصوف کو دیوبندی سمجھتا ہے۔اور موصوف دیوبند کے لبادے میں سیفیت اور بریلویت کی ترویج کر رہے تھے۔اس کے دجل وفریب کو آشکارہ کرنا ضروری تھا اس لئے بہت عرصہ انتظار کے بعد اس فتنے کے بعد قلم اُٹھایا اور اس فتنے کو ہم اور ہماری ٹیم نے خوب رسوا کیا۔الحمدللہ آج اُن کو سر چھپانے کی جگہ نہیں ہے۔

وجہ سوئم: تبلیغی جماعت کے نفرت پھیلانا

تبلیغی جماعت کے خلاف اس کا موقف کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ان کے تبلیغی جماعت کے خلاف گستاخانہ تقاریر آج بھی میڈیا پر موجود ہے حالانکہ تبلیغی جماعت کی عصمت کا ہم بھی دعوہ نہیں کر رہے ان میں بھی کمزوریاں ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس جماعت کی اس طرح مخالفت کی جائے جیسا کہ یہ سیفی بریلوی کر رہے اور تبلیغی جماعت کی غلطیوں پر آج بھی ہمارے اکابر قابل اصلاح تنقیدات کر رہے کسی نے بھی تبلیغی جماعت کے کام کو بلکہ غلط اور سب کو گمراہ نہیں قرار دیا ہے بلکہ ان کی غلطیوں کی نشاندہی کر کے ان کے اصلاح پر تنبیہ بھی وقتاً فوقتاً شائع کرتے ہیں۔لیکن کسی کے تحریر سے وہ تاثر نہیں ملتا جو تاثر ترجمان بریلویت وسیفیت اور اس کے سیفی اکابرین دینا چاہتے ہیں۔موصوف کی تقاریر سننے کی وجہ سے لوگ تبلیغ سے یکسر متنفر ہو رہے تھے۔اس لئے ہم نے یہ فرض سمجھا کہ ان

کے گمراہ کن نظریات کی نشاندہی کی جائے اور ہر عام وخاص اُس سے خبردار ہوجائے۔

وجہ چہارم: لوگوں کا اس کو دیوبندی سمجھنا

اور موصوف کے بیان کردہ مسائل کو لوگ علمائے دیوبندؒ کے مسائل قرار دے رہے تھے۔ بہت سے لوگ اس سے متاثر ہورہے تھے۔ بہت سے علماء بھی اُس کے زیراثر آچکے تھے۔ یہاں تک کہ امارت اسلامی کے صف میں بھی بہت سے مجاہدین اس سے متاثر ہوچکے تھے۔

وجہ پنجم: مروجہ بدعات کو حق سمجھنا اور اس پر علی الاعلان چیلنج مناظرہ دینا

موصوف مروجہ بدعات (جس کو علمائے دیوبند نے متفقہ طور پر بدعات قرار دیا ہے) کو حق سمجھتے تھے اور اس گمراہی پر علاقہ کے علماء تو کیا بلکہ دنیا کے مشرق سے مغرب تک کے سارے علماء کو ان بدعات کی حقانیت پر چیلنج دیتے تھے اور یہ چیلنج علی الاعلان میڈیا پر شائع کرتے تھے ہم نے بہت دیر تک انتظار کیا کہ شاید کوئی بڑا عالم اس کا جواب کرے لیکن بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے طرف سے سب سن کر کوئی اس کے جال میں پھنس جاتا اور کوئی اس کی گمراہی کو معلوم ہونے کے باوجود چھپ رہتے پھر اللہ نے یہ کام ہم جیسے عاجز اور کم علم سے لیا۔ ان حالات میں ہم نے علمائے دیوبند کی دفاع اور اظہار حق کے لئے قلم اُٹھایا تاکہ طالبین حق کو حق معلوم ہوجائے اور جو کم علم اور متردد لوگ ہیں ان کو راہ حق دیکھایا جائے۔ تاکہ ان کا کوئی بہانہ باقی نہ رہے۔

وجہ ششم: علمائے دیوبند پر فتویٰ وہابیت

موصوف چونکہ دراصل بریلوی نظریات کا حامل تھا اس لئے ان گمراہ کن نظریات کو بریلویت کے نام سے شائع نہیں کرسکتا اس لئے انہوں نے دیوبند کا لبادہ اُوڑھ لیا اور جب کوئی دیوبند عالم علمائے دیوبند کا فتوی پیش کرتا یا اس پر عمل کرتا موصوف اس پر پنجپیریت اور وہابیت کا فتویٰ لگاتا اس طرح انہوں نے علماء دیوبند کے بڑے بڑے واعظین اور مبلغین اور جید جید علماء کرام پر وہابیت کا الزام لگا کر ان کو بدنام کیا۔ اس لئے ضروری تھا کہ ان کے اس دجل وفریب کو آشکارہ کیا جائے۔

وجہ ہفتم: علمائے دیوبند پر خوارج اور داعشیت کا فتویٰ

موصوف اور اس کے اکابر واصاغر کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ یہ فتنہ گر لوگ اپنے مخالفین اور علمائے دیوبند پر خوارج اور داعش کا الزام لگاتے ہیں اور عام طور پر یہ لوگ دیوبندیت اور تبلیغی جماعت کے لوگوں کو کبھی داعش کے آلہ کار اور کبھی حقیقتا خوارج اور داعش کا الزام لگاتے۔ اور سرزمین خراسان میں ان لوگوں نے بے شمار علمائے حق پر خوارج اور داعش کا الزام لگا کر ان کے قتل کے درپے ہے اس لئے ہم نے اس فتنے کے خلاف قلم اُٹھایا تاکہ اس فتنے کی سرکوبی ہو اور حق سربلند ہو۔

وجہ ہشتم: دفاع سیفیت اور دفاع جعلی پیر باڑہ

آٹھویں وجہ یہ ہے موصوف ایک طرف اپنے آپ کو دیوبندی کہتا تھا تو دوسری طرف پیر باڑہ جیسے گمراہ پیر کا دفاع بھی کررہا تھا۔حالانکہ پیر باڑہ پرعلمائے دیوبند نے کافر،زندیق اور مرتد کے فتاوی لگائے اورجعلی پیر کے نام سے اشتہار میں سب علماء کے نام اورفتاویٰ موجود ہے۔عام لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ سیفیت اور دیوبندیت بھی جمع ہوسکتے ہیں یانہیں۔ہم نے ضروری سمجھا کہ اس دجل کوظاہر کیا جائے کہ سیفیت اور دیوبندیت کبھی بھی جمع نہیں ہوسکتے اس لئے موصوف اپنے آپ کو دیوبندی کہے تو سیفیت اور پیر سیف الرحمٰن کوگمراہ سمجھے جس طرح علمائے دیوبند نے اس پرفتویٰ لگائے یا اپنے آپ کوسیفی کہےاورعلمائے دیوبند کوگمراہ سمجھے جس طرح پیر باڑہ نے علمائے دیوبندکوکافراورگمراہ سمجھا تھا۔لیکن اس کا دجل یہ تھا یہ سیفیت اور دیوبندیت دونوں کوحق سمجھتے تھے۔حالانکہ کوئی بھی سیفی دیوبندی نہیں ہوسکتا اورکوئی بھی دیوبندی،سیفی نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ ان کے عقائد کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے۔

وجہ نہم: بریلویت میں حق وباطل کی تقسیم کرنا

موصوف کاایک دجل یہ تھا کہ موصوف سے جب پوچھا جاتا کہ تم بریلوی ہوتو کہتا نہیں میں بریلوی نہیں ہوں بلکہ وہ بریلوی جوعقائداہل سنت کے مطابق ہووہ ہمارے بھائی ہے جواس کےمخالف ہووہ گمراہ ہے۔یہ بات سارے سیفی کہتے ہے۔حالانکہ بریلویت سارا گمراہی ہےاس میں بعض کوحق اوربعض کو باطل کہنا ہی غلط ہے۔

سیفی کی نشانی: دیوبندیت اور بریلویت کوحق وباطل میں تقسیم کرنا

سیفی کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنا نسبت دیوبنداور بریلی کی طرف نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے کہ جوان میں سے عقیدہ اہل سنت اورحنفیت کے مطابق ہوخواہ دیوبندی ہویابریلوی ہووہ ہمارا بھائی ہے۔جوعقیدہ اہل سنت اورحنفیت کے خلاف ہووہ گمراہ ہے چاہیئے دیوبندی ہویابریلوی۔واضح رہے یہاں عقیدہ اہل سنت اورحنفیت سے ان کی مراد حقیقی عقیدہ اہل سنت اورحقیقی حنفیت مرادنہیں بلکہ پیر باڑہ پیرسیف الرحمٰن اورغلام حضرت سیفی کاعقیدہ اورحنفیت مراد ہے۔باالفاظ دیگران کے نزدیک سیفیت نام ہے اصلی حنفیت اوراصلی اہل سنت والجماعت کااورسیفی حضرات کے علاوہ صحیح مسلمان نہیں بلکہ وہ خوارج،وہابی وغیرہ ہے۔اور بریلویت کوحق کہنا بلکل دجل وفریب ہے بریلویت نام ہی شرک وبدعت کا ہے۔

وجہ دہم: اسلاف کے نام پر اباءواجداد کے رسم ورواج کی طرف دعوت دینا

موصوف کاسب سے بڑادجل یہ ہے کہ ہروقت کہتے ہیں ہم اپنے اسلاف کےطریقے پر ہےاور ہمارےمخالفین نے نیادین لایا ہے۔اگرغورکیا جائے تو موصوف کےنزدیک اسلاف سے صحابہ کرام،تابعین،تبع تابعین،ائمہ اربعہ اورعلمائے دیوبندنہیں ہے بلکہ

آج کل کے لاعلم اور جاہل اباء واجداد مراد ہے ۔اگر اسلاف سے ان کے نزدیک مذکورہ بالاشخصیات ہوتے تو پھر یہ اپنے گمراہ کن نظریات اور بدعات کو ان مقدس شخصیات سے کیوں ثابت نہیں کرسکتے اور بوقت مناظرہ دوسوسال پہلے کی کتب کا شرط نہ لگاتے یہ سارے اس کے دجل وفریب تھے جس کے خلاف ہم نے قلم اُٹھایا۔تلک عشرۃ کاملہ

وجہ یازدہم :۔اکابر علمائے دیوبند کی گستاخی اور توہین کا بار بار ارتکاب کرنا

علمائے دیوبند کو موصوف خوارج اور وہابی کہتے ہیں۔جس کا ثبوت یہ ہیں۔

(1) شیخ رحیم اللہ حقانی حفظہ اللہ کو وہابی کہنا

موصوف کے نزدیک ہر وہ شخص وہابی اور خارجی ہے جو اس کے بدعات اور خرافات پر رد کرے۔شیخ رحیم اللہ حفظہ اللہ اسکا پسندیدہ شخصیت تھا لیکن انہوں نے اس کے گمراہ کن نظریات سے پردہ اٹھایا تو آج اس سے بڑا وہابی کوئی نہیں ہے۔

(2) مفتی ندیم حفظہ اللہ پر وہابیت کا الزام

مفتی ندیم صاھب نے بھی اس کی اصلیت آشکارہ کرنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے اس لئے اس کو بھی بہت بڑا وہابی کہتا ہے۔

(3) مسئول وفاق المدارس پر وہابیت کا الزام

(3) استاد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا عطاءاللہ صاحب حفظہ اللہ وفاق المدارس کا مسئول بھی ہیں لیکن موصوف ان کو وہابی اور پنجپیری صرف اس وجہ سے کہتے ہیں کہ انہوں نے ہماری تائید کی ہے۔

(4) پشین کے سارے علماء اور عوام پر وہابیت کا الزام

ضلع پشین کے سارے دیوبندی علمائے اور عوام کو وہابی اور پنجپیری کہتے ہیں۔لکھتے ہیں "چونکہ ہم پنجپیر ویوں اور وہابیوں میں بسے ہوئے ہیں اسلئے ان علاقوں میں شعار کی نیت سے یا محمد لکھنا اچھا ہے۔الخ (التحقیق المختار ص203)

(5) تبلیغی جماعت کو گمراہ جماعت اور جبریہ کہنا

تبلیغی جماعت کے لوگوں کو جبریہ اور گمراہ کہہ رہے اور لوگوں کو اس میں نکلنے سے روک رہے ہیں۔

(6) حاجی عبدالوہابؒ کو بیغیرت کہنا

حاجی عبدالوہابؒ اور مولانا طارق جمیل صاحب کو بے غیرت اور گمراہ کہہ رہے ہے۔

(7)علمائے دیوبند کو چور کہنا

موصوف نے اپنی کتاب میں علمائے دیوبند کو چور کہا ہیں۔چونکہ علمائے دیوبند جیسے مفتی رشید احمد لدھیانویؒ اور مفتی شفیعؒ وغیرہ نے اردو فتاویٰ میں مروجہ اسقاط کو بدعت کہا ہیں۔ان لکھتے ہیں۔پھر بھی مذہب کی لباس میں مذاہب کے چوراسے انکار کرتے ہیں۔اور اس سے لوگ منع کرتے ہیں۔عصر حاضر کے ایک اردو فتاویٰ میں ہے کہ اسقاط کا عمل جائز نہیں۔(التحقیق المختار ص141)ذرا موصوف سے یہ پوچھا جائے کہ کونسے اردو فتاویٰ والے مذہب کے لباس میں چور ہیں؟نام لے گا تو اسوقت ہی اسکی اصلیت کا پتہ چل جائے گا۔کہ کس کو مذہب کا چور کہہ رہے ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ جو بھی اس کے خلاف ہو اس کو یہ وہابی اور خارجی کے لقب سے نوازتا ہیں۔اور برے القابات سے پکارتا ہیں اور ایک کی علی الاعلان جلسوں میں نام لے کر اس کی بے عزتی کرتا ہیں۔خدارا اس بے لگام کو لگام دو اس پہلے کہ بہت دیر ہو جائے اور مسلمان تقسیم در تقسیم ہو کر آپس میں لڑ پڑے۔

کتبہ محمد سہیل خان شیرانی،فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی،رات 11:29 بدھ 23/11/2021

اختلاف کب اور کیوں؟

اختلاف اس وقت ہوا کہ جب موصوف بریلویت کو دیوبندیت کا نام دیتا رہا۔موصوف کو چاہیے کہ بریلویت کی ترویج کے لئے دیوبندیت کا نام کم از کم استعمال نہ کریں۔اس لئے کہ علمائے دیوبندؒ اس طرح کی گمراہ کن نظریات اور بدعات سے بری ہیں۔

دیوبندی کون؟

فقہ حنفی کی وہ تشریح جو علمائے دیوبند نے کی ہیں اور اس پر عمل کرنے والا دیوبندی ہیں فقہ حنفی کی وہ تشریح جو بریلوی علماء نے کی ہیں اس پر عمل کرنے والا بریلوی ہیں۔

اہم اعلان

موصوف کے مسائل کا تعاقب جاری ہیں۔اللہ کرے یہ کام جلد اختتام کو پہنچے اور لوگوں کی ہدایت اور ہماری نجات کا ذریعہ بنائے۔اور اللہ موصوف کو بھی اس پر غور کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔امین۔ختم شد

(تاریخ5\13\0202)

سیفی بریلوی کے ویڈیو پیغام کا تحریری جواب

تمہید

عرصہ دراز سے ضلع پشین میں مختلف باطل فرقے سرگرم عمل ہیں جومختلف خوشنما نعروں سے لوگوں کو گمراہ کرر ہے ہیں۔ان فتنوں میں سے ایک فتنہ سیفیت ہیں جس کا سر براہ عبدالخالق سیفی ہیں۔ جو شیخ غلام حضرت سیفی کا شاگرد ہیں۔اور شیخ غلام حضرت، پیر سیف الرحمٰن پیرارچی خراسانی کا مرید خاص تھا۔سیفیت کی تشہیر میں غلام حضرت اوراس کے شاگردوں کا نمایاں کردار ہیں۔

سیفی بریلوی کا دعویٰ:

میں سیفی نہیں ہوں تاہم اس سیفیت سے میرا کوئی اختلاف نہیں ہیں جو شیخ غلام حضرت سیفی نے اس کی ترجمانی کی (ہیں۔آڈیو بیان)

جواب دعویٰ:

سیفیت ، بریلویت ، دیوبندیت وغیرہ ایک نظرے کا نام ہیں۔کسی خاص استاد کی شاگردہ کا نام نہیں ہیں۔ہم آپ کو سرف غلام حضرت سیفی کی شاگردی کی وجہ سے سیفی کی شاگردی کی وجہ سے سیفی بریلوی نہیں کہتے ۔ بلکہ آپ کو اس بنیاد پر سیفی بریلوی کہتے ہیں کہ آپ سیفیت اور بریلویت کا دفاع اور پرچار کرر ہے ہو۔اوراس کے لئے علمائے دیوبند کا پاکیزہ نام استعمال کرر ہے ہو۔آپ نے ویڈیو پیغام میں صاف کہا ہیں کہ میں اس سیفیت کو مانتا ہوں جس کی ترجمانی غلام حضرت سیفی نے کی ہیں جب آپ مان رہے ہوتو پھر آپ سیفی کیوں نہیں ہو؟ جس نظریے کو کوئی شخص مان رہا ہواس کا پرچار اور دفاع کرر ہا ہوں تو وہ شخص کی نسبت اس نظریے اور جماعت کی طرف کیجاتی ہیں۔اس بنیاد پر ہم آپ کو سیفی قرار دے رہے ہیں چاہیے آپ زبان سے ہزار بار انکار کرے کہ میں سیفی نہیں ہوں۔

سیفی بریلوی کا راقم کے بارے میں جھوٹ اوراس کا جواب

پہلا جھوٹ:

ویڈیو بیان میں سائل اس سے پوچھ رہا ہیں کہ مفتی سہیل (راقم) نے آپ کے خلاف التحقیقات لدفع التلبیسات میں برے الفاظ اور القاب سے یاد کیا ہیں؟

جواب:

میرا کتاب التحقیقات لدفع التلبیسات میڈیا پر موجود ہے۔اب میرے ہاتھ سے نکل گیا ہیں۔سب دیکھ سکتے ہیں کہ اس میں

کونسے وہ برے القابات کے لئے استعمال کئے ہیں۔جس کی نشاندہی اس کے ذمے قرض ہیں۔ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ بیان میں اس برے الفاظ والقابات کی نشاندہی کرتا تاکہ لوگ دیکھ لیتے کہ واقعی موصوف کے بارے میں راقم نے بےادبی یا برے القابات سے یاد کیا ہیں۔

نوٹ: موصوف کے ساتھ ہمارا علمی اختلاف ہیں۔جس دن سے میں نے اس کے خلاف لکھنا شروع کیا ہیں اس دن کے بعد اکثر تقاریر میں ہمیں اس بنیاد پر خائن قرار دیا ہیں کہ اس کا نام میں خان ہیں۔شیرانی اور شیطان کے درمیان راء اور طاء فرق ان کے زبان سے سنا ہیں اور شیرانی کے بجائے شیطان کہنا موصوف کے نزدیک ادب ہیں۔یہ اس کے اخلاق ہیں یہ بھی چیلنج دیتا ہیں کہ میرے ساتھ بیٹھ جاو۔ایک عام آدمی موصوف کی تقریر سننے کے بعد فیصلہ کرسکتا ہیں کہ موصوف اخلاق کے کتنے بڑے اور اعلیٰ معیار پر ہے۔

دوسرا جھوٹ:

موصوف کہہ رہا ہے کہ مفتی سہیل کے واسطے سے مولانا حیات اللہ کو مناظرے کا چیلنج مولوی عبداللہ رودی نے دیا تھا۔

جواب:

جس وقت یہ مناظرے کی بات ہوئی تھی میں نے یہ تحریر مولوی عبداللہ رودی سے منگوائی تھی بواسطہ مفتی علاوالدین صاحب۔پھر عبداللہ رودی کے ساتھ مناظرہ نہ بن پایا۔تو اس وقت عبداللہ رودی،مفتی علاوالدین،مولوی حیات اللہ سے آپ سب پوچھ سکتے ہو کہ عبداللہ رودی کے ساتھ مناظرہ کرنے والا کون تھا؟یہ سب زندہ ہیں۔اس وقت بھی میں نے عبداللہ رودی کا چیلنج قبول کیا تھا۔لیکن مناظرہ نہیں بن پایا۔وہ بھی آپ کی طرح مناظرے سے بھاگنے کے لئے بہانے ڈونڈھ رہا تھا کہ شیخ مولانا عطاءاللہ صاحب آپ کو لکھ کردے کہ آپ کا شکست اس کا شکست ہوگا لیکن اسی طرح کی باتیں کرنا مناظرے سے بھاگنے کا بہانا تھا اس لئے ان کے ساتھ یہ مجلس نہ بن پایا۔یہ بات بلکل جھوٹ ہیں کہ مفتی سہیل (راقم) نے عبداللہ رودی کا چیلنج مولوی حیات اللہ کو دیا۔حالانکہ عبداللہ رودی کے ساتھ مناظرہ کرنے والا میں (راقم) تھا پھر عبداللہ رودی کی طرف محمد اشرف اور محمد حیات نے وہ تحریر ہم تک پہنچائی وہ تحریر اب تک میرے ساتھ بھی محفوظ ہیں۔خدا کا خوف کرو اتنا صریح جھوٹ تو مت بولا کرو۔ذرا محمد اشرف اور محمد حیات سے بھی پوچھ لیجئے کہ ہماری طرف سے مناظر کون تھا؟

تیسرا جھوٹ:

سیفی بریلوی صاحب راقم کے بارے میں کہہ رہے کہ مفتی سہیل،مولوی بخت محمد عرف عبداللہ رودی کا شاگرد ہیں۔

جواب:

پہلے تو آپ کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ ہر ایک عبداللہ رودی سے پوچھ لے کہ مفتی سہیل کو تم جانتے بھی ہو؟
شاگردی تو دور کی بات ہیں۔ میں نے خود اس کو پہلی دفعہ اس ویڈیو میں دیکھا ہیں جب رودی صاحب اور سیفی صاحب نام نہاد مناظرہ کرر ہے تھے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہو کہ مولوی عبدالخالق سیفی کی ہر بات اس طرح بے حقیقت ہوتی ہے۔

دوسروں کو درس اخلاق دینے والے کی اخلاق کا اک نمونہ

دوسروں کو درس اخلاق دینے والے کی اخلاق کا اک نمونہ پیش خدمت ہیں۔ جھوٹ بولنا سب سے بڑی بداخلاقی ہیں جس کا تذکرہ ہم تفصیلا کر چکے ہیں۔ اور کاذب کو قران ملعون کہتا ہیں۔
قرآن کا حکم ہیں کہ ایک دوسرے کو برے القابات سے مت پکارو۔ موصوف کا قران پر عمل دیکھ لے راقم کو خائن، شیطان، حیوان وغیرہ جیسے القابات سے پکارا ہیں۔ چلو اس کی پوچھ گچھ آخرت میں اس سے ہوگی۔ لیکن موصوف کہتا ہیں کہ میں آپ کے مرشد حکیم محمد اختر صاحبؒ کی توہین کرونگا۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ ہماری تحریر میں ایک بےادبی اور گستاخی دکھاو جو ہم نے کی ہو۔

عبدالخالق سیفی سے چند سوالات اور علمائے دیوبند سے انحرافات کی اک جھلک

مفتی محمد ندیم محمودی حفظہ اللہ کو رزیل کہنا

موصوف اگر دیوبندی ہیں تو فخر احناف مناظرہ دیوبند مفتی محمد ندیم محمودی حفظہ اللہ کو کیوں رزیل کہہ رہے ہو؟

شیخ رحیم اللہ حفظہ اللہ کو گمراہ کہنا

اگر موصوف دیوبندی ہیں تو شیخ رحیم اللہ کو کیوں مسئلہ علم غیب جزئی میں اختلاف کی وجہ سے گمراہ (2) اور جدید پنجپیری اور وہابی کہہ رہے ہو؟ حالانکہ شیخ رحیم اللہ حفظہ اللہ کو تم نے چند سال پہلے اپنے مدرسے میں بطور مہمان خاص بلایا تھا یہ تاثر دینے کے لئے کہ میں دیوبندی ہوں۔ اب تو ساری دنیا آپ کو وہ بیان سنی ہیں جس میں آپ نے شیخ رحیم اللہ حفظہ اللہ اور موجودہ علمائے دیوبند کو گمراہ قرار دیا ہیں۔ (آڈیو بیان میرے پاس ہیں جس کو چاہیے رابطہ کرلے۔

مولانا عبدالرحمٰن صمیم کو وہابی کہنا

اگر تم دیوبندی ہو تو تعلیم الاسلام ریڈیو پر دیوبند کی صحیح ترجمانی کرنے والا عبدالرحمٰن صمیم حفظہ اللہ کو کیوں وہابی، سلفی اور گمراہ کہہ رہے ہو؟

مولانا اشرف الدین اخندزادہ کو پنجپیریوں کا خادم کہنا

اگرتم دیوبندی ہوتو مولانا اشراف الدین اخنذادہ حفظہ اللہ جوعمر رسیدہ عالم ہیں ان کو کیوں برا بھلا کہہ رہے ہو؟

حاجی عبدالوہابؒ کو گمراہ کہنا

اگرتم دیوبندی ہوتو حاجی عبدالوہابؒ امیر تبلیغی جماعت کو کیوں گمراہ کہہ رہے ہو؟

علمائے دیوبند کے ترجمان مدارس سے لوگوں کو بدگمان کرنا

اگرتم دیوبندی ہوتو پشین میں علمائے دیوبند کا ترجمان مدرسہ مفتاح العلوم اور جامعہ مظاہر العلوم پشین کو کیوں وہابیوں اور پنجپیریوں کا مرکز کہہ رہے ہو؟

علمائے دیوبندؒ کو وہابی کہنا

اگرتم دیوبندی ہوتو آپ وہابی کا لفظ موجودہ علمائے دیوبند کے لئے کیوں استعمال کرر ہے ہو؟

سیفیوں کے نام نہاد وجد کا دفاع کرنا

اگرآپ دیوبندی ہوتو سیفیوں کے وجد پر تم نے کونسا رد کیا ہیں۔اس کے علاوہ رقص اور وجد پر آپ کا بیان آج بھی میڈیا پر موجود ہیں۔

چیلنج مناظرہ قبول ہیں!

تحریر: محمد سہیل خان شیرانی

محترم سیفی بریلوی صاحب کے ساتھ ہمارا کوئی ذاتی اختلاف نہیں دینی مسائل میں اختلاف ہے موصوف نے کتاب التحقیق المختار کے نام سے لکھا ہے عرصہ دراز سے اس انتظار میں تھا کہ کوئی جید عالم دین اس کا جواب لکھے لیکن ضلع پشین کے جید علماء کرام اور اکابرین درس وتدریس اور دیگر مصروفیات کی وجہ سے اس کام کی طرف التفات نہ کر سکے۔اور دوسری طرف لوگوں میں بہت تشویش اضطراب پایا جاتا تھا۔جس کا دور کرنا ہر عالم کا فریضہ ہے اس فرض کو نبھاتے ہوئے بندہ عاجز نے اس پر رمضان المبارک 2020ء میں فراغت کو غنیمت سمجھ کر اس کتاب کا جواب لکھنا شروع کیا تا کہ بات خفیہ طور حل ہو جائے اور صرف عبدالخالق سیفی اور دوسرے علما اس کو دیکھ کر ان مسائل پر غور کریں لیکن بطور جواب کے چند مسائل لکھنے کے بعد سیفی بریلوی نے ہر جگہ جنازے اور جلسے میں مناظرے کے چیلنج دینے شروع کر دیے۔اور علما دیوبند کی گستاخیاں اور بے عزتیاں پگڑیاں اچھالنا شروع کیا۔جس کے ثبوت اب بھی میڈیا پر موجود ہیں۔

ہم مناظرے سے کنارہ کش کیوں؟

آج کل حقیقی اور صحیح مناظرے نہیں ہو رہے اس بنیاد پر ہم مناظرے سے کنارہ کش ہیں۔مناظرے کے بعد ہر فریق اپنی جیت کا اعلان کرتا ہے نتیجے میں عوام اور پریشان ہو جاتے ہیں کہ حق کس طرف ہے اور دونوں فریقوں کے متبعین اپنے عالم کو سراہتے ہوئے اس موقف پر ڈٹ جاتے ہیں اگر چہ ان میں سے ایک موقف غلط بھی ہوتا ہے۔لیکن مروجہ مناظروں کے نتیجے میں حق کا اظہار مکمل طریقے سے نہیں ہوتا۔

تنازع کا حل اور سیفی بریلوی کو چند تجاویز

عبدالخالق سیفی صاحب آپ کے کتاب کا جواب ہم نے لکھا ہیں۔آپ کو ہم اس تنازع کے حل کے لئے چند تجاویز دیتے ہیں۔

تجویز اول: تحریر کا جواب تحریر سے

موصوف اپنی تحریر کا دفاع کریں اور اپنے مسائل کو علمائے دیوبند سے ثابت کریں۔اور" **التحقیقات لدفع التلبیسات** "میں جو لکھا ہے اس کو غلط ثابت کرے کہ یہ علمائے دیوبند نے نہیں لکھے ہیں۔اور آپ اپنے گمراہ کن کتاب کے مسائل کو علمائے دیوبند سے ثابت کرو۔یہ سب سے اچھا طریقہ ہیں تا کہ لوگ دونوں موقف کو دیکھ کر فیصلہ کر سکے۔

تجویز دوم:۔ مستند ومعتمد دارالافتاء کو متنازعہ مسائل بھیجنا

آوہم دونوں فریقین آپ کے کتاب کے مسائل کو ملک کے مستند ومعتمد دیوبندی دارالافتاءوں کو بھیجتے ہیں اگر انہوں نے آپ کے کتاب کے مسائل کو صحیح قرار دیا تو ہم اپنا تحریر واپس لیتے ہیں۔اگر آپ کے کتاب کے گمراہ کن مسائل کو غلط قرار دیا تو خدارا لوگوں کو سبز باغ دکھا کر گمراہ مت کیجئے۔آپ کا دیوبند سے دور تک کا بھی تعلق نہیں۔آپ مولانا احمد رضا خان، پیر سیف الرحمٰن پیر باڑہ اور شیخ غلام حضرت سیفی بدعتی کے خوشہ چین ہیں اس لئے سیفیت اور بریلویت کی تشہیر کے لئے دیوبندیت کے پاکیزہ نام کو بدنام مت کیجئے۔

تجویز سوئم:۔مناظرہ

اگر مندرجہ بالا تجاویز کو آپ کو قبول نہیں تو پھر ہم بدل نخواستہ مناظرے کے لئے بھی تیار ہیں۔کیونکہ احقاق حق کے دوسرے ذرائع جب موجود ہوتو پھر اُس کو بروکار لانے میں فائدہ ہے۔علمائے دیوبند کے مندرجہ ذیل مسلمہ شخصیات میں سے جس کو آپ ثالث مقرر کرکے ہم بیٹھنے کو تیار ہیں۔جس کے آنے جانے کا خرچہ فریقین پر ہوگا۔اُن علمائے کرام کے اسماء گرامی درجہ ذیل ہیں۔

(1)مولانا منظور احمد مینگل صاحب

(2)حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب

(3)حضرت شیخ رحیم اللہ حقانی صاحب(جوآپ کے مدرسے میں بطور مہمان خاص بھی تشریف لائے تھے۔)

(4)فخر احناف مناظر دیوبند مفتی ندیم محمودی صاحب

(5)امارت اسلامیہ افغانستان کے مرکزی دارالافتاء کے معزز مفتیان کرام

اگر آپ سچے دیوبندی ہوتو ان مسلمہ شخصیات دیوبند میں سے جس پر آپ کو شرح صدر ہو ہم بیٹھنے کو تیار ہیں۔

غلط فہمی کا ازالہ

موصوف ہماری نرمی اور مصلحت پسندی کو کمزوری سمجھتا ہے۔میں اس تحریر کی وساطت سے آپ کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ ہماری نرمی کو کمزوری نہ سمجھا جائے حالانکہ فرزندان دیوبند نے ہر مقام پر بڑی حکمت اور دانائی کے ساتھ ہر باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے۔

اختلاف کس چیز پر؟

جس چیز پر اختلاف ہے وہ ہے موصوف کا سیفیت اور بریلویت۔ہم موصوف کو سیفی اور بریلوی سمجھتے ہیں اگر موصوف حقیقی

دیوبندی ہیں تو موصوف اپنی کتب کے مسائل کو علمائے دیوبند سے ثابت کر کے دکھائیں۔قیامت تک اپنے گمراہ کن تحریرات کو علمائے دیوبند سے ثابت نہیں کرسکتا ہے۔

مناظرہ کس بات پر؟

مناظرہ اس بات پر ہوگا کہ ہم عبدالخالق سیفی کو اس کے تحریرات اور اور تقاریر سے سیفی بریلوی ثابت کرینگے۔اور وہ اپنے کتب کے مسائل کو علمائے دیوبند کے فتاویٰ کی جات سے ثابت کرینگے۔تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ کون صحیح دیوبندی ہے؟اور کون جعلی دیوبندی ہے۔

موضوع مناظرہ

عبدالخالق سیفی کا سیفیت و بریلویت ہوگا۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار اس سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

چیلنج مناظرہ قبول ہے

راقم الحروف مندرجہ بالا شرائط کی بنیاد پر آپ کے چیلنج مناظرہ کو قبول کرتا ہے۔جب چاہیے جس وقت چاہیے میں بیٹھنے کو تیار ہوں۔

سربکف سر بلند دیوبند دیوبند

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

عبدالخالق سیفی بریلوی کے گمراہ کن نظریات پر اک نظر

اس میں موصوف کے ان نظریات کی نشاندہی کی گئی ہے جسکی بنیاد پر موصوف کا رشتہ علمائے دیوبند سے ٹوٹتا ہے اور سیفیت وبریلویت سے مل جاتا ہے۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

کلمہ حق کا سہارا

ہر دور میں باطل نے اپنے نظریات کی ترویج کے لئے کلمہ حق کا سہارا لیا ہے۔اور کلمہ حق کی آڑ میں باطل نظریات کی خوب ترویج کی ہے۔یہی طریقہ اج کے سیفی بریلویوں نے بھی اپنایا ہے۔ہر جگہ گمراہ کن نظریات کی ترویج کے لئے علمائے دیوبند کا نام استعمال کیا ہے۔لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ اس وقت تک علمائے دیوبند کی تعریف کرتے ہیں جب تک ان کے بدعاء،شرکیات،خرافات اور رقص کے خلاف نہ ہو جب ان کے ان مذکورہ اعمال کے خلاف علمائے دیوبند کے فتاوٰی جات دکھائے جائے تو پھر یہ لوگ اکابر علمائے دیوبند کو بھی خوارج کہتے ہیں۔یہ تو کیا؟علمائے دیوبند سے پہلے اسلاف کے کتب میں بھی ان کے مذکورہ بالا اعمال کے خلاف بات ہوتو اس کی بھی بے ادبی کرتے ہیں اور خوراج اور وہابیت کے فتوٰی سے نوازتے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون

سیفی بریلوی کا دجل

ان بریلویوں میں سے عبدالخالق سیفی بریلوی نے بھی یہی طریقہ اپنایا اور ادھر اپنے آپ کو ترجمان دیوبند کہتا تھا اور یہاں ترجمان دیوبند کی حیثیت سے مناظرے کرتا تھا اور اس کی دوسری واضح دلیل یہ ہے کہ اس نے ایک کتاب "عقیدہ ناجیہ" کے نام سے لکھی اور اس پر دارالعلوم دیوبند کا تصویر چھاپ دیا یہ تاثر دینے کے لئے یہ کتاب علمائے دیوبند کی ترجمان کتاب ہے اور اپنے آپ کو دیوبند کا ترجمان ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔جو بھی اس کے ان بدعات کے خلاف کرتا تو پہلے اس کو فون کرتا اور اس بحث کو ریکارڈ کرتا پھر سوشل میڈیا کے ذریعت اس کو شایع کرتا اور یہاں کے بہت سے علماء کی اس طرح بے عزے کیا۔

سیفی بریلوی علمائے دیوبندؒ کا سب سے بڑا دشمن

سیفی بریلوی اپنے گمراہ کن نظریات سمیت سیفیت،بریلویت کی ترویج کے لئے علمائے دیوبندؒ کا نام استعمال کرتا ہے۔جب اس کو علمائے دیوبند کے فتاوٰی دکھائے جاتے ہے تو وہ صاف انکار کرتا ہے اور علمائے دیوبند پر وہابیت کا فتوٰی لگا رہا ہے۔اور موصوف کا سب سے بڑا دھوکہ یہ ہے کہ عوام کے سامنے اپنے آپ کو حقیقی دیوبندی اور حقیقی علمائے دیوبند کی جعلی دیوبندی کہتے ہے۔

تمام دیوبندی مدارس کا متفقہ فتویٰ

علمائے دیوبند کے تمام ترجمان مدارس سے ان کے عقائد ونظریات کے بارے میں استفتاء کیا گیا جس کے جواب میں سب نے متفقہ طور کوموصوف کے نظریات علمائے دیوبند کے خلاف قرار دیا۔اوراس کے کتب دیکھنے سے عوام کومنع کیا گیا۔ان فتاویٰ جات کے بعد علمائے دیوبند کے مشہور دیوبندی مناظرین کا اس کے ساتھ مکالمہ ہوا وہ سب اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ موصوف سیفی بریلوی ہے۔اس سے پہلے امارت اسلامی افغانستان نے بھی ایک اعلامیے کے ذریعہ افغانستان میں امارت کے زیر کنٹرول علاقوں میں اس کے بیان پر پابندی لگادی۔جوآج تک باقی ہے۔

سیفی بریلوی کا دورعروج

موصوف نے ہمارے بلوچستان میں بڑا شورشرابہ بھرپا کیا تھا۔ائمہ مساجد کوفون کرتا اوراس سے ریکاڈنک کرکے میڈیا پر شایع کرتا تھا اور علماء کو بدنام کرتے اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے تھے کہ ہمارا جواب کوئی نہیں کرسکتا نہ کوئی ہم سے مناظرہ کرسکتا ہے۔بعض اوقات تو ائمہ مساجد پر چڑھائی بھی کرتا اوراسلحہ کا نمائش تو ایک عام بات تھی جس کی واضح مثال یاسین زئی کیمسجد کے امام مولانا محبّ اللہ آغا کی مسجد کی ویڈیو ہے جوآج بھی میڈیا پر موجود ہے۔اس لئے ہم نیبہت عرصہ انتظار کیا کہ شاید علاقے کے جید علمائے کرام اس کے خلاف کواقداس کرینگے۔لیکن طویل عرصہ انتظار کے بعد بھی علماء کرام کچھ نہ کرسکے اور یہ فتنہ روز بروز اور پکڑ رہا تھا۔اور علاقے میں بہت سے لوگ اور علماء اس سے متاثر ہوئے دیوبندیت اوران کے نظریات کی ترویج کوموصوف اوراس کے ہمنو اوہابیت سے تعبیر کرتے تھے۔اس وقت کے خلاف کوئی بھی بولنے کی جرات نہیں کرسکتا تھا جواس کے خلاف بولتا تو وہ مختلف ہتکھنڈے استعمال کرکے ان کی بولتی بند کردیتی۔لیکن ہم بہت کم علم اورکم ہمت تھے اس لئے اس اہم کام کوکرنے کے لئے پہل نہیں کرسکتے۔پھرانتظار شدید کے بعد کچھ بے ربط تحریر ہاتھ سے نکل گیا۔اور یہ سلسلہ چل پڑا۔جو بعد میں مفتی ندیم صاحب حفظہ اللہ کے ساتھ سوشل میڈیا پر مکالمہ اورمناظرے کا سبب بنا۔اوراس کے بعدآج شیخ رحیم اللہ حقانی حفظہ اللہ کے ساتھ مناطرے کا ماجرا دیکھ چکے ہونگے۔

سیفیت وبریلویت کے خلاف کام کا آغاز

7رمضان المبارک 2020 میں کرونا کی وجہ سے چھٹیاں تھی اس فراغت کوغنیمت سمجھ کرسیفی بریلوی کے گمراہ کن نظریات کے خلاف کام آغاز کیا اور"التحقیق المختار"نامی کتاب کا جواب"التحقیقات لدفع التلبیسات"کے نام سے شروع کیا۔موصوف پراس کا بہت اثر ہوا اور جواب کرنے سے عاجز ہوا۔پھرصلح کے لئے اس کے کچھ ساتھی آئے اور ہم نے اس سے کہا اس میں صلح کی کونسی بات ہے یہ تو نظریات کی جنگ ہے کوئی ذاتی یازمین کا تنازع تونہیں ہے۔

ہمارا پہلا مطالبہ

ہم نے ان سے کہا کہ موصوف حقیقتاً سیفی بریلوی ہے وہ بہت ناراض ہوئے اور کہا کہ وہ خود کہتا ہے کہ میں دیوبندی ہوں ہم نے اس سے ثبوت مانگا تو اس وقت سیفی بریلوی نے علی الاعلان ویڈیو کیا اور کہا کہ میں دیوبندی ہوں حالانکہ اس سے پہلے یہ بات انہوں نے کبھی نہیں کہی تھی۔ یہ ہمارا پہلا فتح تھا۔ ہم نے اس وقت ہی کہا تھا کہ اس دعوہ دیوبندیت میں جھوٹا ہے۔ آج سب نے دیکھ لیا کہ موصوف کہ دعوہ دیوبندیت میں کتنا سچا تھا۔

دوسرا مطالبہ

ہم نے ان کو کہا کہ عبدالخالق سیفی نے جب خود اقرار کیا تو اب اس کا فرض ہے کہ علمائے دیوبند کے فتاویٰ جات پر دستخط کرے اور اپنے کتاب سے ان گمارہ کن نظریات کو نکالے جس کا ہم نے تعیب کیا ہے اور علمائے دیوبند نے ہمارے موقف کی حقانیت پر مہر حق ثبت فرمایا ہے۔ لیکن اس بارے کے لئے وہ تیار نہ ہوئے۔ اور پھر میڈیا پر ہمارے خلاف خود پروپیگنڈا شروع کیا۔ لیکن وہ سب ناکام ہوا۔

سیفی بریلوی کے ثبوت بریلویت اور گمراہ کن نظریات کی نشاندہی

مروجہ میلاد کو مستحب کہنا

(1) مروجہ میلاد جس میں ہر سال محفلیں منعقد کرنا نعت خوانی وغیرہ وغیرہ کرنا سب مستحبات سے افضل ہے۔ (التحقیق المختار ص10)

جواب:۔ (1) مروجہ میلاد کو علمائے دیوبند نے متفقہ طور بدعت کہا ہے۔ لیکن موصوف اس کو افضل المستحبات کہہ رہا ہے۔

(2) مستحب وہ ہوتا ہے جس کی ترغیب شارع نے دی ہو اور خود نہ کیا ہو۔ (التعریفات لجرجانی) اب مروجہ میلاد کا ترغیب شارع نے کہاں دی ہے۔ قیامت تک مروجہ میلاد کے استحباب پر ایک دلیل نہیں لاسکتا۔

قبور اولیاء پر چادر چڑھانے کو جائز کہنا

(2) اولیا کے قبروں پر چادریں چڑھانا جائز ہے۔ (التحقیق المختار ص67)

جواب:۔ قبر پر چادر چڑھانا بریلویوں کا طریقہ ہے۔ اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند کے نزدیک یہ بدعت عمل ہے۔ اور موصوف کے نزدیک یہ بدعت جائز ہے۔

قبور اولیاء پر گنبد بنانے کو جائز کہنا

(3) اولیاء کے قبروں پر گنبد بنانا جائز ہے۔(التحقیق المختارص66)

جواب:۔قبروں پر گنبد بنانا بھی بریلویوں کا طریقہ ہے۔اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند اور فقہائے احناف کے نزدیک یہ بدعت اور ناجائز ہے۔موصوف کے نزدیک یہ بدعت بھی جائز ہے۔

قبور اولیاء پر چراغاں کا جائز کہنا

(4) اولیاء کے قبروں پر چراغان کرنا جائز عمل ہے۔(التحقیق المختار المختارص67)

جواب:۔قبروں پر چراغان کرنا بھی بریلویوں کا طریقہ ہے۔اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند اور فقہائے احناف کے نزدیک یہ بدعت اور ناجائز ہے۔موصوف کے نزدیک یہ بدعت بھی جائز ہے۔

ظہر کی نماز اول وقت میں پڑھنے کو خوارج کی نشانی کہنا

(5) ظہر کی نماز اول وقت میں پڑھنا خوارج کی نشانی ہے۔(التحقیق المختارص172)

جواب:۔(1) موصوف کے نزدیک ظہر کی نماز اور وقت میں پڑھنے والے سارے خوارج ہے۔ہمارے شہر میں اا کثر ائمہ مساجد نماز ظہر اول وقت میں پڑھتے ہے تو وہ سارے خوارج ہے۔دارالعلوم کراچی (وہاں ہم نے خود دیکھا ہے کہ نماز ظہر 1:00یا1:30 بجے ہوتا ہے۔) سمیت سارے علمائے دیوبند بھی موصوف کے نزدیک خوارج ہے کیونکہ اکثر مدارس اول وقت میں نماز ظہر پڑھتے ہیں۔

عبدالخالق سیفی کا شوافع پر خوارج کا فتویٰ

شوافع ظہر کی نماز اول وقت میں پڑھتے ہیں تو موصوف کے نزدیک وہ بھی خوارج ہے۔اور احناف بھی سردیوں میں ظہر کی نماز اول وقت میں پڑھتے ہیں تو اس کے نزدیک احناف بھی سردیوں میں خوارج ہونگے۔

علمائے دیوبند پر افتراء کرنا

(6) دیوبند علماء بھی قبروں سے مٹی بطور تبرک لے جائے ہے۔(التحقیق المختارص81)

جواب:۔علمائے دیوبند کے نزدیک کسی بزرگ کی قبر سے مٹی بطور تبرک لانا بدعت ہے۔موصوف کا یہ علمائے دیوبند پر سب سے بڑا افتراء ہے۔مولانا یعقوب نانوتویؒ کا واقعہ جزئیہ ہے۔وہ از باب کرامت ہے۔اس واقعہ میں علمائے دیوبند سے یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ مٹی بطور تبرک لے جاتے بلکہ اس گاوں کے عوام نے یہ عمل کیا تھا۔اور عوام کا فعل حجت نہیں ہوتا۔لہٰذا سیفی بریلوی کا دین چونکہ

عوام کے عمل سے ماخوذ ہوتا ہے اس لئے یہ ان کے نزدیک حجت ہے۔

مروجہ اسقاط کو مستحب کہنا

(7) مروجہ اسقاط مستحب ہے۔ اور نہ کرنا وہابی کی نشانی ہے۔ (التحقیق المختارص263,140)

جواب: مروجہ اسقاط علمائے دیوبندؒ کے نزدیک بدعت سیئہ ہے۔ مستحب وہ عمل ہوتا ہے جس کی ترغیب شارع نے دی ہو لیکن خود اس عمل کو نہ کیا ہو۔ تو مروجہ اسقاط کا ترغیب شارع سے ثابت کرنا امر محال ہے۔

مروجہ ختم قرآن کو جائز کہنا

(8) مروجہ ختم قرآن لا یصال الثواب جائز ہیں خواہ قاری عوض اور اجرت کی شرط لگائے۔ تو بھی صحیح ہے۔ (التحقیق المختارص 146,147)

جواب:۔ مروجہ ختم قرآن لا یصال الثواب علمائے دیوبند کے نزدیک بدعت ہے۔ مروجہ ختم میں جو کھانا، بریانی، شیرینی ملتی ہے وہ ختم کا عوض ہے۔ المعروف کالمشروط کے تحت علمائے دیوبند نے مروجہ ختم کو ناجائز اور اس کا التزام بدعت ہے۔

یا محمد کو مسلمانوں کا شعار کہنا

(9) شعار کی نیت سے یا محمد لکھنا اچھا کام ہے۔ (التحقیق المختارص203)

جواب:۔ یا محمد لکھنا اور کہنا بے ادبی ہے۔ جب ہم اپنے والد، استاد اور بڑے کو نام سے نہیں پکار سکتے تو سرور کائنات کو کیسے نام سے پکارے؟ اس لئے یا محمد لکھنا اور کہنا دونوں بے ادبی ہے۔ یا محمد کو شعار کی نیت سے کہنے اور لکھنے کونسے فقہاء احنافؒ نے اچھا لکھا ہے؟ کیونکہ آپ تو حنفیت کے دعویدار ہو حنفیت کا دعویدار یہاں کیسا لا مذہب (غیر مقلد، خارجی، وہابی) بن گیا؟ اسلئے یہ جھوٹ ہے اور یہ لوگ حنفیت کے لباس میں احناف کو بدنام کر رہے ہیں۔

یا محمد، یا رسول اللہ آج کل بریلویوں اور اہل بدعت کا شعار ہے۔ اسلئے اس سے احتراز لازم ہے۔ آج کل سندھ اور پنجاب میں اہل بدعت اور علمائے دیوبند کے مساجد، مدارس وغیرہ کی پہچان ہی ان کلمات سے ہوتی ہیں جس مسجد یا مدرسے کے دروازے پر یہ کلمات لکھے ہوئے ہو تو عام آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کس مسلک کا مسجد اور مدرسہ ہے۔ بلکہ عوام بھی یہ جانتے ہیں کہ یہ اہل بدعت بریلویوں کا مسجد، مدرسہ ہے۔ علمائے دیوبند اور اہل حق کے مساجد اور مدارس اس طرح کے شرکیہ اور مبہم الفاظ سے پاک ہوتے ہیں۔

فرض نماز کے بعد مروجہ اجتماعی دعا کو مذاہب اربعہ کے اجماع سے ثابت کرنا

(10) فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا چاروں مذاہب کے اجماع سے ثابت ہیں اور سنت بھی ہیں۔ (التحقیق المختارص40)

جواب:۔عبدالخالق سیفی بریلوی چونکہ سنت کی تعریف سے بھی لاعلم ہے اس لئے ہر چیز اور بدعت کو سنت کہہ رہے ہے حالانکہ اگر تھوڑا زحمت کرتے اور سنت کی تعریف بھی دیکھتے تو آج بہت سے بدعات سے بچ جاتے اور امت میں اتنا انتشار وافتراق نہ ہوتا۔

سنت کی تعریف

وہ کام جس پر آپ ﷺ یا صحابہ کرام نے مواظبت فرمائی ہو اور وہ کام بطور عبادت کے کیا ہو تو اس کو سنت کہتے ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ سنت کے مواظبت شرط ہے۔اب اس مروجہ اجتماعی دعا کا سرے سے آپ ﷺ سے ثبوت ہی نہیں ہے تو پھر سنت کیسا ہوا؟ اس لئے تو اکابر علمائے دیوبند نے مروجہ اجتماعی دعا کو بدعت قرار دیا ہے۔

کھانے کے بعد اجتماعی دعا کو سنت اور معمول صحابہ کہنا

(12) کھانے کے بعد اجتماعی دعا رسول اللہ اور صحابہ کا معمول ہے۔اس لئے کھانے کے بعد اجتماعی دعا کرنا سنت ہے۔(التحقیق المختار ص43)

جواب:۔کھانے کے بعد اجتماعی دعا کو سنت اور صحابہ کا معمول کہنا بلکل غلط ہے کیونکہ سنت کیلئے مواظبت شرط ہے جب کہ اس مروجہ اجتماعی دعا پر مواظبت ثابت کرنا سیفی بریلوی کا کام ہے جو قیامت تک نہیں کر سکتے۔جب ثابت نہیں کر سکتے تو پھر سنت کیسا ہو گیا؟

سنت کی تعریف

وہ کام جس پر آپ ﷺ یا صحابہ کرام نے مواظبت فرمائی ہو اور وہ کام بھی بطور عبادت کے کیا ہو تو اس کو سنت کہتے ہے۔(التعریفات للجرجانی)

دفن کے بعد اجتماعی دعا اور تین دعاؤں کو سنت کہنا

(13) دفن کے بعد اجتماعی دعا اور تین دعا کرنا سنت ہیں اور تین دعائیں بھی سنت ہے۔(التحقیق المختار ص45)

جواب:۔دفن کے بعد اجتماعی دعا اور تین دعاؤں کو سنت کہنا بلکل غلط ہے کیونکہ سنت کے لئے مواظبت اور بطور عبادت کے کرنا شرط ہے اسلئے اس دعا پر مواظبت سیفی بریلوی ثابت کرے تو پھر کرنا ہمارا کام ہے۔یہ قیامت تک اس پر مواظبت ثابت نہیں کر سکتے۔جب ثابت ہی نہیں کر سکتے تو پھر سنت کیسا رہا؟

سنت کی تعریف:۔وہ کام جس پر آپ ﷺ یا صحابہ کرام نے مواظبت فرمائی ہو اور وہ کام بھی بطور عبادت کے کیا ہو تو اس کو سنت کہتے ہے۔(التعریفات للجرجانی)

عرس کو مستحب کہنا

(14) عرس جائز اور مستحب ہیں۔(التحقیق المختار ص50)

جواب:۔مستحب وہ کام ہے جسکی ترغیب شارع نے دی ہو۔تو عرس کا ترغیب شارع نے کہادی ہے۔اور اس کے علمائے دیوبندؒ نے عرس کو بدعت قرار دیا ہے۔(تفصیل کے لیے التحقیقات لدفع التلبیسات کا مطالعہ کیا جائے۔)

قبور پر ٹہنیاں لگانے کو معمول صحابہ کہنا

(15) قبروں پر ٹہنیاں نصب کرنا سنت اور صحابہ کا معمول ہیں۔(التحقیق المختار ص63)

جواب:۔سنت کی تعریف:۔وہ کام جس پر آپ ﷺ یا صحابہ کرام نے مواظبت فرمائی ہو اور وہ کام بطور عبادت کے کیا ہو۔تو اس کو سنت کہتے ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ کیا آپ ﷺ یا صحابہ کرام نے اس عمل پر مواظبت فرمایا ہے۔جب مواظبت نہیں فرمایا تو سنت کیسا رہا؟

ہر جگہ اجتماعی دعا کرنا

(16) ہر جگہ اجتماعی دعا کرنا چاہئے۔(التحقیق المختار ص36)

جواب:۔یہ بات بلکل غلط ہے کیونکہ ہر جگہ اجتماعی دعا ممکن نہیں ہے۔فتدبر ولاتکن من الغافلین (17)

میلاد کو قرآن سے ثابت کرنا

اللہ مسلمانوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم میرے حبیب پر خوشحالی مناو۔(التحقیق المختار ص11)

جواب:۔یہ بلکل جھوٹ اور افتراء ہے۔قرآن میں کہیں یہ نہیں لکھا کہ تم میرے حبیب پر خوشحالی مناو۔سیفی بریلوی اپنے خود ساختہ بدعات کو ثابت کرنے کے لئے پر افتراء سے بھی نہیں ڈرتے۔

عام آدمی کی تبلیغ کو حرام کہنا

(18) عام شخص کا تبلیغ کرنا اشد حرام ہیں کیونکہ تبلیغ علماء کا کام ہے۔(التحقیق المختار ص262)

جواب:۔تبلیغ میں عوام نماز، کلمے سمیت فضائل اعمال وغیرہ سیکھتے ہے سیکھنے کے بعد ان کو بیان کرتے ہے۔اس لئے یہ موصوف کا تبلیغ دشمنی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

تبلیغ صرف علماء کا کام

(19) حقیقت میں تبلیغ علماء کا کام ہیں۔(التحقیق المختار ص100)

جواب:۔تبلیغی حضرات کے لئے علماء ہی نے نصاب مرتب کیا ہے وہ ان فضائل اور باتوں کو یاد کر کے ہی تو لوگوں بیان کرتے ہیں اس میں کونسی برائی ہے۔سیفی بریلوی دراصل تبلیغ کے دشمن ہے اسلئے اس کام کی مخالفت کے لئے مختلف بہانے تراشتے ہے۔

سروری چار شنبہ کو جائز کہنا

(20) صفر کے اخری بدھ کو حضورﷺ کی بیماری ہلکی ہوئی تھی تو صحابہ کرام خوش ہوئے اور اپنی اپنی قدرت کے موافق صدقہ بھی کیا تو اس لئے آج بھی مسلمان خوشی منائے اور خیرات کرے۔(التحقیق المختار ص267)

جواب: علمائے دیوبند کے نزدیک یہ ایک منگھڑے اور بے اصل عمل ہے،اس کا ترک لازم ہے۔(تفصیل کے لیے التحقیقات لدفع التلبیسات کا مطالعہ کیا جائے۔)

یا شیخ عبدالقادر شیئا للہ کو جائز کہنا

(20) یا شیخ عبدالقادر شیئا للہ کا وظیفہ کرنا توسل اور تبرک کی نیت سے جائز ہیں۔(التحقیق المختار ص205)

جواب:۔یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ کلمات شرکیہ میں سے ہے جس کا پڑھنا موہم شرک اور ناجائز ہے۔(تفصیل کے لیے التحقیقات لدفع التلبیسات کا مطالعہ کیا جائے۔)

حضورﷺ کو ذاتا نور کہنا

(21) حضورﷺ ذاتا نور اور بشر ہیں۔نورانیت اور بشریت دونوں سے انکار کرنا گمراہی ہیں۔(عقیدہ ناجیہ ص32)

جواب:۔اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند کے نزدیک حضورﷺ ذاتا بشر ہے اور باعتبار صفت نور ہدایت ہے۔(تفصیل کے لیے التحقیقات لدفع التلبیسات کا مطالعہ کیا جائے۔)

یارسول اللہ کو اہل سنت والجماعت کا شعار کہنا

(22) یارسول اللہ اہل سنت والجماعت کی شعار اور نشانی ہے جائز اور شرعی عمل ہیں۔(التحقیق المختار ص203)

جواب:۔یہ بلکل جھوٹ ہے کہ یہ اہلسنت والجماعت کا شعار نہیں ہے بلکہ اہل بدعت سیفی بریلویوں کا شعار ہے۔

دفن کے بعد اجتماعی دعا کے منکر پر جہالت کا فتویٰ

(23) دفن کے بعد اجتماعی دعا کا انکار کرنا جاہل اور متعصب کا کام ہے۔(التحقیق المختار ص47)

اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ بلامکان موجود ہونے کو غلط کہنا

(24) یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہیں اچھی بات نہیں ہیں۔(الاہتداء ص32)

جواب:۔اہل سنت والجماعت کے نزدیک اللہ تعالیٰ ہر جگہ بلا مکان موجود ہے۔

سب کچھ اللہ سے ہونے اور مخلوق سے کچھ نہ ہونے کو خطرناک عقیدہ کہنا

(25)تبلیغ والے جو یہ کہتے ہیں کہ "سب کچھ اللہ سے ہوتا ہیں مخلوق سے کچھ نہیں ہوتا" یہ بہت خطرناک بات اور عقیدہ ہیں۔(الاہتداء ص42)

انبیاء کرام اور اولیاء کرام کیلئے علم غیب جزئی کا عقیدہ رکھنا

(26)علم غیب جزئی عطائی غیر اللہ انبیاء اور اولیاء کے لئے بھی ثابت ہیں۔

جواب:۔علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔کلی اور جزئی علم غیب اللہ کو ہے۔انبیاء علیہم السلام کو صرف انباء الغیب اور اخبار الغیب دیا گیا ہے۔(تفصیل کے لیے التحقیقات لدفع التلبیسات کا مطالعہ کیا جائے۔)

تعلیم النساء اور مدرسۃ البنات کو بدعت سیئہ کہنا

(27)مدرسۃ البنات بلکل بدعت سیئہ ہیں۔حالانکہ علمائے دیوبند کے زیر سرپرستی سینکڑوں مدرسۃ البنات موجود ہیں اور وفاق المدارس کے تحت ان کے امتحانات ہوتے ہیں۔تو کیا یہ سب علمائے بدعتی ہو گئے؟

مستورات کی تبلیغ کو بدعت سیئہ کہنا

(28)مستورات کی تبلیغ میں دین سیکھنے کے لئے نکلنے کو مطلقا کو بدعت سیئہ کہتے ہیں۔

جواب:۔مستورات کی تبلیغ میں دین سیکھنے کے لئے نکلنا شرعی حدود کے اندر جائز ہے اور اس مسئلے میں اکابرین علمائے دیوبند کی دو رائے ہیں۔ہر ایک کی رائے مضبوط دلائل پر قائم ہے۔اس لئے اسکو مطلقا بدعت سیئہ کہنا غلط ہے۔(تفصیل آگے ملاحظہ کر سکتے ہو)

پگڑی کو سنت موکدہ کہنا

(29) پگڑی باندھنا سنت موکدہ ہے۔(التحقیق المختار ص268،265)

جواب:۔پگڑی باندھنا سنت سنن زوائد میں سے ہے۔سنن ہدی میں سے نہیں ہے اس لئے پگڑی باندھنا سنت موکدہ نہیں ہے۔اور نہ پگڑی کے بغیر نماز پڑھنا اور پڑھوانا مکروہ ہے۔

کرامت کو اختیاری کہنا

(30)کرامت کبھی اختیار ہوتا ہے اور کبھی غیر اختیاری۔(التحقیق المختار ص242)

جواب:۔علمائے دیوبندؒ کے نزدیک کرامت غیر اختیاری ہوتا ہے ولی کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ اللہ کا فعل ہوتا ہے صرف ولی کے ہاتھ پرظاہر ہوتا ہے۔جب کہ بریلویوں کے نزدیک کرامت اختیاری بھی ہوتا ہے موصوف کی رائے بریلویوں سے ملتی ہے اس لئے یہ موصوف کی دلیل بریلویت ہے۔

میت کو پگڑی باندھنے کو مستحب کہنا

(31)مرنے کے بعد علماء کو پگڑی باندھنا مستحب ہے۔(التحقیق المختار ص169)

جواب:۔فقہاء احناف اور علمائے دیوبند کے نزعدیک مرنے کے بعد علماء کو پگری باندھنا مکروہ اور ناجائز عمل ہے۔جبکہ بریلویوں کے نزدیک یہ مستحب عمل ہے۔اور موصوف کے نزدیک بھی مستحب ہے تو یہ اس کی دلیل بریلویت ہے۔

ذکر بالجہر کو مستحب کہنا

(32)ذکر بالجہر مستحب ہے۔(التحقیق المختار ص182)

جواب:۔ذکر بالجہر شرائط کے ساتھ صرف جائز ہے لیکن ذکر خفی افضل ہے۔

مردے کے سر پر کلمہ لکھنے کو مستحب کہنا

(33)مردہ کے سر کے اوپر کلمہ لکھنا مستحب ہے۔(135)

والدین مصطفیٰ کو یقینی مومن کہنا

(34)جمہور علماء اور محققین اس عقیدہ پر ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین مومنین ہیں۔(التحقیق المختار ص31)

جواب:۔اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند کے نزدیک والدین مصطفیٰ ﷺ کے ایمان کے بارے توقف اور سکوت اولی ہے۔بریلویوں کے نزدیک والدین مصطفیٰ ﷺ مومنین تھے۔موصوف کے نزدیک بھی مومنین تھے اس لئے یہ موصوف کی دلیل بریلویت ہے۔

قبضہ سے زیادہ داڑھی رکھنے کو بدعت کہنا

(35)قبضہ سے زیادہ داڑھی رکھنا یہ ایک بدعت ہے۔(التحقیق المختار ص101)

جواب:۔قبضہ سے زیادہ داڑھی کاٹنا اور چھوڑنا دونوں جائز ہے۔لیکن موصوف قبضہ سے زائد داڑھی رکھنے کو بدعت کہہ رہے۔تو اس کے نزدیک وہ سارے علمائے بدعتی ہے جو قبضہ سے زائد کو نہیں کاٹتے (نعوذ باللہ) حالانکہ اس کی یہ رائے خود غلط اور بے دلیل ہے۔اس کے بدعت ہونے پر موصوف نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

عورتوں کو قبرستان میں اجنبی مُردوں سے پردہ کرنے کا فتویٰ

(36)عورتیں قبرستان میں اجنبیوں کے قبروں سے پردہ کرئے۔(التحقیق المختار ص132)

جواب:۔موصوف کے نزدیک مردہ اجنبی عورتوں کو دیکھتا ہے۔اسلیے تو پردے کا حکم دے رہا ہے۔حالانکہ کتب فقہ میں اس طرح کا کوئی مسلہ موجود نہیں ہے۔

ہر نماز کے بعد مصافحہ کرنے کو سنت کہنا

(37)ہر نماز کے بعد مصافحہ کرنا سنت ہے۔(التحقیق المختار ص62،61)

جواب:۔سنت کی تعریف:۔وہ کام جس پر آپ ﷺ یا صحابہ کرام نے مواظبت فرمائی ہو اور وہ کام بطور عبادت کے کیا ہو۔تو اس کو سنت کہتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ سنت کے لئے مواظبت نہیں تو پھر سنت کیسا ہوا؟

ذکر بالجہر سے منع کرنے والوں پر روافض کا فتویٰ

(38)نماز کے بعد ذکر بالجہر سے منع کرنا روافض کا کام ہے۔(التحقیق المختار ص188)

سب مسلمانوں کی سب گناہوں کی بخشش کیلیئے دعا کو ناجائز کہنا

(39)اسی طرح سب مسلمانوں کو سب گناہوں کی دعا یا سوال کرنا بھی ناجائز ہے۔یعنی اس طرح نہیں کہنا چاہیے" کہ یا اللہ سب مسلمانوں کی سب گناہیں بخشش فرما" یہ نہیں کہنا چاہئے ، بلکہ مطلق اس طرح کہنا چاہیے"سب مسلمانوں کو بخشش عطا فرما۔یہ اس لئے کہ بعض مسلمانوں کو عذات بھی یقینی ہے۔(التحقیق المختار ص263)

مروجہ اسقاط نہ کرنے والے پر وہابیت کا فتویٰ لگانا

(40)اسقاط نہ کرنا وہابی کی نشانی ہے۔(التحقیق المختار ص263)

جواب:۔شوافع ،حنابلہ، مالکیہ اور علمائے دیوبند بھی اس مروجہ حیلہ اسقاط کو نہیں کرتے تو موصوف کے نزدیک یہ سب وہابی ہے۔

نماز عید کے بعد مصافحہ کو سنت اور منع کرنے والے پر بدعتی کا فتویٰ لگانا

(41)عید کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا مستحب عمل ہے اور عید کی مصافحہ سے منع کرنا مبتدعین کا شعار ہے۔(التحقیق المختار ص62)

جواب:۔سنت کی تعریف:۔وہ کام جس پر آپ ﷺ یا صحابہ کرام نے مواظبت فرمائی ہو اور وہ کام بطور عبادت کے کیا ہو۔تو

اس کوسنت کہتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ سنت کے لئے مواظبت شرط ہے۔جب مواظبت نہیں تو پھر سنت کیسا ہوا؟

علماء دیوبند کو چور کہنا

(42) پھر بھی مذہب کی لباس میں مذہب کے چوراسے انکار کرتے ہیں۔اوراس سے لوگ منع کرتے ہیں۔عصر حاضر کے ایک اردو فتاویٰ میں ہے کہ اسقاط کا عمل جائز نہیں ہے۔(التحقیق المختار ص141)

جواب:۔ذراموصوف سے پوچھا جائے کہ کونسے اُردو فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اسقاط کا عمل ناجائز ہے ذرااس فتویٰ کا نام بھی لے۔تاکہ سب کواس کا پتہ چل جائے کہ مذہب کے لباس میں چور کس کو کہہ رہے۔

☆☆☆☆ختم شد☆☆☆

مروجہ میلاد النبی یا جشن عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت

پشین میں فتنہ بریلویت وسیفیت کا مرکزی سیفی بریلوی کے گمراہ کن نظریات وعقائد کا بھرپور تعاقب اوراس میں یہ ثابت کیا ہے کہ موصوف کا علماء دیوبند سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ بریلوی نظریات اور بدعات کا پرچار ہے۔ان بدعات میں سے ایک بدعت مروجہ میلاد النبی کا مسئلہ ہیں جوا کابر دیوبند کےنزدیک بدعت ہےاورموصوف کےنزدیک مستحبات سے افضل عمل ہے۔

ترجمان بریلویت کا موقف:

میلادالنبوی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ ہمارے اسلامی مما لک میں (بریلویوں اور سیفیوں کا۔از ناقل) عرف اور عادت ہے۔سردار دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کے دن میں ہر سال محفلیں بناتے ہیں۔اور یہ دن مناتے ہیں۔ان محفلوں میں علمائے حق (یعنی بریلوی علماء۔ازناقل) کو بلاتے ہیں۔کہ نبیؐ کی سیرت اورصورت کولوگوں کو بیان کرے۔اوراس میں نعت خوانی بھی ہوتی ہے۔اورقران کی ختم ہوتی ہے۔خیراتیں کرتے ہیں یہ عمل سب مستحبات سے افضل عمل ہے۔اورایسے محافل بنانا بہت بڑی برکتوں کا سبب ہے۔اورہمارے ائمہ (یعنی بریلویوں کے ائمہ۔از ناقل) کی راہ اورعمل ہے۔(التحقیق المختارص10)

جواب:۔

سب سے پہلے اس بات کو سمجھئے کہ ہمارے علاقے میں جس تاریخ (یعنی 12ربیع الاول) کومیلاد النبی منایا جاتا ہے کیا اس تاریخ پہ نبیؐ کی ولادت ہوئی یانہیں؟محققین کےنزدیک ولادت کی تاریخ 12ربیع الاول سرے سے ہے ہی نہیں۔تو جب بنیاد ہی صحیح نہیں تواس پر عمارت کھڑا کرنا کیسا صحیح ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ صحیح قول کےمطابق 12ربیع الاول کو نبیؐ کی وفات ہوئی ہے۔

یہ جشن ولادت ہے یا جشن وفات؟

12ربیع الاول کے حوالہ سےعوام کو یہ باورکرایا جاتا ہے کہ یہ رسول اکرم ﷺ کی ولادت کا دن ہےحالانکہ 12ربیع الاول کے یوم ولادت ہونے پرمورخین،سیرت نگاروں کا شدیداختلاف ہےاگرچہ شہرت 12ربیع الاول کےقول کوملا ہےلیکن یہ یادرہے کہ ہرمشہورقول صحیح نہیں ہوتا بعض اوقات غلط قول کوشہرت کا درجہ مل جاتا ہےاور بعدمیں جب محققین کی تحقیق میں قول مشہورغلط ثابت ہوجائےتو پھروہ اس کی خوب تردیدکرتے ہیں۔کمالایخفیٰ علی العالم المتبحر

یوم ولادت کی تاریخ!

تمام مورخین اوراصحاب سیرکااس بات پراتفاق ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی ولادت باسعات سوموار کے دن ہوئی۔

جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ کی درج ذیل روایت سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ سے سوموار کے روزہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: **ذاک یوم ولدت فیه ویوم بعث او انزل علی فیه یهی وه دن هے جس میں میں پیدا هو ا** اور جس میں مجھے منصب رسالت سے سرفراز کیا گیا۔(مسلم: کتاب الصیام: باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام:1162)

البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی تاریخ ولادت کیا ہے؟۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ:

اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اکرم ﷺ عام الفیل (یعنی جس سال ابرہہ نے ہاتھیوں کے لشکر سے بیت اللہ شریف پر حملہ کیا) میں پیدا ہوئے۔ نیز فرماتے ہیں کہ اس میں بھی اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ سوموار کے روز پیدا ہوئے۔

نیز لکھتے ہیں کہ جمہور اہل علم کا مسلک یہ ہے کہ آپ ﷺ ماہ ربیع الاول پیدا ہوئے لیکن یہ کہ آپ ﷺ اس ماہ کے اول، آخر یا درمیان یا کس تاریخ کو پیدا ہوئے؟ اس میں مورخین اور سیرت نگاروں کے متعدد اقوال ہیں کسی نے ربیع الاول کی دو تاریخ کہا، کسی نے آٹھ، کسی نے دس، کسی نے بارہ، کسی نے سترہ، کسی نے اٹھارہ اور کسی نے بائیس ربیع الاول کہا۔

پھر حافظ ابن کثیر نے ان اقوال میں سے دو کو راجح قرار دیا، ایک بارہ اور دوسرا آٹھ اور پھر خود ان دو میں سے آٹھ ربیع الاول ہونے کو راجح قرار دیا۔(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو البدایۃ والنھایۃ: ص259 تا262 ج ۲)

علاوہ ازیں بہت محققین نے 12 کی بجائے 9 ربیع الاول کو یوم ولادت ثابت کیا ہے۔ مثلا

1۔ قسطنطنیہ کا مشہور ہیئت دان: قسطنطنیہ (استنبول) کے معروم ماہر فلکیات اور مشہور ہیئت دان محمود پاشا فلکی نے اپنی کتاب التقویم العربی قبل الاسلام میں ریاضی کے اصول وقواعد کی روشنی میں متعدد جدول بنا کر یہ ثابت کیا ہے کہ:

"عام الفیل ماہ ربیع الاول میں بروز سوموار کی صحت کو پیش نظر اور فرزند رسول ''جناب ابراہیمؑ'' کے یوم وفات پر سورج گرہن لگنے کے حساب کو مدنظر رکھا جائے تو رسول اکرم ﷺ کی ولادت کی صحیح تاریخ ۹ ربیع الاول ہی قرار پاتی ہے اور شمسی عیسوی تقویم کے حساب سے یوم ولادت کا وقت 20 اپریل 571ء بروز پیر کی صبح قرار پاتا ہے۔(بحوالہ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ از خضری بک: ص62 جاحدائق الانوار: ص29 ج۱)

2۔ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے زیر اہتمام سیرت نگاری کے عالمی مقابلہ میں اوّل انعام پانے والی کتاب الرحیق المختوم کے مصنف کے بقول "رسول اللہ ﷺ مکہ میں شعب بنی ہاشم کے اندر ۹ ربیع الاول سن ا، عام الفیل یوم دوشنبہ (سوموار) صبح کے وقت پیدا ہوئے۔"(الرحیق المختوم، ص:۱۰۱)

3۔ برصغیر کے معروف مورخین مثلا علامہ شبلی نعمانی، قاضی سلیمان منصور پوری، اکبر شاہ نجیب آبادی وغیرہ نے بھی ۹ ربیع

الاول کے یوم ولادت (دیکھئے: سیرت النبی از شبلی نعمانی: ص ۱۷۱ ج ۱ تاریخ اسلام از اکبر شاہ: ص 87 ج ۱، رحمۃ للعالمین از منصور پوری: ص 361 ج 2)

۱۲ ربیع الاول یوم وفات

جمہور مورخین اور سیرت نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ۱۲ ربیع الاول رسول اکرم ﷺ کا یوم وفات ہے۔ بطور مثال چند ایک حوالہ جات سپرد قلم کئے جاتے ہیں:

1۔ ابن سعد، جناب عائشہؓ اور جناب عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو فوت ہوئے۔ (طبقات ابن سعد: ص 272 ج 2)

2۔ حافظ ذہبی نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ (دیکھئے تاریخ اسلام از ذہبی: ص 569)

3۔ حافظ ابن کثیر، ابن اسحٰق کے حوالہ سے رقم طراز ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ۱۲ ربیع الاول کو فوت ہوئے۔ (البدایۃ والنہایۃ: ۵۲۵۵)

4۔ مورخ ابن اثیرؒ رقم طراز ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار فوت ہوئے۔ (اسد الغابۃ: ۴۱ ا الکامل: 4219)

5۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسے ہی جمہور کا موقف قرار دیا۔ (فتح الباری ۱۶۲۶۱)

6۔ محدث ابن حبان کے بقول بھی تاریخ وفات ۱۲ ربیع الاول ہے۔ (السیرۃ النبویۃ لابن حبان: ص ۴۰۴)

7۔ امام نوویؒ نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ (شرح مسلم: ۱۰۰۱۵)

8۔ مورخ و مفسر ابن جریر طبریؒ نے بھی ۱۲ ربیع الاول کو تاریخ وفات قرار دیا ہے۔ (تاریخ طبری: ۳۲۰۷)

9۔ امام بیہقی کی بھی یہی رائے ہے۔ (دلائل النبوۃ: ۲۲۵۷)

10۔ ملا علی قاریؒ کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ: ۱۱۱۰۴)

11۔ سیرت نگار مولانا شبلی نعمانیؒ کا بھی یہی قول ہے۔ (سیرت النبی ﷺ: ص ۱۸۳ ج ۲)

12۔ قاضی سلیمان منصور پوریؒ کی بھی یہی قول ہے۔ (رحمۃ للعالمین: ص ۲۵۱ ج ۱)

13۔ صفی الرحمٰن مبارک پوریؒ کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ (الرحیق: ص 752)

14۔ ابوالحسن علی ندویؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ (السیرۃ النبویۃ: ص 404)

15۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ ۱۲ ربیع الاول کو فوت ہوئے۔ (ملفوظات)

ایک اور تاریخی حقیقت!

گذشتہ حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ ۱۲ ربیع الاول یوم ولادت نہیں بلکہ یوم وفات النبی ﷺ ہے اور برصغیر میں عرصئہ دراز تک اسے ۱۲ وفات کے نام ہی سے پکارا جاتا رہا ہے۔ اس دن جشن اور خوشی منانے والوں پر جب یہ اعتراض ہونے لگے کہ یہ تو یوم وفات ہے اور تم وفات پر شادیانے بجاتے ہو!... تو اس معقول اعتراض سے بچنے کے لئے کچھ لوگوں نے اس کا نام ۱۲ وفات کی بجائے عید میلاد رکھ دیا جیسا کہ روزنامہ مشرق لاہور کی 26 جولائی 1984ء کی درج ذیل خبر سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے: "اس سے پیشتر یہ یوم بارہ وفات کے نام سے منسوب تھا مگر بعد میں انجمن نعمانیہ ٹکسالی گیٹ کے زیر اہتمام پیر جماعت علی شاہ، مولانا محمد بخش مسلم، نور بخش توکلی اور دیگر علما نے ایک قرارداد کے ذریعے اسے میلاد النبی ﷺ کا نام دے دیا۔" قصہ مختصر کہ اس روز جشن اور خوشیاں منانے والوں کو یہ بات مدنظر رکھنی چاہئے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کا یوم پیدائش نہیں بلکہ یوم وفات ہے!

اگر یہ جشن ولادت ہے تو تب بھی بدعت ہے!

اگر بالفرض یہ تسلیم کرلیا جائے کہ ۱۲ ربیع الاول ہی رسول اکرم ﷺ کا یوم ولادت ہے تو تب بھی تاریخ کو جشن عید اور خوشیاں منانا اور اسے کار ثواب سمجھنا از روئے شریعت درست نہیں کیونکہ جب خود رسول اکرم ﷺ نے اپنی ولادت کا جشن نہیں منایا کبھی عید میلاد کا انتظام یا حکم نہیں فرمایا نہ ہی صحابہ کرام نے کبھی یہ خود ساختہ عید میلاد منائی اور نہ تابعین تبع تابعین مفسرین، محدثین اور ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ) سے اس کا کوئی ثبوت فراہم ہوتا ہے تو لامحالہ یہ دین میں اضافہ ہے جسے آپ بدعت کہیں یا کچھ اور... بہرصورت اگر ثواب سے محروم رہے اور ہم گنہگار (نعوذ باللہ) ان عظیم لوگوں سے سبقت لے گئے ہیں!

بدعت عید میلاد کا موجد کون؟

عید میلاد کا جشن ''سب سے پہلے چوتھی صدی ہجری میں رافضی و غالی شیعہ جنہیں فاطمی بھی کہا جاتا ہے'' نے حب نبوی ﷺ اور حب اہل بیت کی آڑ میں اس وقت جاری کیا جب انہیں مصر میں باقاعدہ حکومت واقتدار مل گیا۔ ان لوگوں نے نہ صرف میلاد النبی ﷺ کا تہوار جاری کیا بلکہ جناب علی، جناب فاطمہ اور حسن وحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے میلاد بھی سرکاری سطح پر جاری کئے۔ اس کے ثبوت اور حوالہ جات سے پہلے مناسب، معلوم ہوتا ہے کہ ان فاطمیوں اور رافضیوں کے عقائد واعمال پر بھی روشنی ڈال دی جائے۔

چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں کہ:

"یہ کافر وفاسق، فاجر وملحد، زندیق و بے دین، اسلام کے منکر اور مجوسیت وثنویّت کے معتقد تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حدود کو پامال کیا، زنا کو جائز، شراب اور خون ریزی کو حلال قرار دیا۔ یہ دیگر انبیا کرامؑ کو گالیاں دیتے اور سلف صالحین پر لعن طعن کرتے تھے۔" والعیاذ باللہ۔ نیز لکھتے ہیں کہ:

"فاطمی خلفاء بڑے مالدار، عیاش اور جابر وسرکش تھے۔ان کے ظاہر وباطن میں نجاست کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھے۔ان کے دورحکومت میں منکرات وبدعات ظہور پذیر ہوئیں سلطان صلاح الدین ایوبی نے ۵۶۴ ہجری میں مصر پر چڑھائی کی اور ۵۶۸ ہجری تک ان کا نام ونشان مٹادیا۔(البدایۃ والنہایۃ :۱۱/۲۵۵/۱۲/۲۷)۔

بدعت عید میلاد اور میلاد حسن وحسین کے موجد یہی فاطمی شیعہ تھےاس کے ثبوت کے لئے چند حوالہ جات ذکر کئے جاتے ہیں:

1۔مصر ہی کے ایک معروف مفتی علامہ محمد بخیت اپنی کتاب "احسن الکلام فیما یتعلق بالسنۃ والبدعۃ من الاحکام" میں صفحہ ۴۴،۴۵ پر رقم طراز ہیں کہ:"**ان اول من احدثها بالقاهرة الخلفاء الفاطميون واولهم المعزلدين الله توجه من المغرب الى مصرفي شوال سنة** (۳۶۱ھ) **احدى وستين وثلاث مائة هجرية**......سب سے پہلے قاہرہ (مصر) میں عید میلاد فاطمی حکمرانوں نے ایجاد کی اوران فاطمیوں میں سے بھی المعزلدین اللہ سرفہرست ہے۔یہ میلاد بھر پور رسم ورواج کے ساتھ جاری رہے حتٰی کہ افضل بن امیر الجیوش نے بالآخر انہیں ختم کیا۔

2۔علامہ تقی الدین احمد بن علی مقریزی اس بدعت کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہیں:

۔"**كان للخلفاء الفاطميين فى طول السنة اعيا دو مواسم وهى موسم راس السنة وموسم اول العام ديوم عاشوراء ومولد النبى اومولد على بن ابى طالب ومولد**"

تہوار اور جشن منانے کے جس سلسلے میں ہر سال کے آغاز (New year) پر اور عاشورا کے روز جشن منایا جاتا۔اسی طرح میلاد النبی ﷺ، میلاد علیؓ، میلاد فاطمۃ الزہراؓ، میلاد حسینؓ، اور حاکم وقت کا میلاد بھی منایا جاتا۔"

3۔علامہ ابوالعباس احمد بن علی قلقشندی بھی اسی بات کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"فاطمی حکمران ۱۲ ربیع الاول کو تیسرا جلوس نکالتے تھے اور اس جلوس کے موقع پر ان کا معمول یہ تھا کہ دارالفطرۃ (مقام) میں ۲۰ قنطار (پیمانہ) عمدہ شکر سے انواع واقسام کا حلوہ تیار کیا جاتا اور پیتل کے ۳۰۰ خوبصورت برتنوں میں ڈال لیا جاتا۔پھر جب میلاد کی رات ہوتی تو شریک میلاد مختلف لوگ مثلا قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) داعی ومبلغ اور خطباء وقرا حضرات، قاہرہ اور مصر کی دیگر یونیورسٹیوں کے اعلٰی عہد یداران اور مزاروں وغیرہ کے دربان ونگران حضرات میں تقسیم کیا جاتا۔"(دیکھئے: صبح الاعشی فی صناعۃ الانشاء، ج ۳ ص498 تا499)

بدعت میلاد سے متعلقہ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے:**الابداع فى مضار الابتداع** (ص126) ازشیخ محفوظ اور **البدعة ضوابطها واثرها السيئة فى الامة** (ص۱۶تا۲۱) از ڈاکٹر علی بن محمد ناصر، القول الفصل فی حکم الاحتفال بمولد خیر الرسل (ص64 تا72) ازشیخ اسماعیل بن محمد الانصاری، المحاضرات الفکریۃ، ص84 ازسید علی فکری ...وغیرہ

<u>بدعت میلاد "مصر کے فاطمیوں سے عراق (اِربل وموصل) کے سنّیوں تک"</u>

عیدوں اور میلادوں کا جو سلسلہ مصر کے رافضی حکمرانوں نے ایجاد کیا تھا، وہ اگرچہ خلیفہ افضل بن امیر الجیوش نے اپنے عہد حکومت میں ختم کر دیا مگر اس کے مضر اثرات اطراف واکناف میں پھیل چکے تھے۔ حتیٰ کہ رافضی شیعوں سے سخت عداوت رکھنے والے سنی بھی ان کی سیکھا دیکھی عید میلاد منانے لگے۔ البتہ سنیوں نے اتنی ترمیم ضرور کر لی کہ شیعوں کی طرح میلاد علیؓ، میلاد حسنؓ وحسین وغیرہ کی بجائے صرف میلاد النبی ﷺ پر زور دیا۔ چنانچہ ابو محمد عبدالرحمٰن بن اسماعیل المعروف ابو شامہ کے بقول:

"وکان اول من فعل ذلک بالموصل الشیخ عمر بن محمد الملا احد الصالحین المشهورین وبه اقتدی فی ذلک صاحب اربل وغیره"(الباعث علی انکار البدع والحوادث ص ۲۱)"

(سنیوں میں سے) سب سے پہلے موصل شہر میں عمر بن محمد ملا نامی معروف زاہد نے میلاد منایا۔ پھر اس کی دیکھا دیکھی 'اربل' کے حاکم نے بھی (سرکاری طور پر) جشن میلاد منانا شروع کر دیا۔ "اربل کا یہ حاکم ابوسعید کوکبوری بن ابی الحسن علی بن سبکتگین بن محمد تھا جو مظفر الدین کوکبوری کے لقب سے معروف تھا۔ 586ہجری میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے اسے اربل کا گورنر مقرر کیا مگر یہ بے دین، عیاش و دولت کو غریبوں، فقیروں پر خرچ کرتا اور قیدیوں کو آزاد کرنے میں صرف کرتا اور ایسے ہی شخص کے بارے میں شاعر کہتا ہے کہ:

کساعیة للخیر من کسب فرجها لک الویل لا تزنی ولا تتصدقی"

یہ تو اس عورت کی طرح ہے جو بدکاری کی کمائی سے صدقہ خیرات کرتی ہے۔ اے بدکار عورت! تیرے لئے ہلاکت ہے۔ نہ تو زنا کرا اور نہ ایسی گندی کمائی سے صدقہ کر۔"(معجم البلدان: ص138، ج۱)

اسی 'صاحب اربل' ہی کے بارے میں امام سیوی رقم طراز ہیں کہ

"واول من احدث فعل ذلک صاحب اربل الملک المظفر ابو سعید کو کبوری "(الحاوی للفتاوی: ص189 ج ۱)"

سب سے پہلے (اربل میں) جس نے عید میلاد کی بدعت ایجاد کی، وہ اربل کا حاکم الملک المظفر ابوسعید کوکبوری تھا۔" شاہ اربل بدعت میلاد کا انعقاد کس جوش وخروش اور اہتمام وانصرام سے مناتا تھا، اس کا تذکرہ ابن خلکان نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"محرم کے شروع ہوتے ہی بغداد، موصل، جزیرہ، سنجار، نصیبین اور عجم کے شہروں سے فقہا، صوفیا، وعظا، قرا اور شعراء حضرات اربل آنا شروع ہو جاتے اور شاہ اربل مظفر الدین کوکبوری ان 'مہمانوں' کیلئے چار چار، پانچ پانچ منزلہ لکڑی کے قبے تیار کرواتا۔ ان میں سب سے بڑا قبہ اور خیمہ خود بادشاہ کا ہوتا اور باقی دیگر ارکان حکومت کیلئے ہوتے۔ ماہ صفر کے آغاز میں ان قبول اور خیموں کو خوب سجا دیا جاتا اور ہر قبے میں آلات رقص وسرود کا اہتمام کیا جاتا۔ ان دنوں لوگ اپنی کاروباری اور تجارتی مصروفیات معطل کر کے سیر وتفریح کیلئے یہاں جمع ہوتے۔ حاکم وقت ہر روز عصر کے بعد ان قبروں کی طرف نکلتا اور کسی ایک قبے میں رقص وسرود کی محفل سے لطف اندوز

ہوتا۔ پھر وہیں محفل میں رات گزارتا اور صبح کے وقت شکار کیلئے نکل جاتا، پھر بوقت دوپہر اپنے محل میں واپس لوٹ آتا۔ عید میلاد تک شاہ اربل کا یہی معمول رہتا۔ ایک سال ۸ ربیع الاول اور ایک سال ۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد منائی جاتی۔ اس لئے کہ (اس وقت بھی) رسول اکرم ﷺ کے یوم ولادت کی تعیین میں اختلاف پایا جاتا تھا۔ عید میلاد سے دو دن پہلے شاہ اربل اونٹوں، گائیوں اور بکریوں کی بہت بڑی تعداد اور طبلے، سارنگیاں وغیرہ کے ساتھ میلاد منانے نکلتا اور ان جانوروں کو ذبح کر کے شرکائے میلاد کی پر تکلف دعوت کی جاتی۔" (وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان لابن خلکان: ص117 ج4)

سبط ابن جوزی کا بیان ہے کہ "اس بادشاہ (کوکبوری) کے منعقد کردہ جشن میلاد کے دسترخوان پر حاضر ہونے والے ایک شخص کا بیان ہے اس نے دسترخوان پر 5 ہزار بھنے ہوئے بکرے، دس ہزار مرغیاں، 100 گھوڑے، ایک لاکھ پیالے اور 30 ہزار حلوے کی پلیٹیں شمار کیں۔ اس کے پاس محفل میلاد میں بڑے بڑے مولوی اور صوفی حاضر ہوتے جنہیں وہ خلعت فاخرہ سے نوازتا، ان کیلئے خیرات کے دروازے کھول دیتا اور صوفیا کیلئے ظہر سے فجر تک مسلسل محفل سماع منعقد کراتا جس میں وہ بذات خود شریک ہو کر رقص کرتا۔ ہر سال اس محفل میلاد پر یہ بادشاہ تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔" (مرآۃ الزمان: ص281 ج8)

بدعت میلاد اور نفس پرست علماء!

بدعت میلاد جب شیعوں سے سنیوں اور سنیوں کے بھی بادشاہوں میں رائج ہوگئی تو اب ان بادشاہوں کے خلاف آواز حق بلند کرنا یا دوسرے لفظوں میں ان کے بدعات وخرافات پر مذمت کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اس پر طرح یہ کہ بعض خودغرض مولویوں نے بادشاہ وقت کی ان تمام خرافات کو عین شریعت اور کار ثواب قرار دے دیا۔ چنانچہ عمر بن حسن المعروف ابن وحیہ اندلسی نامی ایک مولوی نے "التنویر فی مولد البشیر والنذیر" نامی کتاب لکھی جس میں قرآن وسنت کے نصوص کو سیاق وسباق سے کاٹ کر اور انہیں تاویلات باطلہ کا لبادہ اوڑھا کر عید میلاد کو شرعی امر ثابت کرنے کو بھرپور کوشش کی اور بادشاہ وقت سے ہزار دینار انعام حاصل کیا۔ (ملاحظہ ہو البدایۃ والنہایۃ: 13 ۱۴۴ وفیات الاعیان: ۱۱۹۴ الحاوی للفتاوی: ۱۸۹۱)

واضح رہے کہ اس ابن وحیہ اندلسی کو محدثین نے ضعیف اور ناقابل اعتماد راوی قرار دیا ہے مثلاً امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ متہم (جس پر جھوٹ کا الزام ہو) راوی ہے۔ (میزان الاعتدال: ۱۸۶۳) اسی طرح حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ "یہ ظاہری مذہب کا حامل تھا۔ ائمہ کرام اور سلف صالحین کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ خبیث اللسان، احمق، شدید متکبر، دینی امور میں کم علم شخص تھا۔" (لسان المیزان: ص296 ج4)

بدعت میلاد برصغیر (لاہور) میں!

گذشتہ صفحات میں یہ بات بتائی جا چکی ہے کہ:

بدعت میلاد چوتھی صدی ہجری (361ھ) میں مصر کے فاطمیوں (غالی شیعہ) نے ایجاد کی پھر چھٹی صدی ہجری میں سنیوں میں بھی یہ رواج پا گئی۔ تاہم گردش ایام کے ساتھ یہ بدعت طبعی موت مرگئی۔ پھر برسوں بعد برصغیر میں انگریز کے آخری دور میں یہ دوبارہ زندہ ہوگئی۔ اس لئے کہ برصغیر کی عیسائی حکومت ہر 25 دسمبر کو سرکاری سطح پر جناب عیسیٰؑ کے یوم ولادت کا جشن مناتی تھی جس کی دیکھا دیکھی بعض کم علم مسلمانوں نے حب نبوی ﷺ کے احساس سے اپنے طور پر عید میلاد النبی ﷺ منانا شروع کر دی۔ اگرچہ بعض لوگ بدعت میلاد کے قلابے اکبر دور سے ملاتے ہیں مگر معقول بات یہی دکھائی دیتی ہے کہ عیسائیوں کے کرسمس کے ردعمل میں مسلمانوں نے عید میلاد کر رواج دیا۔ اس سلسلے میں درج ذیل دو تاریخی حوالے قابل توجہ ہیں:

1۔ روزنامہ کوہستان ۲۲ جولائی 1964ء میں احسان بی اے لاہور میں عید میلاد النبی ﷺ کی سرخی کے تحت لکھتے ہیں کہ: لاہور میں عید میلاد النبی ﷺ کا جلوس سب سے پہلے ۵ جولائی 1933ء مطابق 12 ربیع الاول 1352ھ کو نکلا۔ اس کیلئے انگریزی حکومت سے باقاعدہ لائسنس حاصل کیا گیا تھا۔ اس کا اہتمام انجمن فرزندان ان توحید موچی دروازہ نے کیا۔ اس انجمن کا مقصد ہی اس کے جلوس کا اہتمام کرنا تھا۔ انجمن کی ابتدا ایک خوبصورت جذبہ سے ہوئی۔ موچی دروازہ لاہور کے ایک پرجوش نوجوان حافظ معراج الدین اکثر دیکھا کرتے تھے کہ ہندو اور سکھ اپنے دھرم کے بڑے آدمیوں کی یاد بڑے شاندار طریقے سے مناتے ہیں اور دنوں ایسے لمبے لمبے جلوس نکالتے ہیں کہ کئی بازاران کی وجہ سے بند ہو جاتے ہیں۔ حافظ معراج الدین کے دل میں خیال آیا کہ دنیا کیلئے رحمت بن آنے والے جناب محمد ﷺ کی یاد میں اس سے بھی زیادہ شاندار جلوس نکلنا چاہئے...انہوں نے ایک انجمن قائم کی جس کا مقصد عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر جلوس مرتب کرنا تھا۔ اس میں مندرجہ ذیل عہدیدار تھے:

(ا) صدر: مستری حسین بخش (۲) نائب صدر: مہر معراج دین (3) حافظ معراج الدین (4) پراپیگنڈہ سیکرٹری: میاں خیر دین بٹ (بابا خیرا) (5) خزانچی: حکیم غلام ربانی...اشتہارات کے ذریعہ جلوس نکالنے کے ارادہ کو مشتہر کیا گیا۔ چست اور چاق وچوبند نوجوانوں کی ایک رضا کار جماعت بنائی گئی اور جگہ جگہ نعتیں پڑھنے کا انتظام کیا گیا...الخ"

(2) روزنامہ مشرق مورخہ 26 جنوری 1984ء (12 ربیع الاول 1404ھ) میں مصطفیٰ کمال پاشا (صحافی) "لاہور میں ۱۲ ربیع الاول کا جلوس کیسے شروع ہوا؟ کی سرخی کے بعد لکھتے ہیں کہ: آزادی سے پیشتر ہندوستان میں حکومت برطانیہ 25 دسمبر کو جناب عیسیٰ کے یوم پیدائش کو بڑے تزک واحتشام کے ساتھ منانے کا انتظام کرتی اور اس روز کی فوقیت کو دوبالا کرنے کیلئے اس دن کو بڑے دن کے نام سے منسوب کیا گیا...تا کہ دنیا میں ثابت کیا جا سکے کہ جناب مسیح ہی نجات دہندہ تھے۔

رسول اکرم پاک ﷺ ۱۲ ربیع الاول کو اس دنیا میں تشریف لائے اور اسی روز وفات پائی۔ کچھ لوگ اسی یوم مقدس کو ۱۲ وفات کے نام سے پکارتے ہیں۔ آزادی سے پیشتر اس یوم کے تقدس کے پیش نظر مسلمان لاہور نے اظہار مسرت وعقیدے طور پر جلوس

نکالنے کا فیصلہ کیا...ان دنوں کانگریس اپنے اجتماع موری دروازہ میں منعقد کی کرتی تھی اور اس کے مقابلہ میں مسلمان اپنے اجتماع موچی دروازہ لاہور میں منعقد کرتے تھے،لہٰذا موچی دروازہ کو سیاسی مرکز ہونے کے علاوہ سب سے پہلے عید میلاد النبی ﷺ کا جلوس نکالنے کا شرف بھی حاصل ہے۔علمی طور پر اس کی قیادت انجمن فرزندان توحید موچی گیٹ کے سپرد ہوئی۔جس میں حافظ معراج دین...وغیرہ شامل تھے۔انجمن کی زیر قیادت جلوس کو دلہن کی طرح سجایا جاتا۔جلوس میں شامل نوجوانوں پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی جاتیں۔سیاسی اور سماجی کارنوں کے علاوہ جلوس کے آگے پہلوانوں کی ٹولی بھی شمولیت کرتی۔"واضح رہے کہ:

1۔روزنامہ کوہستان نے انجمن فرزندان توحید کے عہدیداران کی تصاویر اخبار مذکور میں شائع کیں اور

2۔روزنامہ مشرق نے اس لائسنس کا عکس بھی شامل اشاعت کیا جو(میلاد النبی ﷺ کے جلوس کی اجازے کے لئے)حکومت برطانیہ سے حاصل کیا گیا تھا۔

3۔علاوہ ازیں مذکورہ اخبارات کی فوٹوسٹیٹ تحریریں ماہنامہ 'حرمین' جامعہ علوم اثریہ،جہلم کے ادارہ کے ریکارڈ میں موجود ہیں۔

بدعت عید میلاد سے متعلقہ شبہات کا ازالہ اور مجوزین کے دلائل کا جائزہ!

عید میلاد کے بدعت ہونے میں کوئی شک تو باقی نہیں رہ جاتا مگر اس کے باوجود بعض علما اسے کسی نہ کسی طرح شرعی لبادہ پہنانا چاہتے ہیں خواہ اس کے لئے انہیں قرآنی آیات میں کھینچا تانی کرنا پڑے یا کفار(ابولہب وغیرہ)کے عمل سے استدلال کرنا پڑے مگر حق بہرحال حق ہے جو باطل کی ملمع سازیوں کے باوجود آخر کار نکھر ہی آتا ہے۔اس لئے آئندہ سطور میں بدعت میلاد کو جائز قرار دینے والوں کے دلائل کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

قرآنی دلائل!

اب ہم ان دلائل کو جوابات سمیت ذکر کرتے ہیں جن سے اہل بدعت استدلال کرتے ہیں۔

دلیل نمبر(۱):

1.(**یایها الناس قد جائتکم موعظة من ربکم وشفائی لمافی الصدور وهدی ورحمة للمومنین قل بفضل الله وبرحمة فبدلک فلیفرحوا**)

اے تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں،ان کے لئے شفا ہے اور وہ رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے۔(اے نبی ﷺ!)آپ کہہ دیجئے کہ بس لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیئے۔"(یونس:۵۷،۵۸)

اس آیت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ نصیحت، شفا، ہدایت اور رحمت وغیرہ رسول اکرم ﷺ کی پیدائش اور تشریف آوری پر خوشی منانا چاہئے اور فلیفر حوامیں بھی خوشی منانے کا حکم ہے۔

جواب:

1۔سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن مجید رسول اکرم ﷺ پر نازل ہوا اور آپ ﷺ ہی حکم خداوندی سے اس کی قولی وعملی تفسیر وتشریح فرمایا کرتے تھے۔آپ ﷺ کی رسالت وبعثت کے بعد 23 مرتبہ یہ دن آیا مگر آپ ﷺ نے ایک مرتبہ بھی اس کی قولی وعملی تفسیر فرماتے ہوئے عید میلا دنہیں منائی اور نہ ہی صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور تبع تابعین، مفسرین ومحدثین وغیرہ کو اس آیت میں عید میلا د نظر آئی مگر داد ہے ان نکتہ دانوں کے لئے جنہیں چودہ سو سال بعد خیال آیا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عید میلا دالنبی ﷺ منانے کا حکم دیا ہے اور ان پا کباز ہستیوں کو یہ نکتہ رسی نہ سوجھی کہ جنہیں نزول قرآن کے وقت براہ راست یہ حکم دیا گیا۔

2۔حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں ولادت نبوی ﷺ یا عید میلا د کا کوئی ذکر واشارہ تک بھی نہیں بلکہ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ نزول قرآن کی نعمت پر خوش ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کے لئے اسے نازل کیا ہے۔

3۔اسکے علاوہ خوشی کا تعلق انسان کی طبیعت اور قلبی کیفیت سے ہوتا ہے نہ کہ وقت اور دن کے ساتھ۔اس لئے اگر نزول قرآن یا صاحب قرآن (رسول اکرم ﷺ) پر خوش وخرم ہونے کا حکم ہے تو یہ خوشی قلبی طور پر ہر وقت موجود رہنی چاہئے، نہ کہ صرف 12 ربیع الاول کو اس خوشی کا اظہار کر کے پورا سال عدم خوشی میں گزار دیا جائے۔اگر آپ کہیں کہ خوشی تو سارا سال رہتی ہے تو پھر آپ سے از راہ ادب مطالبہ ہے کہ یا تو سارا سال بھی اسی طرح بھنگڑے ڈال کر اور جلوس نکال کر خوشی کا اظہار کیا کریں یا پھر باقی سال کی طرح 12 ربیع الاول کو بھی سادگی سے گزارا کریں۔

دلیل نمبر (2):

2.(واما بنعمة ربک فحدث)(الضحیٰ:11)"

اور اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتا رہ۔"

اس آیت سے بھی یہ کشید کیا جاتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت مسلمہ کے لئے سب سے بڑی نعمت ہیں لہٰذا اس نعمت عظمیٰ کا اظہار بھی بڑے پرشوکت جشن وجلوس سے کرنا چاہئے۔

جواب:

1۔اس آیت میں اگرچہ انعامات خداوندی کے اظہار کا ذکر ہے مگر سوال یہ ہے کہ آیا کسی نعمت کے اظہار کے لئے اسلام نے جلوس نکالنے کا حکم دیا ہے؟ مثلاً آپ کے گھر میں بیٹا پیدا ہو تو تحدیث نعمت کے طور پر آپ شہر بھر میں جلوس نکالیں گے؟ اگر آپ ہاں بھی

کہہ دیں تو اللہ کی نعمتیں شمار سے باہر ہیں، آخر کس کس نعمت پر جلوس نکالیں گے

2۔رسول اکرم ﷺ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہیں مگر سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ صحابہ کرام نے اس نعمت عظمیٰ کی کس طرح قدر کی؟ کیا وہ رسول اکرم ﷺ کا عید میلاد منا کر اور جلوس نکال کر رسول اکرم ﷺ کی قدر و منزلت کا خیال کیا کرتے تھے تو ہمیں بھی ان کی اقتدا کرنی چاہئے اگر ان سے رسول اکرم ﷺ کی زندگی یا بعد از وفات ایک مرتبہ بھی جشن و جلوس منانا ثابت نہیں تو پھر کم از کم ہمیں بھی اپنے رویے پر نظر ثانی کرنا چاہئے۔

3۔یہ آیت رسول اکرم ﷺ پر نازل ہوئی مگر آپ ﷺ نے زندگی بھر ایک مرتبہ بھی عید میلاد نہیں منائی، پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم اسے کار ثواب قرار دے کر دین میں اضافہ، اپنے عملوں کو برباد اور اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت کریں۔

دلیل نمبر (5,4,3)

3۔(وذكرهم بايام الله)(ابراہیم:۵)"

اور انہیں اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد دلاؤ۔"

4.(والسلام على يوم ولدت ويوم ابعث حيا)(مریم:33)"

اور مجھ پر میری پیدائش کے دن اور میری موت کے دن اور جس دن کہ میں دوبارہ کھڑا کیا جاؤں گا، سلام ہی سلام ہے۔"

5.(ورفعنا لک ذکرک)(الانشراح:4)"

اور ہم نے آپ ﷺ کا ذکر بلند کر دیا"

جواب:

سیفی اور بریلوی حضرات ان تینوں آیات سے بھی عید میلاد ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہے۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ آیات میں کہیں جشن عید میلاد کا ذکر نہیں۔اگر اس کا کوئی اشارہ بھی ہوتا تو وہ صحابہ کرام سے آخر کیسے مخفی رہ سکتا تھا؟!

آیت نمبر 3

اس آیت میں جناب موسیٰؑ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی قوم کو گذشتہ قوموں کے واقعات سے باخبر کریں کہ کس طرح ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے انہیں ہلاکت وعذاب سے دوچار کیا گیا اور اطاعت گزاروں کو کامیابی سے نوازا گیا۔یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہؒ نے اپنی اصول تفسیر کی کتاب 'الفوز الکبیر' میں قرآن مجید کے پانچ علوم میں سے ایک کا نام علم التذکیر بایام اللہ رکھا جس میں گذشتہ اقوام کے عروج و زوال، انعام و اکرام یا ہلاکت وعذاب پر بحث کی جاتی ہے۔اگر بالفرض اس آیت سے گذشتہ نبیوں کا میلاد منانا مراد ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ جناب موسیٰ نے گذشتہ نبیوں کا میلاد کیوں نہ منایا؟ اور رسول اکرم ﷺ نے جناب موسیٰ وعیسیٰ وغیرہ کا میلاد کیوں نہ

منایا؟

آیت نمبر 4

اس آیت میں جناب عیسیٰ کا ذکر ہے اورانہوں نے کبھی میلاد نہ منایا نہ ان کے حواریوں نے ایسا کیا البتہ ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کے عرصہ دراز بعد تقریباً 336 میں پہلی مرتبہ رومیوں نے اس بدعت کو دین عیسوی میں ایجاد کیا۔روم کے عیسائی علمانے باہم مشورہ طے کیا کہ مقامی بت پرستوں کے مقابلہ میں مسیحیوں کی شناخت کے لئے بھی کوئی تہوار ہونا چاہیئے۔رومی بت پرست 6 جنوری کو اپنے ایک دیوتا کے احترام میں تہوار مناتے تھے لہٰذا عیسائیوں نے بھی کرسمس کے لئے یہی تاریخ منتخب کی مگر بعد میں عیسائیوں نے 25 دسمبر کو کرسمس منانے پر اتفاق کرلیا کیونکہ اس تاریخ کو سب سے بڑے دیوتا (یعنی سورج) کا تہوار منایا جاتا تھا۔پھر دین عیسوی کی اس بدعت کو جب اللہ کے رسول ﷺ نے ہرگز اختیار نہیں کیا تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اس کی بنیاد پر میلاد النبی ﷺ منائیں۔

آیت نمبر 5

میں اللہ کے رسول ﷺ کی عظمت ورفعت کا ذکر ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے، بدعت میلاد کے مرہون منت قرار نہیں دیا۔لیکن اگر اللہ کے رسول ﷺ کی رفعت وعظمت جشن میلاد ہی سے ممکن ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ جب تک یہ بدعت ایجاد نہیں ہوئی تھی تب تک رسول اکرم ﷺ کی رفعت کیسے قائم رہی؟

اختلاف صرف اظہار خوشی کے طریقے پر ہے!

یہاں اس شبہ کا ازالہ بھی ہوجانا چاہیئے کہ میلاد نہ منانے والوں کے بارے میں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں رسول اکرم ﷺ کی تشریف آوری اور رسالت پر شاید خوشی ہی نہیں ہے۔ایسی بات ہرگز نہیں کیونکہ جسے اللہ کے رسول ﷺ سے محبت ہی نہیں یا آپ ﷺ کی رسالت وبعثت پر خوشی ہی نہیں، وہ فی الواقع مسلمان ہی نہیں۔البتہ اختلاف صرف اتنا ہے کہ اس خوشی کے اظہار کا شرعی طریقہ کیا ہونا چاہیئے۔اگر کہا جائے کہ جشن،جلوس،میلاد اور ہر من مانا طریقہ ہی جائز ومشروع ہے تو پھر پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن وسنت میں اس کی کوئی دلیل نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ پھر صحابہ کرام کی رسول اکرم ﷺ سے محبت مشکوک ٹھہری ہے،اس لئے کہ انہوں نے اظہار محبت کے لئے کبھی جشن میلاد نہیں منایا جبکہ آپ ﷺ کے فرمان پر وہ جان دینے سے بھی نہیں گھبرایا کرتے تھے!

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے خوشی اورغمی کی حدود وقیود متعین کردی ہیں جن سے تجاوز ہرگز مستحسن نہیں۔اس لئے شیعہ حضرات کا شہدائے کربلا کے رنج وغم پر نوحہ وماتم کرنا،تعزیے نکالنا،سینہ کوبی اور زنجیرزنی کرنا جس طرح دینی تعلیمات کے منافی اور رنج وغم کی حدود سے اضافی ہے اسی طرح بعض سنیوں کا 12 ربیع الاول کو یوم ولادت کی خوشی میں جلوس نکالنا،بھنگڑے ڈالنا،قوالیاں

کرنا، رات کو بلاضرورت قمقمے جلانا، چراغاں کرنا اور بے جا اسراف کرنا بھی دینی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔اس کے باوجود اگر کسی کے نزدیک جشن میلاد 'برحق' ہے تو پھر اسے چاہیئے کہ دل پر ہاتھ رکھ کر شیعہ کے نوحہ و ماتم کو بھی برحق کہہ دے!

احادیث کے دلائل!

اب ہم اہل بدعت کے اُن دلائل کو ذکر کرتے ہیں جو وہ احادیث سے پیش کرتے ہیں۔

دلیل نمبر (1):

1۔صحیح بخاری کے حوالے سے عید میلاد کے جواز کے لئے یہ روایت پیش کی جاتی ہے کہ

"قال عروة و ثويبة مولاة لا بى لهب و كان ابو لهب اعتقها فارضعت النبى فلمامات ابو لهب اريه بعض اهله بشر هيبة قال له ماذالقيت؟ قال ابو لهب لم الق بعدكم غيرانى سقيت فى هذه بعتاقتى ثويبة"(كتاب النكاح: باب و امها تكم اللآتى ار ضعنكم)

عروہ راوی کا بیان ہے کہ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی اور ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا۔اس لونڈی نے نبی اکرم ﷺ کو (بچپن میں) دودھ پلایا تھا۔جب ابولہب فوت ہوا تو اس کے کسی عزیز نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بری حالت میں ہے تو اس سے پوچھا کہ کیسے گذر رہی ہے؟ ابولہب نے کہا کہ تم سے جدا ہونے کے بعد کبھی آرام نہیں ہوا، البتہ مجھے یہاں (انگوٹھے اور انگشت شہادت کے درمیان گڑھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) سے پانی پلا دیا جاتا ہے اور یہ بھی اس وجہ سے کہ میں نے ثویبہ لونڈی کو آزادی بخشی تھی۔"

جواب:

1۔سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ مذکورہ روایت صحیح بخاری کی مسند روایتوں میں شامل نہیں بلکہ ان معلقات میں سے ہے جنہیں امام بخاری بغیر سند کے ابواب کے شروع میں بیان کر دیتے ہیں اور یہ روایت بھی عروہ تابعی سے مرسل مروی ہے اور محدثین کے نزدیک مرسل تابعی حجت نہیں۔

2۔پھر یہ مرسل روایت اہل سیر کی روایات کے خلاف ہے، اس لئے کہ اکثر و بیشتر اہل سیر کے مطابق ابولہب نے اپنی لونڈی کو رسول اکرم ﷺ کی پیدائش کے کافی عرصہ بعد آزاد کیا تھا مگر اس روایت سے اس کو ولادت نبوی ﷺ کے موقع پر آزاد کرنے کا اشارہ ہے۔ابن جوزی اس سلسلے میں رقم طراز ہیں کہ:

"ثویبہ رسول اکرم ﷺ کے پاس اس وقت بھی آیا کرتی تھی جب آپ ﷺ نے جناب خدیجہؓ سے شادی کر لی تھی۔اور ان دنوں بھی یہ ابولہب کی لونڈی تھی مگر اس کے بعد ابولہب نے اسے آزاد کر دیا۔"(الوفا باحوال المصطفیٰ: ص107 ج1)

حافظ ابن حجرؒ نے بھی یہ بات ذکر کی ہے۔(فتح الباری:۹/۱۴۵اور الاصابہ:2504)اسی طرح ابن سعدؒ نے طبقات (1081)میں اور ابن عبدالبرؒ نے الاستیعاب(۱۲۱)میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

3۔مذکورہ روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابولہب نے ثویبہ کو رسول اکرمﷺ کی ولادت پر آزاد نہیں کیا لیکن اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ اس نے ولادت ہی پر اسے آزاد کیا تھا تو پھر ابولہب کا یہ عمل اس وقت کا ہے کہ جب اس کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا کہ میرا بھتیجا نبی بنے گا بلکہ رسول اکرمﷺ کی پیدائش پر اس نے بحیثیت چچا اپنی لونڈی آزاد کر کے مسرت کا اظہار کیا اور بچے کی پیدائش پر ایسا اظہار مسرت بلا استثناء مسلم وغیرہ مسلم ہر شخص فطری طور پر ہوا ہی کرتا ہے۔چنانچہ ابولہب نے بھی اس فطری مسرت کا اظہار کیا مگر جب آپﷺ نے رسالت کا اعلان کیا تو یہی ابولہب آپﷺ کی مخالفت میں پیش پیش تھا اور اسی ابولہب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورہ لہب نازل فرمائی کہ (**تبت یدا ابی لهب وتب ما اغنیٰ عنه ماله وما کسب سیصلیٰ ناراً ذات لهب**)(**سورہ لهب**:ا تا3)

"ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ(خود)ہلاک ہوگیا۔نہ تو اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی۔وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں داخل ہوگا۔"

4۔پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ محض ایک خواب ہے اور شریعت نے نبی ورسول کے علاوہ کسی کے خواب کو حجت وبرہان قرار نہیں دیا۔

دلیل نمبر(2):

نبی اکرمﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر63اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر فرمائے۔اس سے بعض لوگ یہ نکتہ رسی کرتے ہیں کہ رسول اکرمﷺ کی عمر چونکہ 63سال تھی،اس لئے ہر سال کی خوشی میں آپﷺ نے ایک ایک اونٹ ذبح فرمایا۔اس لئے ہمیں بھی رسول اکرمﷺ کے یوم ولادت کی ہر سال خوشی منانا چاہئے۔

جواب:

1۔پہلی بات تو یہ ہے کہ اگرچہ اللہ کے رسولﷺ نے63اونٹ اپنے دست مبارک سے قربان کئے مگر یہ کہاں سے نکل آیا کہ انہیں عید میلاد کی خوشی میں قربان کیا گیا تھا؟

2۔اگر بالفرض یہ عید میلاد کی خوشی میں ذبح کئے گئے تھے تو پھر عید میلاد ربیع الاول کی بجائے ذوالحجہ کو منانی چاہئے کیونکہ یہ واقعہ نو ذوالحجہ کا ہے!

3۔حقیقت یہ ہے کہ رسول اکرمﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر100اونٹ نحر فرمائے۔ان میں سے 63اونٹ تو

آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے نحر کئے جبکہ باقی 37 اونٹ جناب علیؓ نے آپ ﷺ کے حکم سے نحر کئے۔ اس لئے اگر 63 اونٹ رسول اکرم ﷺ کی 63 سالہ زندگی کے ایام ولادت کی خوشی میں ذبح کئے گئے تو باقی 37 اونٹ کس کے یوم ولادت کی خوشی میں تھے؟

دلیل نمبر (3):

3۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سوموار کو روزہ رکھا کرتے تھے کیونکہ اس دن آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی تھی اور اس دن روزہ رکھنا بطور شکرانہ تھا، اس لئے میلاد کی خوشی منانا چاہئے۔ کیونکہ شکرانہ خوشی اور نعمت کے اظہار کا ایک طریقہ ہے۔

جواب:

1۔ جن روایات میں سوموار کے روزے کا ذکر ہے، انہی میں یہ صراحت بھی ہے کہ آپ ﷺ جمعرات کا بھی روزہ رکھا کرتے تھے۔ اس لئے اگر بالفرض سوموار کا روزہ ولادت کی خوشی میں تھا تو پھر جمعرات کا روزہ کس خوشی میں تھا؟

2۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کسی میلاد کی خوشی کا روزہ نہ تھا بلکہ بعض صحابہ کے استفسار پر آپ ﷺ نے سوموار اور جمعرات کے روزے کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ "ہفتے کے ان دودنوں میں بندوں کے اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال جب اللہ کے حضور پیش ہوں تو میں نے روزہ رکھا ہو۔" (فتح الباری: ۲۳۶۴)

3۔ اگر بالفرض رسول اکرم ﷺ سوموار کا روزہ اپنی ولادت کی خوشی میں رکھتے تھے تو پھر چاہئے تو یہ تھا کہ آپ ﷺ سال بھر میں صرف اپنے یوم تاریخ کا ایک ہی روزہ رکھتے مگر آپ ﷺ تو ہر ہفتے کی سوموار (اور جمعرات) کو روزہ رکھا کرتے تھے... اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہاں بھی میلاد کی کوئی گنجائش نہیں۔

4۔ اگر حدیث مذکور کی بنا پر خوشی اور میلاد ضروری ہے تو پھر کم از کم میلاد منانے والوں کو اس روز، روزہ رکھنا چاہئے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ اس روز روزہ رکھا کرتے تھے۔ مگر میلاد منانے والے تو دعوتیں اڑاتے ہیں۔ بقول شخصے رسول اکرم روزہ فرماتے ہیں اور یہ عید مناتے ہیں۔

دلیل نمبر (4)

4۔ بعض سادہ اور ناسمجھ لوگ یہ اعتراض بھی اٹھاتے ہیں کہ اگر یوم اقبال، یوم قائداعظم اور یوم سالگرہ منانا درست ہے تو پھر یوم میلاد کیوں بدعت ہے؟

جواب:

یہ اعتراض تب درست ہوسکتا تھا کہ جب یوم اقبال، یوم قائد اور سالگرہ وغیرہ منانا دینی اعتبار سے مشروع وجائز ہوتا مگر جب یہ چیزیں بذات خود غیر مشروع ہیں تو انہیں بنیاد بنا کر نئی چیز کیسے مشروع (جائز) ہوجائے گی؟ اسلام میں ایام پرستی کا کوئی تصور نہیں۔ اگر ایام پرستی کا اسلام نے لحاظ رکھا ہوتا تو ہر روز کسی نہ کسی نبی، ولی اور عظیم واقعہ کی یاد میں ایک نہیں، سینکڑوں جشن منانا پڑتے اور امت مسلمہ کو سال بھر ایام پرستی ہی سے فرصت نہ مل پاتی۔ علاوہ ازیں یوم اقبال اور یوم قائد وغیرہ منانے والے کیا اسلامی شریعت میں ایسا امتیازی مقام رکھتے ہیں کہ ان کی وجہ سے اس فعل کو دین وحجت قرار دے دیا جائے؟ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر اسے بنیا بنا کر عید میلاد کا جواز کشید کرنا بھی درست نہیں بلکہ یوتہ 'بناء فاسد علیٰ الفاسد' ہے! اسی طرح بچوں کی سالگرہ منانا غیر مسلموں کی نقالی ہے۔ اسلام میں اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔ اور ویسے بھی یہ غیر معقول رسم ہے کہ ایک طرف کل عمر سے ایک سال کم ہو رہا ہے اور دوسری طرف اس پر خوشی منائی جا رہی ہے۔ علاوہ ازیں غیر مسلموں کی تہذیب وتمدن اور خاص شعار پر مبنی کس چیز میں نقالی کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "من تشبه بقوم فهو منهم..." (ابوداؤد: 4031) "جس نے کسی (غیر مسلم) قوم کی نقالی کی وہ انہی میں شمار ہوگا۔"

بدعت عید میلاد علمائے کرام کی نظر میں!

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ:

فرماتے ہیں کہ

"لم يفعله السلف الصالح مع قيام المقتضى له وعدم المانع منه ولو كان هذا خير امحضا احق به منافا نهم كا نوااشد محبة لرسول الله وتعظيما له منا وهم على الخير احرص وانما كمال محبته وتعظميه فى متابعته وطاعته واتباع امره واحياء سنته باطنا وظاهر او نشر مابعث به والجهاد على ذلک بالقلب واليد واللسان فان هذه طرقة السا بقين الاو لين المها جرين والا نصار والذين اتبعوهم باحسان "(اقتضاء الصراط المستقيم: ص295)"

سلف صالحین نے محفل میلاد کا انعقاد نہیں کیا حالانکہ اس وقت اس کا تقاضا تھا اور اس کے انعقاد میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی۔ اگر یہ محض خیر وبھلائی ہی کا کام ہوتا یا اس میں خیر کا پہلو راجح ہوتا تو سلف صالحین اسے حاصل کرنے کے لئے ہم سے زیادہ حقدار تھے۔ وہ ہماری نسبت اللہ کے رسول ﷺ سے بہت زیادہ محبت اور تعظیم وتکریم کرنے والے اور نیکی کے کاموں میں ہم سے زیادہ رغبت کرنے والے تھے۔ آپ ﷺ سے محبت وکریم کا معیار یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت وفرمان برداری کی جائے، آپ ﷺ کی سنت کو ظاہری اور باطنی طور پر زندہ کیا جائے اور آپ کے لائے ہوئے دین کو آگے پھیلایا جائے اور اس مقصد کے لئے دل، ہاتھ اور زبان سے

جہاد کیا جائے۔مہاجرین وانصار جیسے ایمان میں سبقت کرنے والوں والوں اوران کی اچھے طریقے کے ساتھ پیروی کرنے والوں کا یہی طریقہ تھا۔"

تاج الدین الفا کہانی:

شیخ تاج الدین عمر بن علی الفا کہانیؒ رقم طراز ہیں کہ "بہت سے لوگوں نے بار بار مجھ سے عید میلا دالنبی ﷺ کے بارے میں پوچھا کہ شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے یا یہ دین میں ایک بدعت ہے؟ تو میں نے کہا کہ کتاب وسنت سے اس میلاد کی کوئی دلیل مجھے نہیں ملی اور علمائے اُمت جو دین میں ایک نمونہ اور سلف کے آثار پر گامزن رہنے والے تھے،ان میں سے بھی کسی سے اس کی مشروعیت منقول نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بدعت ہے جسے باطل پرستوں،خواہش نفس کے پجاریوں اور پیٹ پرستوں نے گھڑا ہے۔"(الحاوی للفتاوی:ج۱/ص191،190)

ابن الحاجؒ:

ابوعبداللہ محمد بن محمد العبدری المعروف بابن الحاج رقم طراز ہیں کہ

"ومن جملة ماأحدثوه ومن اعتقاد هم أن ذلك من أكبر العبادات واظهار الشعائر ما يفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد وقداحتوى على بدع ومحرمات"(المدخل:ج٢ ص ٢٢٩)"

لوگوں کی جاری کردہ بدعات میں سے ایک بدعت ربیع الاول میں محفل میلاد کا قیام ہے۔اس بدعت کواختیار کرنے والے یہ اعتقاد درکھتے ہیں کہ یہ ایک سب سے بڑی عبادت اور شعائرِ اسلامیہ کے اظہار کا عمل ہے۔حالانکہ یہی بدعت میلاد مزید کئی بدعات ومحرمات پر بھی مشتمل ہے۔"نیز فرماتے ہیں کہ:"محفل میلاد کے موقع پر اگر سماع وغنا کا بھی انتظام ہوتو یہ **ظلمات بعضها فوق بعض** کی طرح ہے۔اور اگر محفل میلاد سماع وغنا اور دیگر مفاسد سے مبرا ہو اور صرف لوگوں کے لئے میلاد کی نیت سے کھانے کا انتظام ہوتو تب بھی یہ بدعت ہے کیونکہ یہ دین میں اضافہ ہے۔سلف صالحین کے ہاں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا،حالانکہ سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنا ہی زیادہ بہتر ہے۔"

مجدد الف ثانیؒ:

موصوف اپنے کسی عقیدت مند کو عید میلاد کے حوالہ سے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ:

"بہ نظر انصاف بینند اگر فرضا جناب ایشاں دریں اوان در دنیا زندہ می بودن وایں مجلس واجتماع منعقد مے شد آیا بہ ایں راضی مے شدند وایں اجتماع را مے پسندیدند یا نہ؟ یقین فقیر آن است کہ ہرگز ایں معنی را تجویز نہ فرمودند بلکہ انکار مے نمودن مقصود فقیر اعلام بود قبول کنید یا نہ کنید ہیچ مضائقہ نیست وگنجائش مشاجرہ نہ۔اگر مخدوم زادگان ویاران آنجاں بر ہماں وضع مستقیم باشند ما فقیراں رااز

صحبت ایشاں غیراز حرماں چارہ نیست" (مکتوب 273، دفتر اول، حصہ پنجم ص 24، نور کمپنی لاہور)"

انصاف سے دیکھئے اور بتایئے کہ اگر اس زمانے میں خود جناب (نبی اکرم ﷺ) دنیا میں زندہ ہوتے تو کیا آپ ﷺ اس مجلس میلاد کو پسند فرماتے؟ اور اس سے خوش ہوتے؟ فقیر کو یقین ہے کہ آپ ﷺ ہرگز اس کو جائز نہ سمجھتے بلکہ اس سے منع ہی فرماتے۔ فقیر کا کام تو بس مطلع کرنا ہے۔ لہٰذا آپ اسے قبول کریں یا رد، مجھے کوئی پرواہ نہیں اور نہ اس میں لڑائی جھگڑے کی کوئی گنجائش ہے۔ لیکن اگر آپ گذشتہ روش ہی پر رہے اور اسی حالت پر آپ کو اصرار رہا تو فقیر کو سوائے ترک ملاقات کے کوئی چارہ نہ ہوگا۔"

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ:

آپ سے سوال کیا گیا کہ ربیع الاول کے دنوں میں رسول اکرم ﷺ کی روح مبارک کو مختلف انواع کے کھانے کھلانے سے ثواب پہنچانا جائز ہے؟ تو آپ نے اس کا یہ جواب دیا کہ "اس کام کیلئے وقت اور دن کا تعین کرنا اور مہینہ خاص کرنا بدعت ہے اور سنت کے مخالفت ہے اور سنت کی مخالفت حرام ہے لہٰذا یہ بالکل جائز نہیں۔" (فتاویٰ عزیزیہ: ص 93) نیز" کسی پیغمبر کی ولادت کے دن کو عید کی طرح منانا جائز نہیں۔" (تحفۂ اثنا عشریہ)

عبدالسمیع رام پوری (خلیفہ احمد رضا خان بریلویؒ)

موصوف فرماتے ہیں کہ "یہ سامان فرحت وسرور اور وہ بھی مخصوص مہینے ربیع الاول کے ساتھ اور اس میں خاص وہی بارہواں دن میلاد شریف کا معین کرنا بعد میں ہوا، یعنی چھٹی صدی کے آخر میں۔" (انوار ساطعہ: ص 159)

جشن عید میلاد کے نقصانات!

(1) دین اسلام میں ایک نئی چیز یعنی بدعت جاری کی گئی۔
(2) نبی ﷺ کے یوم وفات کو یوم ولادت سمجھ کر جشن منانے کی رسم شروع کی گئی۔
(3) جشن میلاد نہ منانے والوں پر کفر کے فتوے لگائے گئے۔
(4) جشن میلاد پر ہر سال لاکھوں کروڑوں روپے ضائع کئے جاتے ہیں۔
(5) خانہ کعبہ اور روضۂ نبوی ﷺ کے ماڈل بنا کر ان کے طواف کئے جاتے ہیں۔
(6) گلی، کوچوں میں پہاڑیاں بنا کر میلے لگائے جاتے ہیں۔
(7) میلاد کے جلوس میں بھنگڑے، لڈیاں اور ناچ گانے جیسے بیہودہ کام کئے جاتے ہیں۔
(8) بینڈ باجوں اور اخلاق سوز گانوں کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کا یوم ولادت منایا جاتا ہے۔
(9) فلمی گانوں کی دھن وطرز پر نعتیں اور شرکیہ قوالیاں گائی جاتی ہیں۔

(10) ملحد وبے دین فنکاروں اور اداکاروں کی خدمات بھی حاصل کی جاتی ہیں۔

(11) جشن میلاد کے نام پر جہالت اور فحاشی کو بھی عروج دیا جاتا ہے۔

(12) میلاد کی رات قمقمے روشن کر کے بلاضرورت لائٹنگ کی جاتی ہے۔

عیدمیلاد منانے والوں سے چندسوالات!

(1) عیدمیلاد فرض (واجب) ہے، سنت ہے یا مستحب؟

(۲) جوجشن میلاد نہیں مناتا، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۳) اللہ کے رسول ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ، ائمہ کرام نے یہ جشن کیوں نہ منایا؟ (ضرورت نہ سمجھی یا کوئی رکاوٹ تھی یاسستی اور لاپرواہی کی یا خلاف شرع سمجھا یا علم نہ تھا یا ترغیب نہیں دی گئی، یادل حب رسول سے خالی تھا؟ نعوذ باللہ)

(۴) گذشتہ چودہ صدیوں میں صحابہ وتابعین سمیت جن مسلمانوں نے یہ جشن نہیں منایا، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(5) بارہ ربیع الاول یوم وفات بھی ہے جہاں پیدائش اور وفات (یعنی خوشی اورغم) جمع ہو جائیں، وہاں خوشی کو ترجیح دی جاتی ہے یا غم کو؟

(٦) یوم ولادت کی خوشی منانا ضروری ہے تو یوم وفات کا رنج وغم منانا کیوں ضروری نہیں؟ جبکہ بقول دونوں کی تاریخ بھی ایک ہی ہے؟

(۷) اگر رسول اکرم ﷺ کے یوم ولادت کی خوشی میں جلوس نکالنا جائز ہے تو شیعوں کا اہل بیت کے رنج وغم میں ماتم نکالنا کیوں جائز نہیں؟

(۸) اللہ کے رسول ﷺ نے دوعیدیں مقرر فرمائی تھیں مگر یہ تیسری 'عید' کہاں سے آئی؟

(۹) اگر یہ عید ہے تو اس دن اللہ کے رسول ﷺ روزہ کیوں رکھتے تھے؟ عید کے روز تو روزہ رکھنا حرام ہے؟

(۱۰) اگر یہ عید ہے تو باقی دوعیدوں کی طرح اس روز نماز عید کا اہتمام کیوں نہیں کیا جاتا؟

مفتی اعظم مکہ مکرمہ کا فتویٰ

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ فرماتے ہیں:

۱۲ ربیع الاول کی رات یا کسی اور رات میلادالنبی ﷺ کی محفل منعقد کرنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور کی ولادت کی محفل منعقد کرنا مسلمانوں کے لئے بھی جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ میلاد کی محفلوں کا تعلق ان بدعات سے ہے، جو دین میں نئی پیدا کر لی گئی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات پاک میں کبھی اپنی محفل میلاد کا انعقاد نہیں فرمایا تھا؛ حالانکہ کہ آپ ﷺ دین کے تمام احکام

کو بلا کم وکاست،من وعن پہنچانے والے تھے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے مسائل شریعت کو بیان فرمانے والے تھے۔آپ میں سے کسی نے کبھی اس کا اہتمام نہیں کیا اور یہی وجہ ہے کہ خلفاء راشدین،حضرات صحابہ کرام تابعین ﷺ نے محفل میلاد نہ خود منائی اور نہ کسی کو اس کا حکم دیا۔ (مقالات وفتاویٰ)

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه،وارنا الباطل با طلاً وارز قنا جتنبا به

ماھنامہ دارالعلوم،شمارہ3،جلد:94ربیع الاول بمطابق مارچ2010ء ربیع الثانی 4311ھ

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی رائے

علامہ انور شاہ کشمیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:یہ شخص ہر سال میلاد پر لاکھوں روپیہ خرچ کرتا تھا اس طرح اس نے رعایا کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا اور اس کیلئے ملک وقوم کی رقم کو محفل میلاد پر خرچ کرنا شروع کیا اور اس بہانے اپنی بادشاہت مضبوط کرتا رہا اور ملک وقوم کی رقم بے سود صرف کرتا رہا۔(فیض الباری،ص۳۱۹:۲)

علامہ ذہبی حجرؒ کی رائے

علامہ ذہبیؒ رقم طراز ہیں:اس کی فضول خرچی اور اسراف کی حالت یہ تھی کہ وہ ہر سال میلاد النبی پر تقریباً تین لاکھ روپے خرچ کیا کرتا تھا۔(دول الاسلام،ص۳۰ ج:۲)

حافظ ابن حجرؒ کی رائے

ذرا اُس باطل پرست اور کج فکر کی حالت بھی سن لیجئے جس نے محفل میلاد کے جواز پر دلائل اکٹھے کیے اور بادشاہ کو اس محفل کے انعقاد کے جواز کا راستہ بتایا اس کا نام ابوالخطاب عمرو بن دحیہ تھا۔حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اُس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں:وہ شخص ائمہ کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا،زبان دراز،بے وقوف اور متکبر تھا اور دینی امور میں سست اور بے پرواہ تھا۔(لسان المیزان،ص296ج۴)

علمائے متقدمین ومتاخرین کی آراء میلاد کے بارے

اب آیئے! علمائے متقدمین ومتاخرین اس محفل میلاد کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔

میلاد کے بدعت ہونے پر علمائے کی آراء

علامہ سیوطیؒ کی رائے

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں: اس میلاد کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی ہے؛ لیکن اس میں قیاس آرائی پر عمل کیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ کی رائے

شیخ الاسلام ابن تیمیہ حرانی دمشقیؒ اپنی کتاب ''اقتضاء الصراط المستقیم'' میں تحریر فرماتے ہیں: نصاری میلاد عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام مناتے تھے، جب مسلمانوں کی اس طرف نظر ہوئی تو دیکھا دیکھی مسلمانوں نے یہ رسم اختیار کی حال آں کہ سلف صالحین سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر یہ جائز ہوتی اور اس کے منانے میں خیر ہوتی، تو پہلے کے لوگ جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبت رکھتے تھے' اور اچھے کام کرنے کے زیادہ حریص تھے؛ وہ مناتے؛ لیکن سلف صالحین کا میلاد نہ منانا یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ میلاد مروجہ طریقے پر منانا درست نہیں ہے۔

مجدد الف ثانیؒ کی رائے

مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں: بالفرض اگر آں حضور ﷺ اس دنیا میں زندہ ہوتے اور یہ مجلس منعقد ہوتی تو آیا وہ اس پر راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند فرماتے تو اس سلسلے میں بندے کا یقین یہ ہے کہ وہ ہرگز اسے قبول نہ فرماتے۔ (دفتر اوّل مکتوب، ص173)

علامہ نصیر الدین الاودی الشافعیؒ کی رائے

علامہ نصیر الدین الاودی الشافعی علیہ الرحمہ سے کسی نے سوال کیا کہ میلاد منانا کیسا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا: محفل میلاد نہ منائی جائے کیوں کہ سلف صالحین نے اختیار نہیں کیا ہم اسے کیسے اختیار کرلیں۔ (القول المعتمد)

علامہ شرف الدینؒ کی رائے

علامہ شرف الدینؒ فرماتے ہیں: بعض امیر لوگ ہر سال محفل میلاد مناتے ہیں، اس میں بہت سے ناجائز تکلفات پائے جاتے ہیں اور یہ محفل نفس پرستوں کی ایجاد کی ہوئی ہے جن کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ حضور ﷺ نے کس چیز کا حکم دیا اور کس چیز سے منع

کیا؟اس لئے یہ بدعت ہے۔(القول المعتمد)

علمائے دیوبندؒ اور میلاد النبی

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمانؒ کی رائے

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ فرماتے ہیں: مروجہ میلاد اور اس میں مروجہ قیام محدثہ،ممنوعہ ہیں،جو ناجائز اور بدعت ہیں۔(عزیز الفتاوی،ص99)

علامہ رشید احمد گنگوہیؒ کی رائے

قطب ارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں: یہ محفل چونکہ زمانہ فخر دو عالم ﷺ میں اور زمانہ صحابہ ؓ اجمعین اور زمانہ تابعین و تبع تابعین اور زمانہ مجتہدین میں نہیں ہوئی،اس محفل کا موجد چھ سو سال بعد کا بادشاہ ہے جس کو اکثر اہل تاریخ فاسق لکھتے ہیں؛لہٰذا یہ مجلس بدعت اور گمراہی ہے۔ عدم جواز کے واسطے یہ دلیل کافی ہے کہ قرون خیر میں اس کو کسی نے نہیں کیا۔(فتاویٰ رشیدیہ،ص409)

مفتی محمد شفیعؒ کی رائے

حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں: موجودہ مروّجہ میلاد ہمارے نزدیک ناجائز اور بدعت ہے۔(امداد المفتیین،ص97)

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی رائے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ رقم طراز ہیں: ذکر ولادت نبوی شریف ﷺ مثل دیگر اذکار خیر کت ثواب اور افضل ہے اگر بدعات وقبائح سے خالی ہو۔:اس سے بہتر کیا ہے کما قال الشاعر وذکرک للمشتاق خیر شراب وکل شراب دونه کسراب

البتہ جیسا ہمارے زمانے میں قیودات اور شنائع کے ساتھ مروّج ہے اس طرح بے شک بدعت ہے۔(امداد الفتاویٰ،ج5،ص249)

شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی کا جشن عید میلاد النبی ﷺ کے بارے میں فتویٰ

فتاویٰ عثمانیہ میں لکھتے ہے "جشن عید میلاد النبی کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔(فتاویٰ عثمانی ص۱۰۵ ج۔۱)

مفتی اعظم سعودی کا فتویٰ

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ فرماتے ہیں: میلا دمنانا کسی کے لیے بھی جائز نہیں: اس لیے کہ یہ بدعت ہے اور رسول اللہ ﷺ (صحابہ اور تابعین سے ثابت نہیں۔(فتاویٰ عبداللہ بن باز،ص ۱۲۶ ج ۱)

ایک اور جگہ شیخ رقم طراز ہیں: عید منانا خواہ حضور ﷺ کی پیدائش پر ہو یا کسی اور کی پیدائش پر نا جائز ہے! کیوں کہ حضور ﷺ نے اس طریقے پر عید نہیں منائی اور نہ صحابہ کرامؓ نے یہ عید منائی ہے، سلف امت کا بھی یہی فیصلہ رہا ہے اور خیر اُن کی اتباع میں مضمر ہے۔

خلاصہ

تمام علماء ائمہ، محدثین، مفسرین اور مفتیان کا اس پر اتفاق ہے عید میلا دالنبی منانا ناجائز اور بدعت ہے۔

عید میلا دمنانے والوں پر طائرانہ نظر

عید میلا دالنبی کے منانے والوں پر اگر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو اکثر ایسے افراد ملیں گے جو دین سے ناواقف اور احکام شریعت سے نا آشنا ہوتے ہیں: لیکن جوں جوں ربیع الاول کا مہینہ قریب آتا ہے ان افراد میں جوش وخروش پیدا ہوجاتا ہے اور یہ عید میلا دالنبی منانے کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ اس کو اپنے تمام گناہوں کا کفارہ گردانتے ہیں۔ ان مجالس میں جن منکرات کا ارتکاب ہوتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔

یہ تھی عید میلا دالنبی کی حقیقت اور مروّجہ میلا د کی مجالس کے منکرات کہ اس بے دینی کو دین کہا جارہا ہے اور اسے اسلام اور مسلمانوں کے نام سے پیش کیا جارہا ہے اور سادہ لوح عوام بھی پوچھے بغیر اس کو کرنے میں مصروف ہیں اور ان مجالس کے لیے زرکثیر صرف کررہے ہیں۔

خدارا! خواب غفلت سے بیدار ہوجایئے اور ان ظاہری دل آویزیوں پر نہ جایئے، ان خرافات کی ظاہری چمک دمک دیکھ کر دھوکے میں نہ آیئے۔ ان بدبختانہ عقائد سے اپنا دامن چھڑا دیئے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا ہونے کا عہد کیجئے، پھر آپ یہ کہہ سکیں گے کہ ہم ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہیں اور فلاح وکامیابی ہمارا مقدر ہے۔

اگر اس کے برعکس عمل کیا تو یادرکھئے کہ زندگی ایک کتاب کی مانند ہے، ہرروز اس کتاب کا ایک صفحہ پلٹتا ہے اور پورے دن کی کارروائی اس پر محفوظ ہوجاتی ہے جب زندگی کی اس کتاب کے صفحات ختم ہوں گے تو آپ کے اعمال کی یہ کتاب بند ہوجائے گی اور آپ کو قبر میں اتارا جائے گا جہاں بیٹا ہوگا نہ بیوی، بھائی نہ بہن، والد نہ والدہ۔ وہاں آپ اکیلے ہوں گے جہاں آپ کا خاندان آپ کے کام نہیں آئیگا، آپ کے ساتھی کام نہ آئیں گے، اگر وہاں کوئی چیز فائدہ دے سکتی ہے تو وہ آپ کے نیک اعمال ہوں گے۔ اس سے

ایک قدم آگے میدان حشر میں آپ کو جواب دہ ہونا ہوگا۔ یہی کتاب اگر آپ کو دائیں ہاتھ میں ملی تو کامیاب خدانخواستہ اگر یہ کتاب بائیں ہاتھ میں ملی تو خسارہ ہی خسارہ۔

سیفی بریلوی کا ثبوت بریلویت

مولوی عبدالخالق بریلوی اور سید شاہ تراب الحق قادری رضوی دونوں کا مدعا ایک ہیں۔ جو دعویٰ مولوی عبدالخالق سیفی بریلوی نے اپنے کتاب ''التحقیق المختار'' میں لکھا ہے اس پر جو دلائل لکھے ہیں وہی دعویٰ اور دلائل سید شاہ تراب الحق قادری نے بھی لکھے ہے۔ جب دونوں کا دعویٰ اور دلائل ایک جیسے ہوئے تو معلوم ہوا کہ موصوف بھی بریلوی ہیں۔ چنانچہ شاہ تراب الحق بریلوی ایک سوال کے جواب میں یوں لکھتے ہے۔

سوال۔ بعض لوگ میلاد النبی ﷺ منانے اور محافل میلاد منعقد کرنے کو بدعت و حرام کہتے ہیں۔ قرآن وسنت اور ائمہ دین کے اقوال کی روشنی میں عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت بیان فرمایئے۔

جواب۔ ماہ ربیع الاول میں بالعموم اور بارہ ربیع الاول کو بالخصوص آقائے دو جہاں ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں پورے عالم اسلام میں محافل میلاد منعقد کی جاتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا میلاد منانا جائز و مستحب ہے اور اس کی اصل قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

ارشاد باری تعالی ہوا، (اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ)۔ (ابراہیم،5)

امام المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کے نزدیک ایام اللہ سے مراد وہ دن ہیں۔ جن میں رب تعالی کی کسی نعمت کا نزول ہوا ہو۔ (ان ایام میں سب سے بڑی نعمت کے دن سید عالم ﷺ کی ولادت و معراج کے دن ہیں، ان کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے)۔ (تفسیر خزائن العرفان)

بلا شبہ اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نعمت نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ ہے۔ ارشاد باری تعالی ہوا، (بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمان پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا)۔ (آل عمران:164)

آقا و مولی ﷺ تو وہ عظیم نعمت ہیں کہ جس کے ملنے پر رب تعالیٰ نے خوشیاں منانے کا حکم بھی دیا ہے۔ ارشاد ہوا، (اے حبیب!) تم فرماؤ (یہ) اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت (نعمت کا خوب چرچا کرو)۔ (الضحی 11، کنز الایمان) (عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت۔ از سید شاہ تراب الحق قادری رضوی)

عید میلاد النبی تاریخ کے آئینے میں

محترم قارئین! اسلام نے خوشی کے دن بھی متعین فرما دیئے ہیں اور غم کے مواقع کی نشاندہی بھی کر دیہے۔ اسلام کے متعین

کردہ خوشی کے دنوں کے علاوہ اگر کوئی مزید دن مقرر کر کے اسے اسلام پہ چسپاں کرتا ہے اور خوشی منانے کے لیے غیر شرعی طریقے اختیار کرتا ہے تو وہ اللہ کے ہاں بھی جواب دہ ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کا جرم بھی اس پر عائد ہوتا ہے۔ایسے ہی عید میلا دالنبی ﷺ کا دن بھی ایک مخصوص طبقہ نے اپنی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے۔اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں بلکہ غور فرمایئے۔

نبی کریم ﷺ اور خلفاء راشدین نے میلا د نہیں منایا

رسول مکرم ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی،نبوت کے بعد 33 مرتبہ ان کی زندگی میں یہ دن آیا'انہوں نے اپنی ولادت کا دن اس طرح نہیں منایا' خلفائے راشدین نبی کریم ﷺ سے بڑی محبت کرنے والے تھے۔۱۰ھ کو رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہوئے تو ۱۱ھ سے ۱۳ھ تک ابوبکر خلیفہ رہے دو مرتبہ انکی زندگی میں یہ دن آیا ۱۳ھ سے 24ھ تک دس مرتبہ سیدنا عمر کی خلافت میں یہ دن آیا۔24ھ سے 35ھ تک حضرت عثمان غنی کی خلافت میں گیارہ مرتبہ یہ دن آیا۔35ھ سے 40ھ تک پانچ مرتبہ حضرت علی کی خلافت میں یہ دن آیا۔صحابہ کرام میں سے آخری صحابی 110ھ کو فوت ہوئے،اس وقت تک تو نہ کسی صحابی نے یہ دن منایا اور نہ ہی خلفائے راشدین سے کسی نے حالانکہ وہ ہم سب سے زیادہ نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے والے تھے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے بعد تابعین کو دیکھئے تو آخری تابعی 180ھ میں فوت ہوئے۔اس وقت تک میلاد کا کوئی ثبوت نہیں۔تابعین کے بعد تبع تابعین کا دور آتا ہے جو ۲۲۰ھ میں ختم ہوا اس وقت تک میلا د منانے والا کوئی نہیں تھا......بالفرض صحابہ و تابعین کے دور کو ہم چھوڑ دیں کہ مقلد امام کی تقلید کو ضروری سمجھتا ہے تو پھر کیا ائمہ دین نے اس دن کو منایا؟ آیئے دیکھتے ہے

ائمہ اربعہؒ نے میلا د نہیں منایا

امام ابوحنیفہ ۸۰ھ پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے۔70 سال میں ایک دفعہ بھی جشن عید میلا دالنبی نہیں منایا،کیا امام اعظمؒ عاشق رسول نہیں تھا؟

امام مالک ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے۔86 سال میں ایک دفعہ بھی جشن عید میلا دالنبی نہیں منایا،کیا امام مالکؒ عاشق رسول نہیں تھا؟

امام شافعی ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۴ میں فوت ہوئے۔54 سال میں ایک دفعہ بھی جشن عید میلا دالنبی نہیں منایا،کیا امام شافعیؒ عاشق رسول نہیں تھا؟

امام احمد بن حنبل ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ میں فوت ہوئے۔77 سال میں ایک دفعہ بھی جشن عید میلا دالنبی نہیں منایا،کیا امام احمد ابن حنبلؒ بھی عاشق رسول نہیں تھا؟

۲۴۱ھ تک بھی میلا دالنبی ﷺ کا نشان تک نہیں ملتا۔معلوم ہوا کہ اس دن کو نہ تو نبی کریم ﷺ نے منایا نہ صحابہ کرام نہ تابعین

نے اور نہ ہی ائمہ دین نے ۔ پھر اس کا آغاز کہاں سے ہوا؟ اس کی تاریخ کیا ہے؟ اس کو شروع کرنے والا کون ہے؟ آیئے تاریخ سے پوچھتے ہیں۔

عید میلاد النبی کی تاریخی حیثیت

میلاد النبی ﷺ کی عید منانے کا آغاز ملک المعظم مظفر الدین کوکبوری نے کیا۔ یہ شخص ۵۸۶ھ میں شہر اربل کا گورنر مقرر ہوا اور ۶۰۴ھ میں محفل میلاد کا آغاز کیا۔ تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے شاہ اربل مجلس مولود کو ہر سال نہایت شان وشوکت سے مناتا تھا۔ جب اربل شہر کے اردگرد والوں کو خبر ہوئی کہ شاہ اربل نے ایک مجلس قائم کی ہے جس کو وہ بڑی عقیدت اور شان وشوکت سے انجام دیتا ہے تو بغداد موصل جزیرہ سجاوند اور بلاد عجم سے گویے شاعر اور واعظ بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے ناچ گانے کا آلات لے کر محرم ہی سے شہر اربل میں آنا شروع ہو جاتے ۔قلعہ کے نزدیک ہی ایک ناچ گھر تیار کیا گیا تھا جس میں کثرت سے قبے اور خیمے تھے۔شاہ اربل ان خیموں میں آتا گانا سنتا اور کبھی کبھی مست ہو کر ان گاویوں کے ساتھ خود بھی رقص کرتا تھا۔(تاریخ ابن خلکان ،ص:۲۷۴،جلد۳۔)

ترجمان بریلویت کو دعوت فکر

موصوف بڑے بڑے چیلنج دیتے ہیں امید ہے کہ ترجمان بریلویت اس پر غور کر کے اس کا جواب تحریر فرمایئے ۔اور ضد وہٹ دھرمی سے ہٹ کر اس پر غور فرمائیں کہ یہ جو طریقہ کار ہے یہ بریلویوں کا ہے علماء دیوبند اس طرح کی بدعات سے بری ہیں۔ دوسرے گمراہ کن اور غلط نظریات پر کام جاری ہیں انشاءاللہ بہت جلد وہ بھی منظر عام پر آجائینگے۔ختم شد

نوٹ: یہ پہلا رسالہ تھا جو ہم نے عبدالخالق سیفی بریلوی کے جواب میں لکھا یہی سے سیفیت و بریلویت کے خلاف کام کرنے کا نقطہ آغاز ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆ختم شد☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مروجہ قرآن خوانی یا ختم مروج کا حکم

اہل بدعت کا موقف:

(۱) مروجہ ختم کو اجماع سے ثابت کرنا

دیکھو اجماع امت سے ختم قران کیلئے اکٹھا ہونا اور پھر مردوں کو اس کا ثواب بخشنا ثابت ہوا (جب اجماع سے یہ مروج ختم قرآن ثابت ہوا تو پھر علمائے دیوبندؒ سمیت علماء کا جم غفیر کیوں اس کو بدعت کہتے ہے۔از ناقل) (التحقیق المختار ص ۱۴۷)

(۲) اجارہ سے بھی ختم قرآن کا جواز

حتی کہ ہمارے مذہب کے زیادہ فقہاء یہ بھی کہتے ہیں کہ اجارہ سے ختم قران بھی جائز ہے اور مردوں کو اس کا ثواب بخش لے ۔(التحقیق المختار ص ۱۴۷)

(۳) مروجہ ختم مستحب

اہل بدعت کے نزدیک مروجہ ختم مستحب ہے۔مشہور سیفی بریلوی نے مروجہ ختم کو مستحب لکھا ہے۔اپنے کتاب میں لکھتے ہے۔

''ان سب حوالہ جات سے یہ ثابت ہوا کہ اپنے مردوں کے لئے ختمہ کرنا مستحب کام ہے ختمہ کا فائدہ مردوں کو پہنچتا ہے۔(التحقیق المختار ص ۱۴۸)

(۴) صحابہ کرام پر جھوٹ اور افتراء

موصوف لکھتے ہے۔''صحابہ کرام ختم کے لئے اکٹھے ہوجاتے تھے اور جمعواری سے دعائیں کرتے تھے۔اور ہر وقت اور ہر شہر میں مسلمان اپنے مردوں کے لئے ختمہ کرتے تھے۔(التحقیق المختار ص ۱۴۸)

(۵) پیسوں کے عوض ختم کا جواز

موصوف لکھتے ہے۔''یہ سب ہمارے مذہب کے فقہاء ہیں۔اعلیٰ درجے کے لوگ فرماتے ہیں کہ پیسوں کے عوض قرآن کا ختم کرنا اور اس کا ثواب بخشنا بھی جائز ہے۔(التحقیق المختار ص ۱۴۷)

دوسری جگہ لکھتے ہے۔''علامہ شامیؒ کا مراد وہ ختمہ ہے جس میں اجارہ شرط ہو اور پیسوں اور روٹی کی شرط سے ہو۔ہمارے ختمے تو روٹی اور پیسوں کے شرط سے نہیں ہے۔اجارہ کے لئے وقت کا تعیین اور اجرت دونوں شرط ہیں۔(التحقیق المختار ص ۱۴۸)

اہل سنت والجماعت علمائے دیوبندؒ کا موقف

ایصال ثواب فی نفسہ جائز اور باعث اجروثواب ہے۔لیکن اس کیلئے کوئی خاص طریقہ یادن وقت یااجتماعی کیفیت شرعاً مقررنہیں، بلکہ ہرشخص انفرادی طور پرکوئی بھی نفل عبادت کر کے ایصال ثواب کرسکتا ہے۔مثلاًنفل نمازیں،نفل روزے،نفل حج وعمرہ ،قرآن کریم کی تلاوت،تسبیحات کلمہ طیبہ پڑھ کریاحسب توفیق نقدرقم یا کھاناوغیرہ صدقہ خیرات کر کے یاتعمیر مساجد،دینی مدارس یادینی ومذہبی کتابوں کی فی سبیل اللہ اشاعت کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اے اللہ میرے اس عمل کا جوکچھ ثواب آپ نے مجھے عطافرمایاہے وثواب فلاں شخص کو پہنچادیجئے بس اس سے مرحوم کوثواب پہنچ جائیگا۔ایصال ثواب کی حقیقت شریعت میں فقط اتنی ہی ہے۔

اجتماعی قرآن خوانی کا حکم

آج کل ایصال ثواب کے لئے جومختلف رسمیں اورصورتیں مثلاً تیجہ(سوئم)،دسواں،چالیسواں،سالانہ عرس،جمعرات کوجمع ہوناوغیرہ کی شکل میں یااجتماعی قرآن خوانی کی صورت میں یامروجہ ختم کی صورت میں رائج ہوگئی ہیں،یہ سب بدعت اورناجائز ہیں،ان رواجی طریقوں میں شرکت کرنے اورکھانا کھانے سے اجتناب کیاجائے بالخصوص اگرمیت کے ترکہ میں سے خیرات کی گئی ہواورورثاء میں بعض نابالغ ہوں یاورثاءعاقل بالغ ہوں لیکن ان کی دلی رضامندی کے بعد یہ خیرات کی گئی ہوتواس کا کھاناہرگز جائزنہیں۔

فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قرائة الاجزاء بالا جرة لا یجوزلان فیه الامر بالقراء ة واعطاء الثواب للآمر والقراء ة لا جل المال فاذالم یکن للقاری ء ثواب لعدم النیة الصحیحة فاین یصل الثواب الی المستاجر ولولا الاجرة ماقرااحد لا حد فی هٰذا الزمان بل جعلو القرآن العظیم مکسباو وسیلة الی جمع الدنیا انالله وانا الیه راجعون (حاشیة ابن عابدین(6\56)

فالحاصل أنَّماشاعَ فی زماننا من قرائة الاجزاء بالاجرة لا یجوزلان فیه الامر بالقراء ة،واعطاء الثواب للآمر،والقرائة لا جل المال ،فاذالم یکن للقاری ثواب لعدم النیة الصحیحة فاین یصل الثواب الی المستاجر،ولا لا الاجرة ما قرااحد لاحد فی هذا الزمان،بل جعلو القرآن العظیم مکسباً ووسیلةً الی جمع الدنیا،انا الله وانا الیه راجعون انتهی(عمدة الرعایة بتحشیة شرح الوقایة-لا مام عبدالحی اللکنوی(9\108)

اقول:المفتی به جواز الاخذا ستحساناًعلی تعلیم القرآن لاعلی القرائة المجردة کما صرح به فی((التا تار خانیة))حیث قال:لا معنی لهذه الو صیة،ولصلة القاری بقراء ته لان هذا بمنزلة الا جرة ،والاجارة فی ذلک باطلة ،وهی بدعة ،ولم یفعلها احد من الخلفاء(عمدة الرعایة بتحشیة شرح الوقایة-لا مام عبدالحی الکهنوی:وقال الشیخ خیر الدین الر ملی فی((حاشیه البحر))فی(کتاب الوقف)(9\108)-

ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الا سبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم،واتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقراءۃ سورۃ الانعام او الا خلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن لا جل الاکل یکرہ(حاشیۃ ابن عابدین(رد المحتار).(2\240)

المسنون ان یتخذ لاھل المیت طعامالا شتغالھم بالمصیبۃ عن اعداد الطعام لا نفسھم (تلبیس ابلیس(1\283دار الفکر)

قال الطیبی :وفیہ ان من اصر علی امر مندوب،وجعلہ عزما ،ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منۃ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر؟(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃالمصابیح(2\755)

ومنھا:التزام الکیفیات والھیئات المعینۃ،کالذکر بھیئۃ الاجتماع علی صوت واحد واتخا ذیوم ولادۃ النبیﷺعیداً،وما اشبہ ذلک.

ومنھا:التزام العبادات المعینۃ فی اوقات معینۃ لم یو جد لھا ذلک التعیین فی الشریعۃ ،کالتزام صیام یوم النصف من شعبان وقیام لیلتہ .(کتاب الاعتصام للشاطبی(1\22)

واما اذا سجد بغیر سبب فلیس بقربۃ ولا مکروہ وما یفعل عقیب الصلوات مکروہ؛لان الجھال یعتقد ونھا سنۃ اوواجبۃ وکل مباح یودی الیہ فمکرو،ھکذافی الزاھدی (الفتاوی الھندیۃ(1\136)

کل مباح یودی الی زعم الجھال سنیۃ امر اووجوبہ فھو مکروہ.(تنقیح الفتاوی الحامدیۃ(2\367)

الاصرار علی المندوب یبلغۃ الی حد الکراھۃ.(السعایۃ(2\265)

ایصالِ ثواب کے لئے قرأتِ قرآن

قرآن پاک کی تلاوت چاہے انفرادی طور پر ہو یا کسی جگہ اکٹھے ہوکر دونوں طرح صحیح اور مستحسن ہے۔تلاوتِ قرآن کی اصل غایت تو رضائے الٰہی ہے؛لیکن دوسرے مقاصدِ خیر کے لیے بھی قرآن کریم کا پڑھنا احادیث وآثار سے ثابت ہے؛چنانچہ ایصالِ ثواب کے لئے جو ایک شرعی مقصد ہے،قرآن کریم کا پڑھنا خیر القرون کے زمانہ سے جاری اور صحابہ کرام کی ایک جماعت سے ثابت ہے۔حدیث شریف میں ہے:ان لکل شیٔ قلب وقلب القرآن یسین فاقرؤھا علی موتاکم ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے،قرآن پاک کا دل سورۂ یٰسین ہے،پس اسے مردوں پر پڑھا کرو؛اس لیے میت کے لیے یٰسین شریف پڑھنا اور پڑھوانا دونوں درست ہے۔(فتح القدیر)

مروجہ قرآن خوانی کا حکم علمائے دیوبند کے فتاویٰ کی روشنی میں

عوام میں پائی جانے والی قرآن خوانی کئی پابندیوں اور لازم کیے ہوئے امور کے ساتھ ہوا کرتی ہے،جن کی شریعت میں کوئی

اصل خیر القرون میں نہیں ملتی، ایسی خلاف شرع پابندی اور التزام والی قرآن خوانی قابل ترک ہے، اس میں شرکت بھی ممنوع ہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ

حضرت رشید احمد گنگوہیؒ فتاویٰ رشیدیہ میں تحریر فرماتے ہیں: "ثواب میت کو پہنچانا بلا قید وتاریخ وغیرہ اگر ہو تو عین ثواب ہے اور جب تخصیصات اور التزامات مروجہ ہوں تو نادرست اور باعث مواخذہ ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کا فتویٰ

مفتی اعظم گجرات تحریر فرماتے ہیں: رسم ورواج کی پابندی اور برادری کی مروت اور دباؤ کے بغیر اور کوئی مخصوص تاریخ اور دین معین کیے بغیر اور دعوت کا اہتمام اور اجتماعی التزام کے بغیر میت کے متعلقین، خیر خواہ اور عزیز واقرباء ایصال ثواب کی غرض سے جمع ہو کر قرآن خوانی کریں تو یہ جائز ہے ممنوع نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ 1\389)

حضرت مولانا سید زوّار حسین نقشبندیؒ کا فتویٰ

اپنی کتاب عمدۃ الفقہ میں لکھتے ہیں: قرأت قرآن کے لیے قبر کے پاس بیٹھنا نیز قرآن شریف پڑھنے کے لیے حافظوں اور قرآن خوانوں کو بٹھانا بھی بلا کراہت جائز ہے جبکہ پڑھنے والے اجرت پر نہ پڑھتے ہوں اور پڑھوانے والے کو اجرت (دینے) کا خیال نہ ہو۔ (عمدۃ الفقہ، ص:2\536)

حضرت فقیہ الامت مفتی اعظم ہند مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا فتویٰ

الجواب حامداومصلیا افضل تو یہی ہے کہ جب ایک جگہ مجمع قرآن شریف پڑھے تو سب آہستہ پڑھیں؛ لیکن زور سے پڑھیں تب بھی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ، ص:1\25)

دوسری جگہ لکھتے ہیں: ایصال ثواب میں نہ تاریخ کی قید ہے شب برأت ۱۵ شعبان، ۱۰ محرم اور ۱۲ ربیع الاول ہو۔ نہ ہیئت کی قید ہے کہ چنوں پر کلمہ طیبہ پڑھا جائے یا کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دی جائے۔ نہ سورتوں وآیتوں کی تخصیص ہے کہ قل اور پنج آیات ہو اور نہ کسی اور قسم کی قید ہے یہ سب قید ختم کر دیا جائے کہ یہ شرعاً بے اصل ہے، صحابہ نے بغیر ان قیدوں کے ثواب پہنچایا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ، ص:۱\۲۰۶ اقدیم)

قرآن خوانی میں خلاف شرع امور سے احتراز

حدیث وفقہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایصال ثواب کے لیے مالی عبادتوں کا طریقہ زیادہ نفع بخش ہے کہ اس سے عام انسان کو بھی نفع ہوتا ہے اور میت کو بھی اجر وثواب پہنچتا رہتا ہے؛ البتہ قرأت قرآن (قرآن خوانی) کے ذریعہ ایصال ثواب کیا جائے، تو

پھر فقہ وفتاویٰ کی روشنی میں چند امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(1) قرآن خوانی میں شرکت کا سبب رضا الٰہی ہو

قرآن خوانی میں شرکت کرنا برادری مروت کے دباؤ یا بدنامی کے ڈر سے نہ ہو اسی طرح قرآن خوانی میں شریک نہ ہونے والے پر کوئی طعن وملامت نہ کیا جائے۔قرآن خوانی میں شرکت کرنے والے عموماً برادری مروت کی وجہ سے بیٹھتے ہیں کبھی قرآن خوانی کرانے والوں کے طعن وملامتی سے بچنے کے لیے شریک ہوتے ہیں،ایسی قرآن خوانی سے تو بہتر یہ ہے کہ کسی غریب ومسکین اور مستحق کی حاجت ضرور یہ پوری کر کے اس کا ثواب میت کو پہنچایا جائے۔

(2) پڑھنے کے بعد اجرت کا نہ ہونا

قرآن پڑھنے یا پڑھوانے پر اجرت مقرر نہ کی جائے اور نہ اجرت لی جائے۔بہت سے علاقہ میں قرآن خوانی کرانے والے حافظ وغیرہ سے کم یا زیادہ پڑھنے پر معاوضہ کی پیش کش کرتے ہیں اور کبھی پڑھنے والے خود ہی معاوضہ طے کرتے ہیں اور بعض مرتبہ بغیر طے کیے ہدیہ کے نام پر دیا جاتا ہے؛چونکہ قرآن خوانی کرانے والے کے دل میں ہوتا ہے کہ نذرانہ دینا ہوگا اور پڑھنے والے کے دل میں ہوتا ہے کہ نذرانہ ضرور ملے گا؛اس لیے یہ نذرانہ (ہدیہ) بھی جسے مجلس کے بعد پیش کرنے کا رواج ہے اجرت کے مشابہ ہے؛لہٰذا یہ سب صورت ناجائز ہے اور اس طرح پڑھنے پر اجر وثواب نہیں ملتا ہے،تو ایصال ثواب کیسے ہوگا؟

(3) ہئیت مخصوصہ کا نہ ہونا

خاص ہئیت کے ساتھ،خاص سورتیں اور خاص آیتوں کے پڑھنے کو ضروری قرار نہ دیا جائے جیسے کھانا سامنے رکھ کر چاروں قل اور پنج آیات پڑھ کر ایصال ثواب کرنا؛کیونکہ ثواب کا پہنچنا اس طریقہ پر موقوف نہیں ہے،اگر اس طرح کیا جائے گا تو یہ طریقہ صحیح نہ ہونے کی وجہ سے قابل ترک ہوگا۔

(4) تخصیص وقت یا دن کا نہ ہونا

انتقال کے بعد قرات قرآن کے لیے دنوں کی تخصیص نہ ہو جیسے تیسرے دن اور دسویں دن میں قرآن خوانی کرنا پھر چالیسویں دن میں کرنا پھر سال پورا ہونے پر کرنا۔عوام کے نزدیک یہ تیجہ،چہلم اور برسی وغیرہ ایسے متعین ہیں کہ ذرا بھی اس میں خلاف نہیں کیا جاتا،اسی طرح قرآن خوانی کے لیے تاریخ متعین نہ ہو مثلاً ۲۷ویں رجب،۱۵ویں شعبان،دسویں محرم،۱۲ویں ربیع الاول وغیرہ۔اگر دن یا تاریخ کے التزام کے ساتھ قرآن خوانی کی جاتی ہے تو پھر یہ شرع کے خلاف ہے،اس میں شرکت ممنوع ہے؛ بلکہ اسے بند کرنے کی سعی کی جائے۔

(5) مقصد تفاخر کا نہ ہونا

قرآن خوانی میں شرکت کرنے والے کا مقصد شہرت وتفاخر یا دنیوی جاہ ومنصب کا حصول ہے یا قرآن پڑھوانے والا خود ہی شہرت وتفاخر کے لیے کررہا ہے تو یہ بھی جائز نہیں ہے، ایسی صورت میں دونوں فریق قابل مواخذہ ہیں ثواب تو کہاں ملے گا؟

(6) ختم کے بعد کھانا کھانے کا التزام نہ ہو

مجلس قرآن خوانی کے بعد شریک ہونے والوں کو کھلانا یا پلانا یا شیرینی تقسیم کرنے کا التزام نہ ہو۔ عام طور سے قرآن خوانی کے بعد کم ازکم شیرینی (یعنی کوئی بھی میٹھی چیز پھل یا مٹھائی یا نان خطائی وغیرہ) تقسیم کرنے کو لازم سمجھتے ہیں اور بعض مرتبہ شریک ہونے والے اگر شیرینی تقسیم نہ کی جائے تو طنز کرتے ہیں، یہ دونوں صورتیں غلط ہیں اور قابل اصلاح ہیں۔

خلاصہ

حاصل یہ کہ کسی کے انتقال پر ایصال ثواب کے لیے شریعت میں مختلف طریقے ہیں، کسی بھی طریقہ پر عمل کیا جاسکتا ہے؛ البتہ ایسا طریق اختیار کیا جائے تو بہتر ہے جس سے عام لوگوں کو تادیر فائدہ حاصل ہوتا رہے اور میت کو بھی اس کا اجر وثواب پہنچتا رہے اور ختم قرآن کرنا یا کم ازکم یٰسین شریف پڑھنا یا پڑھوانا بھی درست ہے، شرط یہ ہے کہ خلاف شرع قید پابندی نہ ہو چاہے مسجد میں ہو یا گھر میں۔ زمانہ سلف سے اس کا معمول جاری ہے؛ چنانچہ مدارس دینیہ میں بھی کسی شخصیت کے انتقال پر اگر قرآن خوانی ہوتی ہے تو وہ مذکورہ قیود و پابندیوں سے خالی ہوا کرتی ہے؛ اس لیے ایسی پاکیزہ قرآن خوانی کے جائز بلکہ مستحسن ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، اکابر علمائے دیوبند اور اسلاف کے واقعات کے صاحب زادے ریاست دکن کے قاضی میں اس کا ذکر موجود ہے۔ مثلاً حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی کا جب انتقال ہوا، اس وقت برصغیر کے سیکڑوں مدارس میں؛ جبکہ ہزاروں کبار علماء موجود مولانا حافظ محمد احمد نانوتوی تھے، ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی گئی۔ (تفصیل کے لیے دارالعلوم دیوبند کی سالانہ روئداد ملاحظہ ہو) لہٰذا بعض اہل علم کا ایصال ثواب کے لیے مطلقاً اجتماعی قراءت قرآن کو بدعت قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ البتہ خواہش پرستوں نے عمل صالح میں مختلف پابندیاں لگادی ہیں، جو شرع کے خلاف ہیں اور عوام میں ایسی ہی قرآن خوانی کا رواج چل رہا ہے اور لوگ ان پابندیوں کے نبھانے کو ضروری سمجھتے ہیں اس لیے احادیث وفتاویٰ کی روشنی میں ایسی مروّجہ قرآن خوانی قابل اصلاح ہے۔ دین کا صحیح فہم رکھنے والے سنجیدہ اور با اثر حضرات کو چاہیے کہ خلاف شرع امور سے اپنے علاقے کے لوگوں کو روکنے کی جدوجہد فرمائیں۔

مروجہ ختم کے بدعت ہونے پر چند فتاویٰ جات

(فتوی نمبر1) کیا اسلام میں قرآن اخوانی کی اجازت ہے؟(1) اگر نہیں تو کیوں؟

(6) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(فتویٰ:461ن=۴۴۹\ن) مروجہ قرآن خوانی جائز نہیں ہے۔

(1) اس لیے کہ اس میں اجتماع کا التزام کیا جاتا ہے،(2) دعوت وشیرینی وغیرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے اور قرآن پڑھنے والوں کو قرآن پڑھنے پر نذرانہ وغیرہ دیا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے ان کو کھانا کھلایا اور ناشتہ وغیرہ کرایا جاتا ہے اور قرآن پڑھنے والے اسی وجہ سے قرآن پڑھنے والے اسی وجہ سے قرآن پڑھتے ہیں جو کہ اجرت ومعاوضہ کی شکل ہو جاتی ہے اور یہ کہ دعوت خوشی کے مواقع میں مشروع ہے نہ کہ غمی کے مواقع میں، ان تمام وجوہات وغیرہ کی بنا پر مروجہ قرآن خوانی ناجائز ہے:

یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث بعد الاسبوع...واتخاذالدعوۃ لقراء ۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقراء ۃ سورۃ الانعام او الاخلاص(رد المحتار: 3\148،ط زکریا دیوبند)ویکرہ لا تخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لافی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ(رد المحتار:3\148،ط زکریا دیوبند)فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قراء ۃ الاجزاء بالاجرۃ لا یجوز لان فیہ بالقراء ۃ واعطاء الثواب للآمروالقراء ۃ لا جل المال (رد المحتار:9\77،ط زکریا دیوبند) واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

نوٹ: مندرجہ بالا فتویٰ دارالعلوم دیوبند کی ویب سائٹ سے لیا گیا ہیں وہاں پر دیکھا جاسکتا ہے۔

(فتویٰ نمبر2)

مروجہ اجتماعی قرآن خوانی کے ذریعہ ایصال ثواب؟

سوال؟ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں جب ہمارے معاشرے میں کوئی وفات ہو جائے تو چند دن بعد مردے کی وارث کے کہنے پر چند لوگ جمع ہو کر قرآن کریم پڑھ کر ایصال ثواب دیتا ہیں۔اس میں گھر والا ان پر خیرات وغیرہ کھلاتا بھی ہیں۔تو کیا یہ طریقہ صحابہ کے دور میں تھا؟ یہ طریقہ جائز ہے؟اور تیسرا یہ کہ گھر والا تو خیرات کر کے ان پر بھی کھلاتا ہے.کیا قرآن کریم پڑھنے پر کھانا کیسا ہے؟ یہاں پر گھر والے نے خیرات کی نیت پر بھی ان پر کھلایا؟

جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میت کے لیے ایصال ثواب تو ثابت ہے لیکن اس کے لئے معاشرے میں جو طریقہ رائج ہے وہ مکروہ اور ناپسندیدہ ہے مثلاً مرنے کے تیسرے، دسویں یا چالیسویں دن ہی قرآن خوانی کرانے کو باعث ثواب سمجھتے ہیں یہ تاریخ کی تعیین و تخصیص ثابت نہیں، اسی طرح اس کے لیے باضابطہ لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے اور پڑھنے والے پارہ جلد ختم کرنے کی فکر میں بہت تیز رفتاری سے پڑھتے ہیں اور قواعد تجوید کی رعایت نہیں کرتے اس سے بسا اوقات ثواب ملنے کے بجائے گناہ ہو جاتا ہے نیز ختم کے بعد ناشتہ کھانا وغیرہ کھلایا جاتا ہے نیز یہ کھلانا پلانا کبھی میت کے ترکہ سے ہوتا ہے جو درست نہیں اس لئے قرآن خوانی کا مروجہ اجتماعی طریقہ لائق ترک ہے، ایصال ثواب کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ انفرادی طور پر لوگ جب چاہیں اور جس قدر چاہیں تلاوت قرآن کر کے یا نفلی نمازیں پڑھ کر یا صدقہ خیرات کر کے ثواب میت کو بخش دیا کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند ماخذ: دارالافتاء دارالعلوم دیوبند فتویٰ نمبر:146553

(فتویٰ نمبر 3)

!ایصال ثواب کا کھانا کیا مالدار لوگ کھا سکتے ہیں یا نہیں، جبکہ دعوت عمومی ہو، جواب جلد مرحمت فرمائیں جائز نہیں ہے

(۱) میت کی وفات کے اول روز میت کے گھر میں ڈیگیں پکانا کیسا ہے؟ جب کہ میت کی مالیت سے ہو؟ اور اس میں ضیافت اور صدقہ کے فرق کے بارے میں فقہا نے کیا ہے؟ اگر فرق ہے تو وضاحت فرمائیں۔

(۲) اسی طرح تیسرے دن پھر میت کے گھر کھانا تیار کرنا اور لوگوں کا جمع ہونا خاص کر عورتوں کا، پھر چالیس دن تک معمولی خوراک مسجد بھیجنا یا غریبوں مسکینوں پر کھانا، پھر چالیسواں روز پھر خوراک تیار کرنا پھر سال گذرنے کے بعد صدقہ کرنا آیا یہ صدقات شریعت مطہرہ میں کسی دلیل سے ثابت ہے؟ یا نہیں؟

(۳) پھر اگر میت کے گھر والے یہ کام کرائے اور علمائے کرام بھی وہاں جائے اور ان صدقات کو کھائے تو علمائے کا یہ کام کیسا ہے؟

جواب:۔62316

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میت کی وفات کے اول روز اسی طرح تیسرے روز کھانا تیار کر کے لوگوں کو جمع کر کے کھلانا، نیز چالیس روز تک مسجد میں کھانا بھیجنا، پھر چالیسویں روز اور سال گزرنے پر کھانا تیار کرنا یہ سب بدعت و رسوم ہیں، اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانے میں ان کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اس لیے ان سب رسوم و بدعات سے اجتناب کرنا ضروری ہے، اگر ایصال ثواب مقصود ہے تو اس کا عمدہ طریقہ یہ

ہے کہ بدون تعین یوم ووقت کے لوجہ اللہ نقد یا کپڑے یا کھانا فقراء کوصدقہ کردے اور خفیۃً نقد دینا سب سے بہتر ہے، کہ اس میں ریا نہ ہوگی اور ضرورت منداس سے اپنی جملہ حاجات رفع کرسکتا ہے؛ لیکن یہ بات واضح رہے کہ بہ طور صدقہ کھانا یا نقد دینا ترکہ میت سے اسی وقت جائز ہے جب تمام ورثاء دلی خوشی سے اس کی اجازت دیں لیکن ورثاء میں اگر کوئی نابالغ ہے تو اس کی اجازت معتبر نہیں ہے، ایسی صورت میں بالغ ورثاء اپنے مال سے کریں، نابالغ کے حصہ سے اس میں صرف نہ کریں، ان کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے،

ردالمحتار علی الدرالمختار میں ہے:

ویکره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لا نه شرع في السرور لا في الشرور، وهي بدعة مستقبحة وروى الامام احمد وابن ماجه باسناد صحيح عن جرير بن عبدالله قال "كنا نعد الا جتماع الى الميت وصنعهم الطعام من النياحة "اه الخ(شامي، ج:٣،ص:١٤٨ ،باب صلاة الجنازة،زكريا)نيز ديكهيں:فتاویٰ دار العلوم)

وفي البزازية: .ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الا سبوع

(۳) بطور رسم کی جانے والی دعوتوں میں کسی کو شرکت نہ کرنی چاہیے باقی اگر بطور رسم نہ ہو بلکہ دن وغیرہ کی تعیین کے بغیر بغرض کھلایا جائے تو اسے بھی کھانے سے خصوصاً اغنیاء اور علماء کو احتیاط کرنا چاہیے الخ (فتاوی رشیدیہ، ص:۱۲۴تا۱۲۳و۲۷۸، ط: دارالاشاعت، کراچی، نیز فتاوی دارالعلوم، ۱۸\۴۸۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

(فتویٰ نمبر 4)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں جب ہمارے معاشرے میں کوئی وفات ہو جائے تو چند دن بعد مردے کی وارث کے کہنے پر چند لوگ جمع ہو کر قرآن کریم پڑھ کر ایصال ثواب دیتا ہیں۔ اس میں گھر والا ان پر خیرات وغیرہ کھلاتا بھی ہیں۔ تو کیا یہ طریقہ صحابہ کے دور میں تھا؟ یہ طریقہ جائز ہے؟ اور تیسرا یہ کہ گھر والا تو خیرات کر کے ان پر بھی کھلاتا ہے. کیا قرآن کریم پڑھنے پر کھانا کیسا ہے؟ یہاں پر گھر والے نے خیرات کی نیت پر بھی ان پر کھلایا؟

جواب:146553 published :Nov 28,2016

Fatwa ID :235-223/M=1438/2

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میت کے لیے ایصال ثواب تو ثابت ہے لیکن اس کے لیے معاشرے میں جو طریقہ رائج ہے وہ مکروہ اور ناپسندیدہ ہے مثلاً مرنے کے تیسرے، دسویں یا چالیسویں دن ہی قرآن خوانی کرانے کو باعث ثواب سمجھتے ہیں یہ دن وتاریخ کی تعیین وتخصیص ثابت

نہیں،اسی طرح اس کے لیے باضابطہ لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے اور پڑھنے والے پارہ جلد ختم کرنے کی فکر میں بہت تیز رفتاری سے پڑھتے ہیں اور قواعد تجوید کی رعایت نہیں کرتے اس سے بسا اوقات ثواب ملنے کے بجائے گناہ ہوجاتا ہے نیز ختم کے بعد ناشتہ کھانا وغیرہ کھلایا جاتا ہے نیز یہ کھلانا پلانا کبھی میت کے ترکہ سے ہوتا ہے جو درست نہیں اس لئے قرآن خوانی کا مروجہ اجتماعی طریقہ لائق ترک ہے ،ایصال ثواب کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ انفرادی طور پر لوگ جب چاہیں اور جس قدر چاہیں تلاوت قرآن کر کے یا نفلی نمازیں پڑھ کر یا صدقہ خیرات کر کے ثواب میت کو بخش دیا کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

(فتویٰ نمبر 5)

س:ختم شریف کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بعض حضرات ختم خیرات کرتے ہیں لیکن کھانے پر اکثر امیر ہوتے ہیں، جہاں پر زیادہ تعداد میں امیر ہوں وہاں خیرات کا طریقہ کار کیا ہونا چاہئے؟ چونکہ بعض حضرات اس کو جائز اس لئے نہیں سمجھتے کہ خیرات کھانا مسکینوں کا حق ہے،لیکن اکثر لوگ اس بات سے اتفاق نہیں کرتے۔

ج:۔ختم کا رواج بدعت ہے، کھانا جو فقراء کو کھلایا جائے گا اس کا ثواب ملے گا،اور جو خود کھا لیا وہ خود کھا لیا،اور جو دوست احباب کو کھلایا وہ دعوت ہوگئی۔(آپ کے مسائل اوران کا حل)

(فتویٰ نمبر 6)

تلاوت قرآن سے ایصال ثواب کرنا

س:ایصال ثواب کے سلسلے میں جو عمومی طریقے رائج ہیں،مثلاً: قرآن کریم پڑھ کر ایصال ثواب کرنا،وغیرہ،اللہ کی کتاب میں کہیں بھی اس کا حکم نہیں دیا گیا، یہ عقلی بات نہیں بلکہ نقلی ہے۔

ج: جناب کا یہ ارشاد بالکل بجا ہے کہ ایصال ثواب کا مسئلہ عقلی نہیں نقلی ہے،قرآن کریم میں مومنین ومومنات کے لئے دعا واستغفار کا ذکر بہت مقامات پر آیا ہے،جس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ ایک مومن کا دوسرے مومن کے لئے دعا واستغفار کرنا مفید ہے،ورنہ قرآن کریم میں اس کا رعبث کو ذکر نہ کیا جاتا،اوراحادیث صحیحہ میں آنحضرتﷺ سے دیگر اعمال کا ایصال ثواب بھی منقول ہے،اور قرآن کریم کی تلاوت کا ایصال ثواب بطور خاص بھی منقول ہے،ہم اسی ایصال ثواب کے قائل ہیں، جو قرآن وحدیث اور بزرگان امت سے ثابت ہے۔اور جو نئے نئے طریقے لوگوں نے ایجاد کر رکھے ہیں،ان کی میں خود تردید کر چکا ہوں۔(آپ کے مسائل اوران کا حل)

(فتویٰ نمبر 7)

میت کوقرآن خوانی کا ثواب پہنچانے کا صحیح طریقہ

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ آپ کے مسائل اوران کاحل میں تحریرفرماتے ہیں۔"اس لئے میت کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی توبلاشبہ درست ہے،لیکن اس میں چندامور کالحاظ رکھنا ضروری ہے

.اول: یہ کہ جولوگ بھی قرآن خوانی میں شریک ہوں،ان کا مطمح نظرمحض رضائے الٰہی ہو،اہل میت کی شرم اوردکھاوے کی وجہ سے مجبور نہ ہوں،اورشریک نہ ہونے والوں پرکوئی نکیر نہ کی جائے، بلکہ انفرادی تلاوت کواجتماعی قرآن خوانی پرترجیح دی جائے کہ اس میں اخلاص زیادہ ہے۔

دوم:... یہ کہ قرآن کریم کی تلاوت صحیح کی جائے،غلط سلط نہ پڑھا جائے،ورنہ اس حدیث کا مصداق ہوگا کہ:بہت سے قرآن پڑھنے والےایسے ہیں کہ قرآن ان پرلعنت کرتا ہے۔

سوم:..یہ کہ قرآن خوانی کسی معاوضہ پر نہ ہو،ورنہ قرآن پڑھنے والوں ہی کو ثواب نہیں ہوگا،میت کو کیا ثواب پہنچائیں گے؟ ہمارےفقہاء نے تصریح کی ہے کہ قرآن خوانی کے لئے دعوت کرنا اورصلحاء وقراءکوختم کے لئے یا سورۃ انعام یا سورۃ اخلاص کی قرات کے لئےجمع کرنا مکروہ ہے۔(فتویٰ بزازیہ)

قرآن خوانی کے دوران غلط اموراوران کا وبال

س...قرآن خوانی میں چندلوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں پڑھنانہیں آتا،وہ شرماشرمی میں پارہ لے کر بیٹھ جاتے ہیں،اور جب لوگ پڑھ کررکھتے ہیں تواورلوگوں کے ساتھ وہ بھی پڑھے ہوئے پاروں میں رکھ دیتے ہیں،یا کچھ لوگ صحیح نہیں پڑھتے اورجلدی میں تلفظ صحیح ادانہیں کرتے یا کچھ پڑھتے ہیں کچھ چھوڑ دیتے ہیں،تو اس کا گناہ قرآن خوانی کروانے والے پر ہوگا یاپڑھنے والے پر یا دونوں پرہوگا؟

ج..جونہ پڑھنے کے باوجود یہ ظاہر کرتے ہیں کہ انہوں نے پڑھ لیا وہ گناہگار ہیں،اسی طرح جوغلط سلط پڑھتے ہیں وہ بھی،اور قرآن خوانی کرانے والا اس گناہ کا سبب بنا ہے،اس لئے وہ بھی گناہ میں شریک ہے۔(http://shaheedeislam/ap-kay-masail-vol-03-aesaal-e-sawaab/)

یہ تو علمائے دیوبند کا موقف تھا آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ ترجمان بریلویت کا موقف اس سے کتنا دور ہیں۔اللہ تعالیٰ علمائے دیوبند کی صحیح معنوں میں اتباع نصیب فرمائیں اور دیوبند کے نام پےلوگوں کوگمراہ کرنے والوں کی شر سے عام مسلمانوں کومحفوظ

فرمائیں۔امین

﴿عبدالخالق سیفی اینڈ کمپنی کی حقیقت﴾

بلوچستان اور خیبر پختونخواہ کے فرقہ سیفیہ کی حقیقت

عبدالخالق اینڈ کمپنی کے سیفی اور بریلوی ہونے کے ثبوت

فرقہ سیفیہ کی حقیقت

ہمارے علاقے ضلع پشین میں بدعتیوں کا ایک نو وارد ٹولہ بڑی تیزی کے ساتھ اپنی جڑیں مضبوط کر رہا ہے۔ یہ لوگ دراصل پیر سیف الرحمٰن افغانی کے مرید ہیں اور اسی کی نسبت سے ان کے بڑے اساتذہ اور پیر اپنے آپ کو سیفی کہتے ہیں۔اگر چہ عبدالخالق اینڈ کمپنی ادھر ڈر کی وجہ سے نہ اپنے آپ کو سیفی اور نہ اپنے آپ کو بریلوی کہتے ہیں بلکہ بطور تقیہ بریلویوں اور سیفیوں سے براءت کا اعلان کر رہے ہیں۔ان سیفیوں کا بنیادی وصف مساجد میں ذکر بالجہر کے ساتھ نعت خوانیوں پر اوچھل کود کرنا ہے جسے یہ لوگ ''وجد'' کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ حضرات عقیدۃ اور عملی طور پر کٹر بریلوی رضا خانی ہیں اور دیوبندیوں سے زیادہ بریلویوں کے قریب ہے۔ یہ ایک نیا فرقہ ہے جو اپنے آپ کو صرف اہل سنت والجماعت احناف کہتے ہیں دیوبند اور بریلی کی طرف اپنی نسبت نہیں کرتے۔

سیفی حضرات سے سوال

سوال یہ ہے کہ سیفی حضرات علمائے دیوبند یا بریلوی علمائے کے شاگرد ہے پتہ نہیں یہ کیسا اہل سنت والجماعت اور خالص احناف بن گئے جو اپنے اساتذہ سے بھی زیادہ اہل سنت والجماعت اور احناف ہے۔سوچنے کی بات ہے۔

دراصل ہمارے ملک کے صوبہ خیبر پختونخوا اور صوبہ بلوچستان میں چونکہ بریلویت کی لعنت بہت کم ہے اس لئے یہ لوگ یہاں اپنی جڑیں مضبوط کرنے کیلئے انہوں نے اپنے ساتھ بریلویت کا لاحقہ نہیں لگایا جبکہ پنجاب وسندھ میں بریلویت کافی پھیلی ہوئی ہے اس لئے یہ لوگ وہاں کھلم کھلا خود کو احمد رضا خان بریلوی کے ماننے کے ساتھ ساتھ ان کے محافل عرس ،میلا دو گیارہویں شریف وغیرہ میں شرکت کرتے ہیں۔

فتنہ سیفیہ کا تعارف

یہ سلسلہ آخوندزادہ پیر سیف الرحمٰن المعروف پیر باڑہ کے نام کی نسبت سے سیفی کہلاتا ہے،ان کے مریدین اور پیروکاروں کو سیفی کہا جاتا ہے۔سیفی سلسلہ کے افراد پاکستان،افغانستان اور دنیا کے دیگر ممالک میں قلیل تعداد میں مشن سیفیت و بریلویت جیسے گمراہی کی تشہیر میں مصروف عمل ہے۔تاہم پیر سیف الرحمٰن پیر باڑہ،جادوگر پیر،کرنٹ والا پیر کے نام سے بھی مشہور ہے۔

سیفی کی نشانی

جب ان سے تعارف پوچھا جاتا ہے کہ تم دیوبندی یا بریلوی؟ تو جواب میں فورا کہتے ہیں کہ ہم اہل سنت والجماعت احناف ہے جواہل سنت والجماعت اور حنفیت کے معیار پر پورا اُترتا ہے خواہ دیوبندی ہو یا بریلوی ہو وہ ہمارا بھائی ہے۔ساتھ یہ بھی کہتے کہ بہت سے دیوبندی وہابیت کے لئے خدمت کرتے ہیں اس لئے ہم اس کو نہیں مانتے (حالانکہ یہ وہی دیوبندی ہوتے جوان کے گمراہ کن نظریات اور بدعات کی مخالفت کرتے ہیں۔)اور جو بریلوی اہل سنت والجماعت اوراحناف کے معیار پر پورااترتا ہے وہ ہمارا بھائی ہے ورنہ اس طرح تو بہت سے بریلوی حضرات شیعہ کے لئے خدمت کرتے ہیں اس لئے ہم ان کو نہیں مانتے۔

حالانکہ یہ ان سیفی حضرات کا دجل ہے دراصل یہ حضرات اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت اوراحناف کہتے ہیں اپنے علاوہ سب کو خوارج اور گمراہ کہتے ہیں۔

فرقہ سیفیہ کا تعارف بزبان پیر سیف الرحمٰن

یہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ ہے۔جس کی عمومی پہچان سفید عمامہ،سفید لباس اور ظاہری طور پر شریعت سے وابستگی ہے۔سلسلہ کا تعارف بانی سلسلہ سیفیہ اس طرح بیان کرتے ہیں بحمد اللہ میں اللہ تعالیٰ کا عاجز بندہ ہوں کہ تمام سرزمین پر اپنے آپ سے باعتبار ذوق کوئی اور مجھے ادنیٰ ترین نظر نہیں آتا۔اور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کا امتی ہوں اور حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر اعتقاد رکھتا ہوں اور فروع وفقہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان ثابت کوفی کا مقلد ہوں،اور اصول وعقائد میں اہل سنت جماعت کے عظیم پیشوا حضرت امام ابومنصور ماتریدی کا تابع ہوں (اسی طرح عبدالخالق سیفی بھی اپنا تعارف کرواتا ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا مقلد ہوں اور اصول وعقائد میں امام ابومنصور الماتریدیؒ کا تابع ہوں تصوف میں سلسلہ قادریہ سے منسلک ہونے کی بناء پر قادری ہوں لیکن پیر سیف الرحمٰن کی طرح دیوبندی اور بریلوی کی صراحت سے گریز کرتا ہیں۔از ناقل) اور تصوف وطریقت میں حضرت خواجہ بزرگ محمد بہاء الدین شاہ نقشبند ؒ،حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ،حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ،حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ،اور حجرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا تابع اور انہی بزرگان دین کا بالواسطہ مرید ہوں"۔(ہدایت السالکین،مرتب،پروفیسر مشتاق احمد،صفحہ 3,4،ناشر دارالعلوم جامعہ سیفیہ باڑہ بشاور)

سیفی عقائد اور اعمال میں کس کے پیروکار؟

سیفی حضرات عقائد واعمال میں احمد رضا خان بریلوی کے پیروکار ہیں فرقہ بریلویہ مبتدعہ کے ساتھ عقائد اور اعمال میں یکساں ہے۔مثلاً علم غیب،حاضر وناظر،مختار کل،غائبانہ ندا،نبی کریم ﷺ کے نوری مخلوق ہونے کا عقیدہ،میلاد مروج،عرس،تیجہ ،مزارات وغیرھم کے قائلین ہیں۔مولوی احمد رضا خان بریلوی سے پہلے فقہ حنفی کی کسی معتبر کتاب میں ان عقائد کا تذکرہ نہیں ہے پس

جب سیفی گروہ ان تمام عقائد اور اعمال کے حامل ہے جو عام فرقہ بریلویہ کے ہیں تو ان کا صوبہ بلوچستان یا خیبر پختونخواہ میں خود کو بریلوی نہ کہنا اور اس نسبت سے اپنی برات کا اظہار کرنا سوائے دجل وفریب اور منافقت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ آیئے ہم آپ کے سامنے خود جید سیفی اکابر وعلماء کی کتب کے حوالہ جات ذکر کرتے ہیں جن میں انہوں نے برملا اپنی بریلویت کا اظہار کیا ہے۔

اکابرین سیفیت کا برملا اعلان بریلویت

مولانا ساجد نقشبندی حفظہ اللہ نے ایک مضمون میں اکابرین سیفیت کے برملا اعلان بریلویت کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔

(ا) مولوی احمد علی شاہ سیفی کراچی والے کا شمار پیر باڑہ پیر سیف الرحمٰن افغانی کے اجل خلفاء میں سے ہوتا ہے موصوف لکھتے ہیں۔" آج کے عہد میں اس قسم کے اختلافی مسائل میں ہم اہل سنت کے لئے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ کا قول فیصل ہے۔"(مجموعہ رسائل ص291 ج2 ناشر جامعہ امام ربانی کراچی)

جب تمام اختلافی مسائل میں سیفیوں کے لئے فتنہ بریلویت کے سربراہ مولوی احمد رضا خان کا قول فیصل ہے تو اس کے بعد آج کس منہ سے یہ سیفی بریلویت سے اظہار برائت کر رہے ہے۔ اور ان کا اظہار برائت از بریلویت کسی حکمت عملی اور شیعوں کی طرح تقیہ ہے۔

(1) سیفیوں نے پیر سیف الرحمٰن کی یاد میں ایک خصوصی شمارہ شائع کیا جس میں اس :وقت کے چند جید بریلوی اکابر کے تاثرات شامل ہیں چند نام یہ ہیں استاذ الاستاذ شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد اشرف سیالوی صاحب"۔(بہار اسلام کا عکس" مجدد الف ثانی امام خراسانی نمبر،ص41) استاذ العلماء محقق دوران حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی (بہار اسلام کا عکس مجدد الف ثانی امام خراسانی نمبر،ص42) جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان صاحبزادہ فضل کریم"۔(بہار اسلام کا عکس مجدد ثانی خراسانی نمبر،ص46)۔ یہ رسالہ سیفی پیر طریقت مولوی محمد عباس سیفی مجددی نے انجمن بہار الاسلام دارالعلوم سیفیہ لاہور کی طرف سے شائع کیا ہے۔ مولوی موصوف پیر سیف الرحمٰن کے خلیفہ مطلق ہیں جو کہ اس فرقہ کے ہاں سب سے اعلیٰ منصب ہے(بہار اسلام کا عکس مجدد الف ثانی امام خراسانی نمبر،ص5)

اشرف سیالوی کا مولانا حق نواز جھنگویؒ سے مناظرے کی داستان

(2) مولوی اشرف سیالوی بریلوی وہ آدمی ہے جس نے حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے ساتھ جھنگ میں اکابر علماء دیوبند کے کفر وایمان پر مناظرہ کیا آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ سیفیوں کی طرف سے اس گستاخ بریلوی مناظرہ کو کیا کیا القابات دئے جا رہے ہیں، ڈاکٹر آصف جلالی بھی اس وقت بریلوی کابینہ میں مرکزی شخصیت ہیں جبکہ فضل کریم بریلویوں کی سنی اتحاد کونسل کا سربراہ تھا جس کی وزارت میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی فتاویٰ رشیدیہ پر پابندی لگی تھی یہ وہ پلید ونجس بریلوی ہے جس کی سربراہی میں فیصل آباد

میں حضرت مولانا ضیاء القاسمی شہیدؒ کی قبر مبارک کی بے حرمتی کی گئی اور ان کے قیمتی اور نایاب کتب پر مشتمل کتب خانہ کو خاکستر کیا گیا۔اس بد بخت کو یہ سیفی کیسے کیسے القابات دے رہے ہیں۔ایسے متشدد بریلوی علماء کوان القابات سے نوازنا اور پیر سیف الرحمٰن کی تائید میں ان سے مضامین لکھوانا ہی اس بات کی علامہ ہے کہ سیفی حضرات کٹر بریلوی ہیں۔

(3) مولوی احمد علی شاہ سیفی بریلویوں کے مایہ ناز مناظر مولوی نظام الدین ملتانی کے متعلق لکھتے ہیں:اس کے علاوہ مولانا نظام الدین بریلوی نے بھی اشارہ کو منع لکھا ہے حالانکہ وہ اپنے وقت کے مناظر تھے اوراشارہ کرنے کے بارے میں کئی دلائل نقل کئے ہیں(جامع الفتاویٰ ج2 ص113 حصہ چہارم المعروف انوارشریعت)(مجموعہ رسائل حصہ دوم،ص354) مولوی نظام الدین ملتانی وہ آدمی ہے جس نے اپنی انوارشریعت کی دونوں جلدوں میں کھل کر علماء دیوبند پر تبرا کیا خصوصا مجاہد فی سبیل اللہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ،حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ،فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ،محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہار نپوریؒ،حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کی معاذ اللہ کھل کر تکفیر کی۔ایسے تکفیری خارجی آدمی کواپنے وقت کا مناظر کہنا اوراس کی ایسی زہریلی کتاب سے استدلال کرنا آخر کس بات کا پتہ دے رہا ہے؟۔

(4) پیر سیف الرحمٰن کے خلیفہ صوفی نثار الحق اینڈ کمپنی نے اپنے ہی سیفیوں کے خلاف ایک کتاب شائع کی''اکرام مسلم''اس کے آخری صفحہ پر عنوان ہے:''سالکین کیلئے چندضروری کتب''جس کے تحت ان کتابوں کو شامل کیا گیا ہے:''تفسیر ضیاء القرآن حضرت علامہ پیر کرم شاہ الازہریؒ،ترجمہ وتفسیر اعلیٰ حضرتؒ ومولانا نعیم الدین مرادآبادیؒ،احکام القرآن مولانا محمد جلال الدین قادری،سنی بہشتی زیور مفتی خلیل خان برکاتی مولانا عالم فخری''۔اتنے جید بریلوی اکابر کی کتب پڑھنے کی تلقین کرنے کے بعد بھی اگر یہ لوگ بریلوی نہیں تو کیا بریلویوں کے سرپر سینگ ہوتے ہیں؟ یہ بھی یادرہے کہ مفتی خلیل خان برکاتی کی کتاب''سنی بہشتی زیور''حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کی کتاب''بہشتی زیور''کے مقابلے میں لکھی گئی ہے۔

(5) پیر سیف الرحمٰن کے ممتاز خلیفہ علامہ سید عمر دراز سیفی مشہدی نے اپنے رسالہ''مجلّہ العلم''کا''خواجہ مبارک سیف الرحمٰن''نمبر شائع کیا تو اس کے صفحہ نمبر 2 پر لکھا ہوا ہے:''بیادگار امام اہل سنت مجدد دین وملت پروانہ شمع رسالت عظیم البرکت عظیم المرتبت حضرت علامہ مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہٗ''۔

اب بھی کسی کو شک ہے کہ سیفی بریلوی نہیں؟

(6) اسی رسالہ کے صفحہ 59 پر ہے''استاذ العلماء حضرت علامہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ لاہور"موصوف بریلویوں کے مدارس کے وفاق کے سابق صدر ہیں اوراس وقت یہ عہدہ ان کے بیٹے راغب نعیمی کے پاس ہے۔

(7) پیر سیف الرحمٰن افغانی کے خلیفہ مطلق صوفی نثار الحق (ٹیلر) کی جماعت نے ایک کتاب اپنے ہی پیر بھائی مولوی محمد علی شاہ سیفی کے خلاف لکھی اس میں ہے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت اعلم العلماء الربانیین افضل العلماء الحقانیین حامی السنن''معجزہ من

معجزات المرسلین ﷺ وبارک وسلم ذی التصنیفات الرائقۃ والتحقیقات الفائقہ والتدقیقات الشائقہ تاج المحققین سراج المدققین اکمل الفقہاء المحدثین حضرت سیدنا الواجد مجد الماجد اطیب الاطائب مولانا مولوی محمد نقی علی خان صاحب محمدی سنی قادری برکاتی بریلوی''۔(اکرام الحق،ص284 ناشر تبلیغ صوفیاء دعوت الی الخیر کراچی)یہ مولوی نقی علی خان بریلوی کے والد ہیں حجۃ الاسلام حضرت مولان محمد قاسم نانوتویؒ کی تحذیر الناس کے متعلق فتنہ اسی نقی علی خان نے کھڑا کیا تھا۔آگے ملاحظہ ہو:حضرت مولانا العلام والحبر القمقام حامی السنۃ قامع البدعۃ بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا''الحاج المولوی احمد رضا خان صاحب''۔(اکرم الحق،ص284 ناشر تبلیغ صوفیاء دعوت الی الخیر کراچی)اسی کتاب میں ہے مجاہد اہل سنت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی تفسیر خزائن العرفان(اکرم الحق،ص332) سیفیوں کا یہ نام نہاد مجاہد اہل سنت مولوی احمد رضا خان بریلوی افغانی کا خلیفہ خاص ہے اور جس تفسیر خزائن العرفان کا حوالہ دیا اس میں نبی اکرم ﷺ کی بشریت کے انکار سمیت دیگر کئی کفریہ باتیں ہیں تفصیل کیلئے امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ کی کتاب''تنقید متین بر تفسیر نعیم الدین''کا مطالعہ کریں۔

(8)سیفی استاذ العلماء شیخ القرآن غلام فرید ہزاروی سیفی لکھتا ہے اعتقادی ونظریاتی اعتبار سے اور بعض بریلوی کہلانے والوں نے ان کے(حجرت اخند''زادہ صاحب شرکار)خلاف معاندانہ کاروائی شروع کر رکھی ہے کہ وہ سنی حنفی نہیں ہیں حالانکہ وہ یاغوث اعظم دستگیر کو جائز فرماتے ہیں بلکہ یاغوث اعظم دستگیر نامی پمفلٹ اپنے آستانے سے شائع کیا ہے تمام عقائد میں اہلسنت بریلوی سے پوری پوری مطابقت رکھتے ہیں عرس کرواتے ہیں میلاد مناتے ہیں ااستانے پر عرس کے موقعہ پر سلام مع القیام پڑھا جاتا ہے''۔حضرت پیر سیف الرحمٰن کا پیغام علماء مشائخ اہلسنت کے نام،ص8،مرتب صوفی غلام مرتضی،مکتبہ محمدیہ سیفیہ لاہور

(9) سیفی پیر طریقت شیخ العلماء میاں محمد سیفی حنفی ماتریدی اپنے ایک بیان کہتا ہے حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی جیسی دیگر مبارک ہستیوں نے جو تعلیمات ارشاد فرمائیں ہیں ہمارت پیر وپیشوا حجرت مجدد العصر محبوب سبحان سیدنا ومرشدنا اخندزادہ سیف الرحمٰن پیرارچی خراسانی مبارک مفظلہ العالی کی طرف سے ہمیں سختی کے ساتھ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ ان پرعمل درآمد کو زندگی کا معمول بنایا جائے اور اسی فکر کو عام کرنے کیلئے بھرپور جدوجہد کی جائے''۔(اہم مقالہ،ص8 آستانہ عالیہ سیفیہ لاہور)۔(مستفاد از مضمون مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ بتغیر یسیر)

سیفی بریلویوں کی ایک اور نشانی

سیفیوں کی ایک نشانی یہ ہیں کہ وہ اپنے آپ کو صرف حنفی ماتریدی قادری چشتی وغیرہ لکھتے ہیں۔اپنی نسبت دیوبند یا بریلوی کی طرف نہیں کرتے۔حالانکہ حقیقت میں ان کے سارے مسائل بریلویوں سے اخذ شدہ ہوتے ہیں۔

عبدالخالق سیفی بریلوی کا استاذ کون؟

عبدالخالق سیفی کا استاذ مشہور زمانہ سیفی عالم حضرت مولانا غلام سیفی بریلوی ہیں۔جس کا انہوں نے بار بار قرار بھی کیا ہیں۔اور غلام حضرت غلام سیفی بریلوی، پیر سیف الرحمان پیرار چی خراسانی بریلوی کا مرید خاص تھا۔ہمارے نزدیک سیفیت کے لئے غلام حضرت سیفی بریلوی نے سب سے زیادہ خدمات سرانجام دیئے ہے۔آج کل اس کے سارے شاگرد اور پیروکار سیفی گمراہ فرقے کے لئے اپنی توانائی صرف کررہے ہیں۔

عبدالخالق سیفی بریلوی، پیر سیف الرحمٰن کے نقش قدم پر

جس طرح پیر سیف الرحمٰن اپنے آپ کو دیوبندی اور بریلوی نہیں کہتا اسی طرح پیر سیف الرحمٰن کے قدم پر چلتے ہوئے عبدالخالق سیفی بھی اپنے آپ کو دیوبندی اور بریلوی نہیں کہتا۔اگر موصوف حقیقی دیوبندی ہے تو صاف کہہ دے کہ میں تمام نظریات میں علمائے دیوبند کے ساتھ متفق ہوں۔میرا یقین ہیں کہ اس طرح وہ نہیں کہہ سکتا۔اس لئے عبدالخالق اپنا تعارف اس طرح کراتا ہیں۔ "میں حنفی ماتریدی قادری ہوں" اپنے آپ کو سیفی حضرات کی طرح دیوبندی اور بریلوی نہیں کہتا یہ اس کی سیفیت کی واضح دلیل ہے۔

پیر سیف الرحمٰن کے ساتھ عبدالخالق سیفی کا عقیدت

موصوف کہتا ہیں کہ میں سیفی نہیں ہوں تاہم پیر سیف الرحمٰن کے ساتھ ان کے عقیدت کا یہ عالم ہیں کہ پیر سیف الرحمٰن کے نام کے ساتھ رحمہ اللہ بھی کہتا ہیں۔یہ الفاظ ان کے آڈیو بیان میں ہیں ہر کوئی تلاش کر کے سن لے۔حالانکہ پیر باڑہ جیسے گمراہ شخص کو بھی رحمہ اللہ کہنا اس کی سیفیت کی واضح نشانی ہے۔پیر باڑہ صرف گمراہ نہیں ہے بلکہ جعلی پیر کے نام جو پوسٹر مشہور ہے اس میں تو علماء نے اس پر زندیق کا فتوی لگایا ہے اور زندیق کو رحمہ اللہ کہنا سمجھ سے بالاتر ہے۔وہ پوسٹر پیش خدمت ہے۔

غلام حضرت "مرید" پیر باڑہ سے عبدالخالق سیفی کا عقیدت

غلام حضرت کے بارے میں کہتا ہیں ان الفاظ کا خلاصہ کچھ اس طرح ہیں: من احب الشیخ غلام حضرت غلام فھو سنی ومن ابغضہ فھو بدعی

عبدالخالق سیفی کے نزدیک معیار حق غلام حضرت سیفی ہے (نعوذ باللہ)

کہتے ہیں جو شیخ غلام حضرت سیفی کے ساتھ محبت کرے وہ سنی ہیں اور جو شخص اس کے ساتھ بغض رکھیئے وہ بدعتی ہے۔اب آپ خود اندازہ لگائے جو لوگ غلام حضرت سے محبت نہیں بلکہ نفرت کرتے ہیں تو وہ عبدالخالق سیفی کے نزدیک بدعتی ہے۔تو جب

عبدالخالق سیفی کے نزدیک معیار حق ہی غلام حضرت سیفی ہے تو اس سے بڑا سیفیت اور کیا ہوسکتا ہے یہ بھی اس کی سیفیت کا سب سے بڑا دلیل ہے۔اور موصوف کا یہ عقیدہ سارے امت کے خلاف ہے سارے امت کے نزدیک معیار حق صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین ہے اور موصوف کے نزدیک ایک گمراہ شخص معیار حق ہے جس کا معیار حق ہی گمراہ اور سیفی بریلوی ہو تو وہ خود کیسے سیفی بریلوی نہیں ہونگے۔اس لئے موصوف کا یہ کہنا کہ میں سیفی نہیں ہوں سب سے بڑا دجل، جھوٹ اور فریب ہے۔

وضاحت

ہم سیفی، بریلوی یا دیوبندی ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو متعلقہ جماعت کے جمہور علماء کے نظریات وعقائد میں مکمل پیروکار اور ماننے والا ہو۔اگر کوئی شخص کسی جماعت کے کسی عالم کے تفردات کے پیچھے چلتا ہے تو وہ اس جماعت کا پیروکار نہیں کہلائے گا۔جس طرح سیفی حضرات اور مماتی حضرات بعض مسائل میں جمہور علمائے دیوبند کے موقف سے ہٹ کر بعض دیوبندی علماء کے تفردات کو پیش کر کے دیوبندیت کا نام دے رہے حالانکہ دیوبندیت نام ہے جمہور علمائے دیوبند کے نظریات،عقائد اور اعمال کا پیروکار اور ماننے والا ہو۔

عبدالخالق سیفی بریلوی سے سوال؟

عبدالخالق سیفی سے ہمارا سوال یہ ہیں جب آپ اپنے نام کے ساتھ قادری لکھ سکتے ہو تو دیوبندی لکھنے میں کیا حرج ہیں؟اگر آپ حقیقتاً سیفی بریلوی نہ ہو؟ بلکہ صرف لکھنا کافی ہی نہیں جب تک آپ جمہور علماے دیوبند کے متفقہ عقائد ونظریات کے ساتھ اتفاق نہیں کرینگے۔اور سیفیت وبریلویت کے گمراہ کن نظریات سے اعلان برات نہیں کرینگے۔تو آپ کا سیفیت وبریلویت سے انکار کوئی بھی شخص ماننے کو تیار نہیں۔

پیر سیف الرحمٰن کے ثبوت بریلویت کے چند شواہد

دلیل اول:۔پیر باڑہ کے مرید خاص کی گواہی

مفتی غلام فرید ہزاروی سیفی لکھتے ہے''اعتقادی ونظریاتی اعتبار سے اور بعض بریلوی کہلانے والوں نے ان کے (حضرت اخندزادہ صاحب سرکار) خلاف معاندانہ کاروائی شروع کررکھی ہے کہ وہ سنی حنفی (یعنی بریلوی۔از ناقل) نہیں حالانکہ وہ یاغوث اعظم دستگیر کو جائز فرماتے ہیں بلکہ یاغوث اعظم دستگیر نامی پمفلٹ اپنے آستانے سے شائع کیا ہے تمام عقائد میں اہلسنت بریلوی سے پوری پوری مطابقت رکھتے ہیں عرس کرواتے ہیں میلاد مناتے ہیں آستانے پر عرس کے موقعہ پر سلام مع القیام بھی پڑھا جاتا ہے۔(سہاہی انوار رضا جوہر آباد 2008 کا تیسرا شمارہ ص8)

دلیل دوئم:۔پیر باڑہ کا مولانا احمد رضا خان بریلوی سے عقیدت کی اک جھلک

پیر باڑہ مولانا احمد رضا خان کے بارے میں کہتے ہے:اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو میں اس نظر سے دیکھتا ہوں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو یہ سارا خطہ وہابیت سے بھر جاتا۔وہ ولی کامل،عاشق ،رسول،محقق،بے مثل عالم بزرگ ،اور مجاہد تھے۔وہ امام وقت اور مرد کامل تھے۔ماتریدی تھے۔میں بھی ماتریدی ہو۔امام اعظم کے وہ بھی مقلد تھے میں بھی مقلد ہوں،وہ ہمارے بزرگ اور رہنما ہیں۔وہ ولایت میں وہ اعلیٰ مقام کے حامل انسان تھے۔وہ بھی پٹھان تھے میں بھی پٹھان ہوں۔وہ قندہار کے تھے اور میں قندوز کا رہنے والا ہوں۔میں عقیدے،مذہب،قوم اور علاقہ ہر اعتبار سے ان کے موافق ہوں۔اوران سے کوئی اختلاف نہیں۔بلکہ ان کے فتاویٰ رضویہ سے خوشہ چینی کرتا ہوں۔(سہاہی انوار رضا جوہر آباد 2008 کا تیسرا شمارہ ص347,348)

دلیل سوئم:۔پیر باڑہ کا فتاوی رضویہ اور حسام الحرمین کی تائید

سہاہی انور رضا میں لکھا ہے:فتاویٰ رضویہ،حسام الحرمین،کنز الایمان،الحق المبین کی تائید وتوثیق کے حوالے سے حضرت پیر اخندزادہ متصلب ہیں اور زبردست موید اور قائل ہیں۔(سہاہی انوار رضا جوہر آباد 2008 کا تیسرا شمارہ ص364)

دلیل چہارم:۔پیر باڑہ کا مولانا احمد رضا خان کو سچا عاشق رسول اور امام اہل سنت کہنا

حضرت اخندزادہ مبارک اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کو اہلسنت کا مقتدا اور سچا عاشق رسول ﷺ سمجھتے ہیں۔(سہاہی انوار رضا جوہر آباد 2008 کا تیسرا شمارہ ص364)

دلیل پنجم:۔پیر باڑہ کا تفہیم قران کے لئے مولانا احمد رضا خان کے ترجمہ پڑھنے کی ترغیب

اگر قرآن کریم کی تفہیم حاصل کرنا ہوتو ادھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں بلکہ امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنز الایمان پڑھا جائے۔(سہاہی انوار رضا جوہر آباد 2008 کا تیسرا شمارہ ص364)

دلیل ششم:۔پیر باڑہ کا علمائے دیوبند پر فتویٰ کفر میں احمد رضا خان کی تائید

مجھے اعلیٰ حضرتؒ کے تمام فتاویٰ جات سے اتفاق ہے اور یہ افترا بازی کی گئی کہ میں معاذ اللہ گستاخ رسول کو کافر قرار نہیں دیتا تو فقیر نے بارہا یہ بیان کیا کہ میرے نزدیک اجماعی قاعدہ جو میرے سمیت تمام علمائے اہلسنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ اگر کوئی ضروریات دین میں سے انکار کرے تو کافر ہے اور اگر کوئی گستاخی رسول ﷺ کا مرتکب ہوا تو اگر وہ دیوبند کا ہو یا غیر دیوبندی کافر ہے۔

اس کے باوجود جب میرے سامنے حفظ الایمان کی وہ عبارت جس میں رسول اکرم ﷺ کے علم کو پاگلوں کے علم سے تشبیہ دی گئی تھی پڑھی گئی تو میں نے اس کے مصنف قائل مصحح کو کافر قرار دیا اور میرا آج بھی یہی فتویٰ ہے اور الحمد للہ میں کتاب ''حسام الحرمین

’’ کی بھی مکمل تائید کرتا ہوں۔(سہ ماہی انوار رضا جوہرآباد 2008 کا تیسرا شمارہ ص25)

دلیل ہفتم:۔188 جید مشہور بریلوی علماء ومفتیان کا پیر باڑہ کی تائید

ان بریلوی علماء میں چند مشہور کے نام درجہ ذیل ہے۔

(۱)پیر محمد افضل قادری (۲)مفتی منیب الرحمٰن سابق چیئر مین رویت ہلال کمیٹی (۳)ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

(۴)سید شاہ تراب الحق (۵)ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی ازہری (۶)ابوالخیر محمد زبیر (۷)علامہ سعید احمد اسعد وغیرہ

اتنے بڑی تعداد میں بریلوی علماء کا پیر باڑہ کی تائید دلیل ہے کہ موصوف بریلوی ہے۔ذرا سہ ماہی انوار رضا جوہرآباد ص2008,385 کا تیسرا شمارہ اور پیر سیف الرحمٰن کا پیغام علماء ومشائخ کے نام کو دیکھ لیجئے۔

خلاصہ

میرے پاس اس حوالے سے سینکڑوں دلائل ہیں لیکن ماننے والے کیلئے مندرجہ بالا چند دلائل بھی کافی ہے اور نہ ماننے والوں کیلئے ہزار دفتر بھی ناکافی۔یہ تمام دلائل اس بات کی روشن وواضح دلیل ہے کہ سیفی رضاخانی بریلوی ہی ہیں پیر باڑہ مولانا احمد رضا خان بریلوی سمیت جید بریلوی اکابر کے عقائد ونظریات سے کلی متفق ہونا ان کا بظاہر دیوبندیوں کی طرح بود و باش ہری پگڑی والے بریلویوں کے خلاف فتوے بازی اور بریلویت کا انکار اور خود کو حنفی کہنا بلوچستان اور خیبر پختونخواہ کی غیور سنی عوام کو دھوکا دینا ہے۔بندہ کی یہ کاوش ان نام نہاد خطباء کیلئے درس عبرت ہے جو کہتے ہیں کہ سیفی چونکہ بریلوی نہیں اس لئے ہم ان کے جلسے جلوسوں میں جاتے ہیں۔یا ان کو اپنے جلوسوں میں بلاتے ہیں۔خدارا اس فتنے کو پہچان لو ان سے دور رہیے۔

جواب دو!

اپنی بریلویت کا انکار کرنے والے عبدالخالق سیفی اینڈ کمپنی کو اس کا جواب دینا ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆ختم شد☆☆☆☆☆☆☆☆

قبر پر گنبد بنانا

اہل بدعت کا موقف

اہل بدعت کے نزدیک اولیاء کرام کے قبور پر گنبد بنانا جائز ہے ۔اورزائرین کی سہولت کی خاطر اگرزیارت پر گنبد ہوتو زائرین گرمی اور سردی سے محفوظ ہونگے ۔(التحقیق المختار ص٦٦،٦٩)

اہل سنت والجماعت کا موقف

ترجمان اہل سنت والجماعت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ لکھتے ہے ۔''ائمہ مسلمینؒ نے قبر پر عمارت بنانے اوران کو پختہ کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے اوراس کو بدعت ضلالہ کہتے ہوئے انکار کیا ہے ۔قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفیؒ (التوفی 1225 ھ) لکھتے ہیں:

آنچہ برقبوراولیاء عمارت ہائے رفیع بنامیکنندوچراغاں روشن می کنندوازین قبیل ہرچہ میکنندحرام است (مالابد منہ ص 95)

ترجمہ: وہ جو کچھ کہ حضرات اولیأ کرام کی قبروں پر کیا جاتا ہے کہ اونچی اونچی عمارتیں بناتے ہیں اور چراغ روشن کرتے اوراس قسم کی جو چیز بھی کرتے ہیں ،حرام ہے ۔(راہ سنت ص184)

دلیل اول

قال نھیٰ رسول اللہ ﷺ وسلم ان یجصص القبروان یبنٰی علیہ وان یقعد علیہ.(مسلم،مسنداحمد،ترمذی،ابوداود،محلی ،السنن الکبری)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے اوراس پر عمارت بنانے اوراس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے ۔

دلیل دوم

نھیٰ رسول اللہ ﷺ ان یبنیٰ علی القبور اویقعدعلیھااویصلیٰ علیھا.(ابن ماجہ ،کتاب الجنائز ،مجمع الزوائد ص 61/3)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر عمارت بنانے اوران پر بیٹھنے اورنماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے ۔

دلیل سوئم

نھٰی رسول الله ﷺ ان یبنیٰ علیٰ القبروان یجصص (مسنداحمد)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے قبر پر عمارت بنانے اور قبر کو پختہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا مذہب اور فتویٰ

ولانریٰ ان یزاد علیٰ ماخرج منه ونکره أن یجصص أو یطین أو یجعل عنده مسجداًو علم أویکتب علیه ،ویکره الأجرأن یبنیٰ به.(کتاب الآثار للامام محمدؒ)

ملاعلی قاریؒ کا فتویٰ

قال الملاعلی القاریؒ :ولاقبرامشرفاھوالذی بنی علیه حتیٰ ارتفع ".........ویستحب الھدم......قال فی الاذھار:النھی عن تجصیص القبورللکراھة ،وھو یتناول البناء بذالک ......ویجب الھدم .(مرقاة شرح مشکاة ،باب دفن المیت ،مکتبه رشیدیه)

علامہ ابن القیمؒ کا فتویٰ

ولم یکن من ھدیه ﷺ تعلیة القبور ولابنائھا بآجر،ولابحجر ولبن ولاتشییدھا،ولاتطیینھا،ولابناء القباب علیھا،فکل ھذابدعة مکروھة مخالفة لھدیه ﷺ ،وقدبعث علی ابن ابی طالب الی الیمن الاید ع تمثالاالاطمسه،ولاقبرامشرفاالاسواہ فسنته ﷺتسویة ھذه القبورالمشرفة کلھا،ونھیٰ ان یجصص القبر،وان یبنی علیه، وان یکتب علیه ،وکانت قبوراصحابه لامشرفة ولالاطئة ،وھکذاکان قبره الکریم وقبرصاحبیه .(زادالمعاد ص 242ج ا)

کیا سیفی بریلوی صاحب حنفی ہے؟

مندرجہ ذیل حوالاجات سے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ موصوف جس طرح دعویٰ دیوبندیت میں جھوٹا ہے اسی طرح دعویٰ حنفیت میں بھی مکمل طور جھوٹا ہیں۔ کیونکہ امام ابوحنیفہؒ، امام محمدؒ اور فقہائے احناف نے تو قبر پر بناء کو مکروہ لکھا ہیں۔ اگر یہ حنفیت کے دعویٰ میں سچا ہوتا تو ضرور فقہ حنفی کے یہ فتاویٰ جات مناتے۔ جب اس کا نظریہ امام ابوحنیفہؒ اور فقہائے احنافؒ کے خلاف ہیں تو ظاہر ہیں کہ موصوف حنفیت کا نام بھی اپنی بدعات کے لئے استعمال کر رہا ہے۔ اگر یہ حقیقی حنفی ہوتا تو امام ابوحنیفہؒ اور فقہاء احنافؒ کے فتاویٰ جات کو

مانتا۔اب آپ خود دیکھ لے کہ امام ابوحنیفہؒ،امام محمدؒاور دوسرے حنفی فقہاء کیا فرماتے ہیں اور موصوف کیا فرماتے ہیں۔موصوف تو حنفیت کا بڑا دعویدار ہے لیکن یہ دعوے صرف زبانی ہیں حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔فقہائے احناف کے فتوی جات ملاحظہ فرمائیں۔اور اس کی حنفیت کو بھی جانچ لیں۔

فقہائے احناف کے فتویٰ جات

1۔خلاصۃ الفتاویٰ ج1ص226میں ہے:**فان کتب علیه شی ء اوو ضع الاحجار فلا با س به عند البعض وال یجصص القبر ولا یطین ولا یر فع علیه بناء۔**

قبر پر کچھ لکھنے یا پتھر لگانے میں بعضوں کے نزدیک مضائقہ نہیں،البتہ قبر پختہ بنائی جائے،نہ اس کو مٹی سے لیپا جائے اور نہ اس پر عمارت تعمیر کی جائے۔

2۔فتاویٰ عالمگیری ج4ص110میں ہے:**ولو اتخذ کا شانه لید فن فیھا موتی کثیرۃ یکرہ ایضًا لان البناء علی المقابر یکرہ۔**

اگر کاشانہ بنایا کہ اس میں بہت سے مردے دفن کیے جائیں تو یہ بھی مکروہ ہے۔اس لیے کہ قبر پر تعمیر مکروہ ہے۔

3۔مراقی الفلاح میں ہے:**یکرہ الدفن فی الا ماکن التی تسمی الفساقی وھی کبیت متعد بالبناء۔**

ایسی جگہوں میں دفن کرنا مکروہ ہے جس کو"فساقی" کہتے ہیں اور وہ متعدد گھروں کے حکم میں ہے تعمیر کی وجہ سے۔

4۔اس کی شرح طحطاوی میں ہے:**الرابع تجصیصھا والبناء علیھا الخ**

چوتھی وجہ اس کو پختہ بنانا اور اس پر عمارت تعمیر کرنا ہے۔(طحطاوی شرح مراقی الفالح ص357)

5۔امام محمد رحمہا اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے کہ مٹی قبر سے نکلی ہے۔اس سے زیادہ اس پر ڈالی جائے۔اور ہم مکروہ سمجھتے ہیں کہ قبر پختہ بنائی جائے یا اس پر لپائی کی جائے۔(کتاب الآثار ص49 مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

6۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے:**لا یربع ولا یجبصص ویکرہ ان یبنیٰ علی القبور او یقعد او ینام علیه ویکرہ ان یبنی علی القبور مسجد ااوغیرہ.** (فتاویٰ عالمگیری:۱\۱۶۶)

7۔علامہ ابن نجیم مصریؒ بحرالرائق میں تحریر فرماتے ہیں:**ولا یجصص لحدیث جابرؓ رسول اللهﷺ ان یجصص القبر وان یبنیٰ علیه ان یکتب علیه.** (البحرالرائق:۲\۲۰۹)

ترجمہ:قبر کو پختہ نہ بنایا جائے،کیونکہ حضرت جابرؓ نےﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپﷺ نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت بنانے اور قبر پر لکھنے سے منع فرمایا ہے۔

5۔امام محمدؒ فرماتے ہے کہ ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے کہ جو مٹی قبر سے نکلی ہے اس سے زیادہ اس پر ڈالی جائے۔اور ہم مکروہ سمجھتے ہیں کہ قبر پختہ بنائی جائے یا اس پر لپائی کی جائے۔(کتاب الآ ثار ص49 مطبوعہ کعب خانہ مجیدیہ ملتان)

6۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **لایر بع ولا یجصص ویکرہ ان یبنیٰ علی القبور او یقعد اوینام علیه ویکرہ ان یبنی علی القبور مسجد اً**اوغیرہ.(فتاویٰ عالمگیری:١\١٦٦)

قبر ایک بالشت اونچی کوہان نما بنائی جائے چوکور نہیں۔اسے پختہ نہ کیا جائے۔البتہ پانی چھڑ کنے میں کوئی حرج نہیں۔اور مکروہ ہے کہ قبر پر کوئی عمارت بنائی جائے (فتاویٰ عالم گیر ج1 ص166)

7۔علامہ ابن نجیم مصریؒ بحرالرائق میں تحریر فرماتے ہیں: **ولا یجصص لحدیث جابرؓ رسول الله ﷺ ان یجصص القبر وان یبنیٰ علیه وان یکت علیه**.(البحرالرائق:٢\٢٠٩)

ترجمہ: قبر کو پختہ نہ بنایا جائے،کیونکہ حضرت جابرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت بنانے اور قبر پر لکھنے سے منع فرمایا ہے۔

8۔علامہ ابن عابدینؒ ردالمختار میں فرماتے ہیں: **اماالبناء علیه فلم ارمن اختار جوازہ وعن ابی حنیفة رحمه الله یکرہ ان یبنی علیه بناء من بیت او قبّة اونحو ذالک لماروی عن جابرؓ نهی رسول الله ﷺ ان تجصیص القبور وان یکتب علیها وان یبنی علیها**.(ردالمختار:١\٦٠١)

امام مالکؒ وامام احمدؒ کا فتویٰ

المجموع شرح المہذب میں ہے:''قبروں پر عمارت تعمیر کرنا اور قبروں پر لکھنا ناجائز ہوتا ہے،اس میں امام مالکؒ اور امام احمدؒ اور داؤد ظاہری اور جمہور علماء سب کا اتفاق ہے''۔

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

قبروں پر عمارت بنانا ازروئے حدیث ممنوع وناجائز ہے،البتہ جن قبروں پر تعمیر کردی گئی تو اس کو بسبب فتنہ توڑا نہ جائے،اگر وہاں خرافات اور افعال شرکیہ ہو رہے ہوں تو مسمار کر کے برابر کرنا ضروری ہے۔(دارالافتاء،دارالعلوم دیوبند)

بنوری ٹاون کا فتویٰ

قبروں پر عمارت بنانا یا ان کے اوپر سے راستہ بنا کر گزرنا جائز نہیں،ایسا کرنے والا شخص گناہ گار ہوگا۔فقط واللہ اعلم (ماخذ: دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن)فتویٰ نمبر:144012201730،تاریخ اجراء:10-10-2019

علمائے دیوبندؒ کے متفرق فتویٰ جات

مزارات پر عرس کرنا، میلے لگانا اور عرس کے موقع پر ٹھیکے داروں کو ٹھیکہ نیلام کرنا اور مزارات پر آنے والوں سے جبراً پیسہ وصول کرنا، نیز مزاروں پر عورتوں کا آنا جانا اور فواحش و منکرات پھیلانا، نیز مزارات کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنا، یہ سب باتیں شرعاً حرام اور ناجائز ہیں، شریعت میں ان کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔(مستفاد: فتوی محمودیہ 10\101-102، فتاوی رحیمیہ :۳۰۸\۲-۳۱۸, ۳۲۲، فتاوی عثمانی :۱\۱۲۲، کفایت المفتی :۴\۱۸۴)

مفتی سید سلمان منصور پوریؒ کا فتویٰ

صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ سرور عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر تعمیر کرنے سے ممانعت فرمائی ہے؛ اس لئے کسی بھی مسلمان کی قبر کو پختہ بنانا اور ان پر تعمیر کرنے سے ممانعت فرمائی ہے؛ اس لئے کسی بھی مسلمان کی قبر کو پختہ بنانا ہرگز جائز نہیں ہے، (کتاب النوازل جلد ۶ ص 139 مولف: مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری صاحب)

نوٹ: مزید تحقیق کے لئے ان کتابوں کے حوالے ملاحظہ فرمایئے، طوالت کے خوف سے بعض عبارتیں حذف کر دی گئی ہے: فتاویٰ سراجیہ: ۴۲۔ فتاویٰ قاضی خان ۱\۹۲۔ فتح القدیر شرح ھدایہ: ۲\۱۴۷۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ۱\۶۴۲۔ بدائع الصنائع: ۱\۳۲۰۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱\۹۲۔ کفایۃ المفتی: ۱۲\۳۸۷)

ثناءاللہ پانی پتیؒ کا فتویٰ

قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ اپنی کتاب مالا بد میں لکھتے ہیں: اور جو کچھ کہ اولیاءکرام کی قبروں پر کیا جاتا ہے کہ اونچی اونچی عمارتیں بناتے ہیں اور چراغ روشن کرتے ہیں اور اس قسم کی جو چیز بھی کرتے ہیں حرام ہے یا مکروہ۔ (مالا بدمنہ)

ترجمان بریلویت وسیفیت کے دلیل کا جواب

مولانا سرفراز خان صفدرؒ اپنے کتاب راہ سنت میں بریلوی اکابرین کے دلیل کا جواب کچھ اس طرح دیا ہیں۔

منصف مزاج اور حق کے متلاشی کے لئے یہ وزنی اور ٹھوس دلائل بالکل کافی ہیں۔ البتہ معاند اور سرکش کے لئے دلائل کا انبار بھی ناکافی ہے۔ ۔ ۔ مولوی عبدالسمیع صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ نے شیخ عبدالغنی نابلسیؒ، صاحب روح البیان اور امام حصکفیؒ اور طحطاویؒ وغیرہ سے جو یہ نقل کیا ہے کہ مشائخ، علماء اور سادات کی قبروں پر عمارت اور گنبد بنانا جائز ہے۔ اور اس کو کم از کم مستحب اور المختار کہا ہے تو یہ سراسر باطل اور مردود ہے۔ اس کا مختصر اور پورا جواب صرف اتنا ہی کافی ہے کہ نہ تو یہ حضرات معصوم ہیں اور نہ مجتہد۔ پھر جناب نبی معصوم ﷺ اور امام مجتہد کے صریح ارشاد کے مقابلہ میں ان کی بات کون سنتا ہے؟ (راہ سنت ص 184)

دعوت حق

ترجمان سیفیت و بریلویت کے پیروکاروں کا سوال؟

اگر ترجمان سیفیت و بریلویت، حقیقی حنفی اور دیوبندی ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ امام ابوحنیفہؒ، فقہائے احنافؒ اور علمائے دیوبند کے مسلک کو اختیار کر کے علمائے دیوبندؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علمائے دیوبندؒ کی تشریحات اور فتویٰ کے مطابق لوگوں کو دعوت دے۔ ورنہ اپنی سیفیت و بریلویت اور بدعات کی ترویج کے لئے علمائے دیوبند کا نام استعمال نہ کرے۔

ختم شدہ۔ بتاریخ 2020\16\5

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ختم شد☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿اجتماعی دعا کا شرعی طریقہ﴾

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ پر افتراء اور اس کا جواب

عبدالخالق سیفی نے اپنے کتاب التحقیق المختار میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہیں کہ

(1) مروجہ اجتماعی دعا پر مولانا اشرف علی تھانویؒ نے مذاہب اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے۔

(2) مروجہ اجتماعی دعا کو مولانا اشرف علی تھانویؒ نے سنت کہا ہے۔

یہ دونوں باتیں مولانا اشرف علی تھانویؒ پر افتراء ہے۔

وضاحت

مولانا اشرف علی تھانویؒ کا امداد الفتاویٰ ہر کوئی دیکھ سکتا ہے اس میں صرف نماز کے بعد اجتماعی دعا کا جواز لکھا ہیں کہ جائز ہیں بشرطیکہ نماز کے سنن اور مستحبات میں سے نہ سمجھا جائے ورنہ جائز نہیں ہوگا۔ آج تو لوگ اس کو فرض سمجھ رہے اور چھوڑنے والے کو وہابی وغیرہ کے القابات سے پکارتے ہیں تو اس طرح کا اجتماعی دعا کا ثبوت مولانا اشرف علی تھانویؒ پر بہتان اور افتراء ہے۔

اجتماعی دعا کا حکم

عبدالخالق بریلوی سیفی کا حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ پر جھوٹ اور افتراء ہیں۔

مروجہ اجتماعی کا جو طریقہ اس نے بیان کیا ہے۔ پھر اس مروجہ طریقہ کو حضرت تھانویؒ کے امداد الفتاویٰ سے ثابت کرتا ہے۔ بلکل غلط ہے جو مروجہ طریقہ اس نے اپنے کتاب میں لکھا ہے اس کا ذکر امداد الفتاویٰ میں بلکل نہیں ہے بڑی ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ اجتماعی دعا کا جو تصور اور طریقہ موصوف بیان کرتے ہیں اس کو ملاحظہ فرمائیں۔ پھر امداد الفتاویٰ بھی دیکھ لیجئے تاکہ آپ پر موصوف کا دجل اور جھوٹ ظاہر ہو۔

عبدالخالق سیفی کا جھوٹ

موصوف لکھتے ہیں: دعا کا یہ طریقہ جو ہمارے گاوں اور شہروں میں کہ نماز کے بعد کی جاتی ہے۔ کہ امام مقتدیوں کے آمنے سامنے بیٹھ جاتا ہے اور اونچی آواز سے دعا کرتا ہے۔ مقتدی آمین آمین کہتے ہیں۔ یہ طریقہ بلا اختلاف ثابت ہے۔ (التحقیق المختار ص39)

امداد الفتاویٰ کا جھوٹا حوالہ موصوف لکھتے ہیں: اسی طرح حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی کتاب (امداد

الفتاویٰ) کے ساتھ ایک مستقل رسالہ ملحق کیا ہے۔اس رسالہ میں چاروں مذاہب کے دلائل نقل کرتے ہیں کہ نماز کے بعد اجتماعی دعا کرنا ثابت ہے۔جس کا مطالعہ ضروری ہے (التحقیق المختار ص39)۔فخر دیوبند مجدد الملت ایسے نام نہاد مذہبی کو دیوانہ اور شیطان کی ساتھی کہتے ہیں۔سو معلوم ہو کہ چاروں مذاہب کا اس پر اجماع ہے کہ نماز کے بعد اجتماعی طریقہ سے دعا کرنا ثابت اور سنت ہے(حالانکہ یہ صاف جھوٹ ہے۔از ناقل۔)اب اجتماعی دعا کا جو طریقہ موصوف نے ذکر کیا اور اس طریقے کا حوالہ امداد الفتاویٰ پر دیے رہا بلکل غلط اور جھوٹ ہے امداد الفتاویٰ میں اس طرح کا کوئی اجتماعی دعا مذکور نہیں۔قیامت تک کوئی یہ مروجہ طریقہ امداد الفتاویٰ سے نہیں دکھا سکتا۔

حقیقت حال

نماز کے بعد بعض لوگ نفس دعا کا انکار کرتے ہیں اور اس پر بدعت کا حکم لگاتے ہیں۔کہ نماز کے بعد کوئی دعا نہیں ہے بلکہ نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا ہی بدعت ہے۔اس طرح کے لوگوں کے جواب کے لئے حکیم الامت نے یہ رسالہ ہے۔حالانکہ نماز کے بعد نفس دعا ثابت اور مستحب ہیں۔

امداد الفتاویٰ کی عبارت

حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:اس میں عموماً احکام دعاء کی تحقیق اور بالخصوص دعاء کا مستحب ہونا ہر منفرد اور امام اور جماعت کے لئے (احادیث معتبرہ اور مذاہب اربعہ کی روایات فقہیہ سے) ثابت فرمایا ہے میں نے اس رسالہ کا خلاصہ لکھ دیا تا کہ ان بے باب لوگوں کی زبان بند ہو جو دعاء بعد نماز پر بدعت ہونے کا حکم کرتے ہیں۔اور اس کا تلخیص کا نام **استحباب الدعوات عقیب الصلوات** رکھ دیا۔(امداد الفتاویٰ ص247ج3)

اب آپ لوگ حضرت تھانویؒ کی اس عبارت کو دیکھ لیجئے اس میں اجتماعی دعا کا ذکر کہاں ہے اسمیں صاف لکھا ہے کہ دعا کا استحباب ہر منفرد اور امام اور جماعت کے لئے یعنی ان سب کے لئے یہ مستحب ہیں کہ نماز کے بعد دعا کریں۔اسمیں یہ کہاں ذکر ہے کہ یہ سب اجتماعی دعا کریں۔احادیث معتبرہ اور مذاہب اربعہ کی روایات فقہیہ سے نماز کے بعد نفس دعا کا استحباب ثابت ہے۔پھر حضرت تھانویؒ کی اس بات پر غور کرو کہ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے اس رسالہ کا خلاصہ لکھ دیا تا کہ اُن بیباک لوگوں کی زبان بند ہو جو دعاء بعد نماز پر بدعت ہونے کا حکم کرتے ہیں۔اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ یہاں اجتماعی دعا کا ذکر نہیں ہو رہا بلکہ جو لوگ نماز کے بعد نفس دعاء کو بدعت کہتے ہیں۔

نفسِ دعا اور اجتماعی دعا کا فرق

موصوف مناظر سیفیت ہونے کے باوجود اس بات میں تمیز نہیں کر سکتا کہ یہاں نفسِ دعا کا ذکر ہو رہا ہیں یا اجتماعی دعا کا۔ایک عام بھی جب امداد الفتاویٰ کی اس عبارت خود دیکھ لے تو اس کو سمجھ آ جائیگا کہ اس سے مراد ہیں؟ لیکن ادھر تو مجاہد کبیر اور مناظر شہیر کو اُردو کا آسان عبارت کا سمجھ نہیں آ رہا۔افسوس ہیں اُن لوگوں پر جو اس جیسے عاری عن العلم لوگوں کو اپنا مقتداء اور پیشوا بناتے ہیں۔

عبدالخالق سیفی کا حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے اختلاف

دونوں میں کتنا بڑا اختلاف ہیں۔پہلے موصوف کی عبارت ملاحظہ فرمائے جس میں نماز کے بعد اجتماعی دعا کے ساتھ ساتھ امام کے جہر کا بھی قائل ہیں۔

چنانچہ موصوف لکھتے ہیں: بلند آواز سے دعاء کرنا جائز عمل ہے اور ہمارے بعض احناف فقہاء فرماتے ہیں کہ بلند آواز سے دعاء کرنا مستحب عمل ہے۔(التحقیق المختار ص42)

موصوف کے نزدیک نماز کے بعد اجتماعی دعا ہو اور امام جہراً دعا کرے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا فتویٰ

آہستہ دعا مانگنے پر ائمہ اربعہ کا اتفاق

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ امداد الفتاویٰ کے اسی رسالہ میں (جس کا حوالہ موصوف نے دیا تھا) لکھتے ہیں۔

تیسرا جزو:۔

خوب سمجھ لیجئے کہ مذاہب اربعہ (یعنی حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ) میں اس بارہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ (نماز کے بعد) آہستہ دعاء مانگنا امام اور منفرد کے مستحب ہے۔(امداد الفتاویٰ ص454 ج3)

یہاں تو حضرت تھانویؒ نے صراحت کے ساتھ اس بات کو ذکر کیا کہ مذاہب اربعہ کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ نماز کے بعد آہستہ دعاء مانگنا امام اور منفرد کے لئے مستحب ہے (لیکن عبدالخالق سیفی بریلوی کہتے ہے کہ نماز کے بعد اجتماعی دعا کرنا اور امام کا بلند آواز سے دعا کر مستحب ہے)۔جب امام کے لئے آہستہ دعاء مستحب ہیں تو پھر اجتماعی دعا کہاں سے ثابت ہو رہا ہے۔کیونکہ اجتماعی دعا کی بنیاد ہی امام کے جہراً دعا کرنے پر ہے جب امام اہستہ دعا مانگ رہا ہو تو مقتدی آمین کس بات پر کہینگے جب وہ سن ہی نہیں رہے ہو۔لیکن اس کے باوجود بھی ترجمان سیفیت و بریلویت بڑی دھٹائی سے جھوٹ کہہ رہا ہے کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اجتماعی دعا

پر اجماع نقل کیا ہے۔اجتماعی دعا پر اجماع کا ایک لفظ امداد الفتاویٰ میں نہیں ہے۔

دوسری جگہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:

آٹھواں جزو:

پس ان تمام احادیث اور عبارات مذاہب سے یہ حاصل ہوا کہ تمام نمازوں کے بعد دعا کرنا چاروں مذہبوں میں مسنون ومشروع ہے اس کا انکار سوا اس جاہل مجنون کے کسی نے نہیں کیا جو اپنی ہوائے نفسانی کے راستہ میں گمراہ ہوگیا اور شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈال کر اس کو بہکا دیا۔(امداد الفتاویٰ 262ج3)

اس میں تو صراحت سے حضرت تھانویؒ نے ذکر کیا ہے کہ تمام نمازوں کے بعد دعا کرنا مسنون ہیں تو کیا اس سے اجتماعی دعا مراد ہیں؟اگر اس سے ہر نماز کے بعد اجتماعی دعا مراد ہے تو پھر یہ اجتماعی دعا صرف فجر اور عصر کے بعد کیوں؟

کچھ خدا کا خوف کرو یہ رسالہ نفس دعا کے ثبوت کے طور حضرت تھانویؒ نے لکھا اس کی صراحت وہ خود کر چکے ہے۔

اجتماعی دعا شرعا صرف جائز ہے بشرطیکہ اس اجتماعی دعا کو لازم یا چھوڑنے والے کو وہابی وغیرہ جیسے القابات سے نہ نوازتا ہو اگر اس طرح نہ ہو کوئی اس کو لازم سمجھے یا نہ کرنے والے کو وہابی وغیرہ کا طعنہ دیتا ہے تو پھر اس صورت میں یہ اجتماعی دعا علمائے دیوبندؒ کے نزدیک عبادت نہیں بلکہ گمراہی اور بدعت ہے۔

علماء دیوبندؒ اور اجتماعی دعا

علمائے دیوبندؒ کے نزدیک نماز کے بعد امام کا دعاء کرنا اور حاضرین کا اس پر امین کہنا اگر اس نیت سے ہو کہ یہ نماز کی سنتوں اور مستحبات میں سے ایک سنت ومستحب ہے تب تو ناجائز ہے اور اگر اس عقیدہ سے سلامتی ہو اور اس کو لازم نہ سمجھا جائے اور چھوڑنے والے **کو وہابی وغیرہ کے خطاب سے موسم نہ** کرے تو پھر وہ اصل دعاء کے حکم میں ہے۔اگر اس اجتماعی دعا کو اس طرح لازم سمجھ لیا امام اور مقتدی ایک دوسرے کے پابند ہو یا کوئی بھی امام کے دعا سے پہلے نہیں اُٹھ سکتا یا اُٹھنے والے کو بُرا بھلا اور وہابی وغیرہ کے خطابات سے موسوم کیا جا رہا ہو تو پھر یہ اجتماعی دعاء بدعت ہیں۔

مروجہ اجتماعی دعا کی کراہت کا ثبوت از امداد الفتاویٰ

حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:امام مالکؒ اور علماء کی ایک جماعت نے ائمہ مساجد وجماعات کے لئے فرض نمازوں کے بعد حاضرین کو سنانے کے لئے جہراً دعا مانگنا مکروہ سمجھا ہے کیونکہ اس صورت میں اس کے لئے دو چیزیں بڑائی اور سیادت کی جمع ہو جائیں گی بوجہ امامت کے سب کے آگے ہونا دوسرے یہ کہ اس نے آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان دعا میں ایک واسطہ بنا کر

قائم کر دیا ہے تو عجب نہیں کہ اس کے نفس میں تکبر پیدا ہو جاوٗے اور اس کا قلب فاسد ہو جاوے اور اس حالت میں حق تعالیٰ کی جتنی عبادت کر رہا ہے اس سے زیادہ گناہ میں مبتلا ہو جاوے۔

(ف) حضرت جامع (رسالہ استحباب الدعوات میں) فرماتے ہیں کہ جو کراہت کسی ایسے عارض کیوجہ سے ہو کر اس کا وجود اکثر اور غالب نہ ہو وہ کراہت عارض کے معدوم ہونے کے وقت اباحت فی نفسہ کی معارض ومخالف نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ص256 ج 3)

اخفاء فی الدعا کا استحباب اور جہر فی الدعا کی کراہت کا ثبوت

حضرت تھانویؒ لکھتے ہے:۔ چاروں ائمہ کرام کے نزدیک دعا میں اخفاء یعنی آہستہ مانگنا مستحب ہیں۔ (امداد الفتاویٰ)

مزید تفصیل کے ان کتابوں کا مطالعہ کیا جائے

"شرح مسلم للنووی، نفائس مرغوبه، حکم ذکربالجهر، تبریدالنواظر"

امام نوویؒ لکھتے ہے:۔ دعا کے آہستہ مانگنے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ چنانچہ لکھتے ہے: اماالدعاء فیسر بہ بلاخلاف (شرح مسلم ص ٣٦)

ملاعلی قاریؒ لکھتے ہے:

قال بعض علمائنابان رفع الصوت فی المسجدولوبالذکر حرام (مرقاة ص ٤٧٠ ج ٢)

فتاوی سراجیہ میں لکھا ہے:۔

یستحب فی الدعاء الاخفاء ورفع الصوت باالدعاء بدعة (فتاویٰ سراجیه ص ٧٢)

ملاعلی قاریؒ موضوعات کبیر میں لکھتے ہے:۔

وان رفع الصوت باالدعاء لبدعة وان مدالایدی باالدعاء لبدعة وان الاجتماع الرجال والنساء لبدعة (موضوعات کبیر ص ١٧)

قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ لکھتے ہے:۔

لان الذکروالدعاء سرااکثر اخلاصاوالاخفاء سنة الدعاء (تفسیرمظهری ص ٨٢ ج ٦)

حضرت تھانویؒ ایک جگہ لکھتے ہے:۔ مذاہب اربعہ میں اس بارہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ نماز کے بعد آہستہ دعا مانگنا امام ومنفرد کے مستحب ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ٦٥ ج ١)

مروجہ اجتماعی دعا کا حکم

علمائے دیوبندؒ کا مروجہ اجتماعی دعا پر بدعت کا حکم

مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کا فتویٰ

سوال: ائمہ مساجد کا اس طرح دعا کرنا کہ پہلے تو فرائض کے بعد بلند آواز سے الحمدللہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علیٰ سید المرسلین پڑھے اسکے بعد اللھم انت السلام الخ پھر قرانی دعائیں پھر درود شریف تو کیا اس طرح دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

دعاء کے اس طریقہ میں مندرجہ ذیل مفاسد ہیں:

(1) اجتماعیت اور التزام

(2) ائتمام بالامام اور اس کا التزام، جبکہ شرعا یہ صرف نماز کے ساتھ مختص ہے۔

(3) جہر امام اور اس کا التزام۔۔۔الخ

(4) مسبوقین کی نمازوں میں خلل پیدا ہوتا ہے۔

(5) جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں اکے بعد طویل دعاء مکروہ ہے۔۔۔الخ

(6) عوام بلکہ خواص بھی اس طریق مبتدع کو مسنون سمجھتے ہیں۔

(7) اس کا فرائض سے بھی زیادہ اہتمام والتزام کیا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (احسن الفتاویٰ ص 347 ج۔1)

مفتی کفایت اللہؒ کا فتویٰ

مفتی کفایت اللہؒ لکھتے ہے: نیز امام کا زور، زور سے دعا مانگنا بھی مکروہ ہے اگر چہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہی ہے لیکن اس کے اختیار کرنے اور عادت بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے مکروہ بہر حال مکروہ اسے چھوڑ نا ہی بہتر ہے اور اولیت اور بہتری اس کے خلاف میں ہے۔ (نفائس مرغوبہ ص ۷)

دار العلوم دیوبند کا فتویٰ

دعا جہری ہو یا سری، مقتدی اگر دعا میں امام کی پیروی کو ضروری سمجھیں کہ امام کے شروع کرنے پر شروع کریں اور امام کے

ختم کرنے پرختم کریں،ایسی دعااجتماعی ہےاس کےالتزام کےبغیر دعا کرنی چاہئے۔امام کےسلام پھیرنے کے بعداقتداء کاتعلق ختم ہو جاتا ہےاس کے بعد دعا سرا کرنا اولیٰ ہےاجتماعیت ازخود پیدا ہوجائےتو مضائقہ نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم،دارالافتاء،دارالعلوم دیوبند

حضرت تھانویؒ کےایک عبارت سےسیفی بریلوی کاغلط استدلال کاجواب

حضرت تھانویؒ کےایک عبارت سےشاید سیفی بریلوی کومظالطہ ہورہا ہے یاجان بوجھ کرمغالطہ دے رہا ہےجیسا کہ موصوف دے رہے ہے۔

حضرت نےلکھا ہے:۔تمام اطراف دنیا میں ائمہ کرام کا یہ عمل بھی ہے کہ نمازوں کے بعدمساجداور جماعات میں دعا مانگتے تھےاوراستصحاب حال ایک حجۃ شرعیہ ہےاورمشرق ومغرب میں تمام مسلمانوں کااس پرقدیم زمانہ سےمجتمع اورمتفق ہوجانااورکسی کاانکار نہ کرنااس عمل کے جائزاوراس کواختیارکرنے کےمستحب ومستحسن ہونے اورعلماء مذہب کےنزدیک اس کےموکد ہونے کے دلائل میں سے ہے۔انتہیٰ باختصار۔

اس سے نماز کے بعدمسلمانوں کادعامانگنامراد ہے یعنی نماز کے بعد ہرایک خواہ امام ہو یامقتدی ہوسب نماز کے بعد دعامانگتے ہے۔اس سےاجتماعی دعا مرادنہیں بلکہ حضرت یہ ذکرکررہا ہیں کہ نماز کے بعد دعا پرتمام اطراف دنیا میں ائمہ کرام کا یہ عمل ہے۔اس کی دلیل یہ ہے یہ رسالہ ردان لوگوں پرجونماز کے بعدنفس دعا کوہی بدعت اورناجائز کہتے ہے۔اجتماعی دعا کا علیحدہ ذکرآگے اس رسالے میں موجود ہیں۔

خلاصہ

امدادالفتاویٰ میں یہ نہیں لکھا کہ اجتماعی دعا سنت یااس پراجماع ہے۔یہ الفاظ قطعاامدادالفتاویٰ میں نہیں ہے۔اس کاثبوت ترجمان سیفیت پرہے۔اس کےعلاوہ بہت سےفتاویٰ جات مثلانیوٹاون،جامعۃ الرشید،دارالعلوم کراچی اوردارالعلوم دیوبندوغیرہ میں مروجہ اجتماعی دعا کوبدعت لکھا ہے۔لہذا ہم ان کوطوالت کی خوف سے ذکرنہیں کرسکتے۔

☆☆☆﴿ختم شدہ﴾☆☆☆

السکوت والتوقف فی ایمان ابوی النبی ﷺ

حضور ﷺ کے والدین کے ایمان کے بارے میں سکوت اور توقف کرنا زیادہ اسلم اور محتاط ہے۔

ترجمان سیفیت و بریلویت کا موقف اور ثبوت بریلویت

ترجمان بریلویت وسیفیت عبدالخالق سیفی کے نزدیک حضور ﷺ کے والدین مومنین ہیں اور بریلویوں کا مسلک بھی یہی ہیں کہ حضور ﷺ کے والدین محترمین مومنین ہیں جبکہ علمائے دیوبند کے نزدیک حضور ﷺ کے والدین محترمین کے ایمان کے بارے میں توقف اور سکوت احوط ہے۔اب موصوف نے اس مسئلے میں علمائے دیوبند سے علیحدہ موقف اختیار کیا ہے۔اس لئے موصوف کا علمائے دیوبند سے کوئی تعلق نہیں بلکہ سیفیت اور بریلویت کے گمراہ کن نظریات کی ترویج اور پرچار کے لئے علمائے دیوبند کا پاک نام استعمال کررہا ہے۔

ترجمان سیفیت و بریلویت عبدالخالق سیفی کا موقف ان کی زبانی

موصوف اپنے کتاب التحقیق المختار میں لکھتے ہے:۔

ان عبارتوں کے خلاصہ یہ ہے کہ جمہور علماء اور محققین اس عقیدہ پر ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین مومنین ہیں۔(التحقیق المختار ص31)

دوسری جگہ لکھتے ہے:۔اصح مذہب یہ کہ وہ مسلمان تھے۔(التحقیق المختار ص30)

بریلوی علماء کا عقیدہ اور ترجمان سیفیت و بریلویت کا ثبوت بریلویت

جو موقف بریلوی علماء کا ہیں وہی موقف ترجمان سیفیت کا ہیں جس کا موازنہ آپ خود کریں۔

مولوی ظہورالدین قادری لکھتا ہے

یہ بات حضور ﷺ کیلئے باعث اذیت ہے اوران کی اذیت عذاب الیم کی موجب ہے"۔(تحفظ عقائد اہلسنت" ص۳۵٦)

اہل بدعت کے شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی صاحب متوفی ١۴٣١ھ لکھتے ہیں نبی ﷺ کے والدین کو غیر مسلم مانا جائے تو نسبت نبوی میں نقص وعیب لازم آئے گا اور ہمارے حضور ﷺ از ہر جہت عیوب ونقائص سے منزہ ومقدس ہیں"۔(ابوین مصطفیٰ ،ص ١۵

ترجمان سیفیت وبریلویت کا ثبوت بریلویت

ترجمان سیفیت وبریلویت بھی لکھتا ہے:۔

''سو یہ بھی یقینی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے والدین کی ایذاء کی وجہ سے ناراض ہوتا ہے۔کیونکہ ہرایک اپنے اکابر کے بارے میں بری باتوں کی وجہ سے ناراض ہوتا ہے اگرچہ ان کے اکابر برے بھی ہو۔تو رسول اللہ ﷺ جس پر امت کے اعمال بھی عارض ہوتے ہیں تو اس کو کیسے ایذاء نہیں پہنچے گا؟'' (التحقیق المختار ص29)

بریلوی مناظر عنایت اللہ لکھتے ہیں:۔ یہ آیت ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ میں صریح نص ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔اس آیت کی ناسخ قرآن میں نہیں ہے''ایک بات اصولی اور طے شدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کافر کی قبر پر جانے اور دعا سے اللہ کریم نے منع فرمادیا۔۔۔۔۔۔آپ اپنی والدہ حضرت آمنہؓ کی قبر پر بھی تشریف لے گئے اگر وہ مومن نہ تھیں تو کیا آپ نے معاذ اللہ (قرآن کے حکم کی خلاف ورزی کی ایسے سوچنے سے بھی انسان کافر ہوجاتا ہے''۔(مقالات شیر اہلسنت،ص ۱۳۵،۱۳۴)

مزید لکھتے ہیں:''والدین مصطفیٰ ﷺ مومن تھے یہ قطعی عقیدہ ہے''۔(مقالات شیر اہلسنت،ص ۱۳۵)

علمائے دیوبندؒ کا والدین مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں توقف کا موقف

اس مسئلہ میں علمائے دیوبندؒ کا موقف سب سے زیادت اسلم اور محتاط ہیں کہ والدین مصطفیٰ ﷺ کے ایمان کے بارے میں توقف اور سکوت کیا جائے،کیونکہ علماء دیوبندؒ کے نزدیک یہ مسئلہ خود مختلف فیہ ہے۔ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین ایمان نہیں لائے تھے۔دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ دونوں ایمان لے آئے تھے۔دلائل میں دونوں کے پاس متعدد احادیث ہیں۔اس لیے سلامتی اس میں ہے کہ ہم سکوت اختیار کریں۔یہ مسئلہ عقائد اسلام میں سے نہیں ہے،نہ ہی عمل سے اس کا کوئی تعلق ہے،لہٰذا خاموشی اختیار کرنا سب سے بہتر راستہ ہے۔(ماخوذ از فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

علامہ شامیؒ کا فتویٰ

قال ابن عابدینؒ:. واحیاء الابوین بعد موتھمالاینا فی کون النکاح کان فی زمن الکفر ولاینا فی ایضا ما قالہ الامام فی الفقہ الاکبر من ان والدیہ ﷺ ماتا علی الکفر ولا مافی صحیح مسلم استاذنت ربی ان استغفر لامی فلم یاذن لی وما فیہ ایضاان رجلا قال یا رسول اللہ این ابی قال فی النار فلما قفاد عاہ فقال ان ابی وابک فی النار لا مکان ان یکون الاحیاء بعد ذلک لانہ کان فی حجۃ الوداع وکون الایمان عند المعانیۃ غیر نافع فکیف بعد الموت فذاک فی غیر الخصوصیۃ التی اکرم اللہ بھانبیہ ﷺ واما الا ستدلال

علی نجا تهما بانهماماتافی زمن الفترة فهومبنی علی اصول الاشاعرة ان من مات ولم تبلغه الدعویٰ یموت ناجیا اما الماترید یة فان مات قبل مضی مدةیمکنه فیهاالتامل ولم یعتقدایماناولا کفراًفلاعقاب علیه بخلاف مااذااعتقدکفر اًاومات بعدالمدة غیر معتقد شیئا نعم البخاریون... وبالجمله کماقال بعض المحققین انه لا ینبغی ذکر هذه المسئلة الامع مزید الادب ولیست من المسائل التی یضر جهلها اویسئل عنها فی القبر او فی المواقف فحفظ اللسان عن التکلم فیها الا بخیر اولیٰ واسلم.(رد المحتار هامش الدر المختارص ۱۹ ۴ جلد۲ با نکاح الکافر)

شاہ عبدالعزیزؒ کا فتویٰ

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے نجات ابوین کے متعلق تین مسلک بیان کئے ہیں، پھر فرمایا ہے۔''**فالاولیٰ فی هذه المسائل السکوت**(فتاویٰ عزیزی ص۱۱۸رج۱،مطبوعہ رحیمیہ دیوبند،اورفتاویٰ عبدالحی لکھنویؒ ص۷۷رمطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ کا فتویٰ

دراسلام ابوین جناب سرورکائناتﷺ علماء راااختلاف ست تحقیق درچنیں امورتوقف کردن ست زیراکہ ایں امورداخل عقائدنیست نہ جزوایمان ودین ہرچہ باداباد مارافکرضروریات دین بایددریں اُمورلب کشائی نہ شایدکہ اگرمومن باشندکافرگفتن ہم خطاو بالعکس ہم ناروا۔قال تعالیٰ:**ولا تقف مالیس لک به علم ان السمع والبصر والفواد کل اولآئک کان عنه مسئولا.والله اعلم جمادی الاولی والله اعلم** (امدادالفتاوی ج۴ص۱۲۳)۔(امدادالفتاویٰ جدیدص581ج11)

حضورﷺ کے والدین کی کفراورایمان میں توقف راجح ہے

سوال:حضورﷺ کے والدین کس عقیدے پر تھے۔مسلمان تھے یا کافر،اورفقہ اکبرکی عبارت''ووالدیه ﷺماتا علی الکفر'' کا کیاجواب دیں گے۔وضاحت فرمایئے المستفتی:حمیدالرحمٰن جامعہ محمدیہ جرماکوہاٹ...۲۵رمحرم۱۴۰۵ھ

الجواب:اختلف الروایات فیه فی بعضها موتهما علی الکفر وفی بعضها انهما اسلما بعد الا حیاء ثم ماتا.فالراجح التوقف فیه لانه لیس من ضروریات الدین ولا یسئل عنه فی القبر ولا فی المحشر.وهو الموفق(فتاویٰ فریدیہ ص280ج1)

نیوٹاون کا فتویٰ

نبی کریمﷺ کے والدین کریمین کے متعلق بعض علماء نے ان کا دین ابراہیمی پر ہونا ثابت کیا ہے اور بعض نے اس کی تردید

کی ہے،اور بعض علماء کا موقف یہ ہے کہ وہ زمانہ فترت (یعنی وحی کے نزول سے قبل کے زمانے) میں انتقال فرما گئے اور نبوت کا پیغام ان تک نہیں پہنچ پایا۔احتیاط اور سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں خاموشی اور توقف اختیار کی جائے۔(فتاویٰ محمودیہ،جلد اول ص:404 تا 410)

فتویٰ نمبر:143909200227

دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

نیوٹاون کا فتویٰ

بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کو ان کی وفات کے بعد زندہ کیا گیا تھا اور آپ ﷺ پر ایمان لائے تھے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ چوں کہ وہ زمانہ فترت میں انتقال کر گئے تھے اور ان کے نزدک جو لوگ زمانہ فترت میں صریح شرک اور بت پرستی سے دور رہے ان کے لیے آخرت میں نجات کے لیے کافی ہوگا۔باقی صحیح بات یہی ہے کہ اس سلسلے میں توقف کیا جائے یعنی خاموشی اختیار کی جائے،اور آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں کسی قسم کی گستاخی اور بے ادبی سے زبان کو محفوظ رکھا جائے،اس لیے کہ یہ مسئلہ نہ عقائد میں داخل ہے اور نہ ہی ایمان کا جز ہے اور نہ آخرت میں ہم سے اس بارے میں پوچھا جائے گا فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر:143909200666

دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

حضور ﷺ کے والدین کو مؤمن نہ ماننا؟

سوال(۱۰۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رسول کریم ﷺ کے والدین کو بہت سے لوگ مؤمن نہیں مانتے ہیں، یہ کہاں تک درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق

رسول اکرم ﷺ کے والدین کے متعلق علماء کا اختلاف ہے،بعض حضرات ان کے ایمان کے قائل ہیں اور بعض عدم ایمان کے دلائل دونوں طرف ہیں،کسی ایک جانب کو ترجیح نہیں ہے،اس لئے محققین علماء کے نزدیک اس سلسلہ میں توقف کرنا بہتر ہے اور جہاں تک ہوسکے اس بارے میں بحث سے اجتناب کرنا چاہیے۔ولا یقال: **ان فیه اسائة ادب لاقتضائه كفر الابوين الشريفين مع ان الله تعالىٰ حياهماله وآمنا، كماوردفي حديث ضعيف ،ومافيه ايضاان رجلا قال :يارسول الله اين ابي ؟قال :في النار،فلماقفادعاه فقال :ان ابي واباک في النار .واماالاستدلال على نجاتهمابانهماماتافي**

زمن الفترة فهومبنی علی اصول الاشاعرة ان من مات ولم تبلغه الدعوی یموت ناجیاً،اماالماتریدیة فان مات قبل مضی مدة یمکنه فیهاالتامل الی قوله وعلیٰ هذافالظن فی کرم الله تعالیٰ ان یکون ابواه ﷺ من احدهذین القسمین بل قیل :ان اباه ﷺ کلهم موحدون وبالجملة کماقال بعض المحققین :انه لاینبغی ذکرهذه المسئلة الامع مزید الادب ولیست من المسائل التی یضرجهلهااویسأل عنهافی القبراوفی الموقف ،فحفظ اللسان عن التکلم فیهاالابخیراولیٰ واسلم(شامی ص۳۴۸/۴)

ورویٰ باسانیدضعیفة ان النبی ادعاربه فأحیاه وامنة أم رسول الله افامنابه واختارالامام الرازی انهماماتاعلی ملة ابراهیم علیه الصلاة والسلام ،والجمع ان الاحیاء کرامه لهمالیضاعف ثوابهماوقدألف الحافظ المحقق جلال الدین السیوطی رسائل ستافی اثبات ایمانهماوایمان جمیع اباء النبی الیٰ آدم وتبعه محققو االمتأخرین وعارضه علی بن سلطان القاری برسالته فی اثبات کفرهمافرأی استاذه ابن حجرمکی فی منامه أن القاری سقط من سقف فانکسرت رجلاه فقیل هذاجزاء اهانة والدی رسول الله فوقع کمارأی ومن اراد کشف مشکلات هذه المسئلة فلینظر فی رسائل السیوطی .(النبراس شرح شرح العقائدالنسفیه ۳۱۶،بحوالہ فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۔۴۰۹/۱)فقط واللہ تعالیٰ اعلم ،کتبہ احقر محمدسلمان منصور پوری غفرہ ۱۴۲۸/۸/۶ھ۔الجواب صحیح شبیراحمدعفااللہ عنہ(کتاب النوازل ص۳۸۱ج۱)(ناشر:**المرکزالعلمی للنشروالتحقیق مراد آباد ،انڈیا**)

فتویٰ دارالعلوم دیوبند

حضرت نبی کریم ﷺ کے والدین محترمین کا ایمان علماء کے درمیان دلائل کی روشنی میں سخت مختلف فیہ ہے۔اوراحوط اس طرح کی چیزوں میں توقف اورسکوت ہے۔اس لئے اس مسئلہ میں لب کشائی سے گریز کرنا چاہیے اورسکوت وخاموشی اختیارکرنی چاہیے(شامی ۳۴۸/۴مطبوعہ:مکتبہ زکریادیوبند،التذکرۃ باحوال الموتی واموالاخرۃ للقرطبی ص۱۴۲،۱۳۶،الحاوی للفتاویٰ للسیوطی ۲۳۳۔۲۰۲اورفتاویٰ محمودیہ جدیدڈابھیل ۴۱۱۔۴۰۴وغیرہ)،واللہ تعالیٰ اعلم۔دارالافتاء دارالعلوم دیوبند،فتویٰ نمبر:153443 تاریخ اجراء:16 Aug 2017

مفتی محمودحسن گنگوہیؒ کافتویٰ

مولانامفتی محمودالحسن گنگوہیؒ المتوفی ۱۴۱۷ھ لکھتے ہے۔''حق مذہب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں نیزاس قسم کے دوسرے مسائل میں کج وکاؤ کرنامفیدنہیں بلکہ کسی حدتک مضرہےلہٰذاتوقف وسکوت بہترہے''۔(فتاویٰ محمودیہ:۴۰۷/۱)

حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ کا فتویٰ

حکیم الامت مجدد دین وملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ متوفی ۱۳۶۲ھ لکھتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ کے والدین کی نسبت علماء کا اختلاف ہے اس میں توقف کرنا چاہئے کیونکہ نہ تو یہ عقائد میں داخل ہے اور نہ جز وایمان اگر مومن ہیں تو ان کو کافر کہنا جائز نہیں اور اسی طرح اس کا عکس بھی جائز نہیں''۔ (امداد الفتاویٰ ۵/ ۳۸۸ و جامع الفتاویٰ: ۱/۸۴)

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کا فتویٰ

حضرت خیر محمد جالندھری صاحبؒ متوفی ۱۳۹۰ھ لکھتے ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر تھے اور آزر کے نام سے مشہور تھے روایات میں ہے کہ ان کا انتقال کفر پر ہوا۔ حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں بعض روایات میں بھی آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا تھا اور وہ آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے تھے مگر اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک یہ ہے کہ ایسے مسائل میں الجھنا اور بحث کرنا جائز نہیں''۔ (خیر الفتاویٰ: ۱/۳۲۳)

مسئلہ چھیڑنے کی وجہ

واللہ ہم اس مسئلہ کو کبھی نہ چھیڑتے اور علامہ شامیؒ کی یہ نصیحت سر آنکھوں پر کہ **و لیست من المسائل التی یضر جهلها او یسال عنها فی القبر اوفی الموقف**'' (شامی: ۳/۱۸۳) یہ مسئلہ ان اساسی مسائل میں سے نہیں جس سے جہالت ضرر رساں ہو یا قبر وحشر میں اس سے متعلق کسی قسم کا سوال کیا جائے گا۔ مگر کیا کیا جائے کہ اہل بدعت نے ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کیا ہوا ہے اور نام نہاد عشق رسول ﷺ کی آڑ میں امت کے جلیل القدر ائمہ کی تکفیر و تضلیل سے باز ہی نہیں آرہے اور عوام کو یہ تاثر دے رہے ہیں کہ گویا ایسا عقیدہ رکھنے والا پکا کافر و گستاخ اور ملعون شخص ہے۔

ملا علی قاریؒ کے بارے میں سیفی کا نظریہ

موصوف نے اپنے کتاب التحقیق المختار ص30 میں ملا علی قاریؒ کے بارے میں لکھا ہیں کہ جب اس نے وفات پائی۔ جس عالم نے اس کو غسل دیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کا زبان نہیں تھا۔ وہ عالم حیران رہ گیا کہ یہ اتنی بڑی شان والا عالم اور یہ عذاب۔ رات کو خواب دیکھا کہ خواب میں ملا علی قاریؒ اس سے کہتا ہے کہ تو پریشان مت ہونا میں نے زندگی میں نبی کریم ﷺ کے والدین کے بارے میں یہ بات کہی تھی کہ وہ مسلمان نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے سزاء یہ دیا کہ موت کے وقت میری زبان کاٹا۔ اور آخرت کے عذاب سے نجات دلایا۔ (التحقیق المختار ص30)

عبدالخالق سیفی سے سوال؟

عبدالخالق سیفی نے ملاعلی قاریؒ کے موت کے وقت زبان نہ ہونے کا واقعہ نقل کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہیں کہ یہ گستاخی تھی حالانکہ یہ خواب کا واقعہ ہے اور غیر نبی کا خواب شرعا دلیل نہیں ہوتا اوران سے احکام ثابت کئے جاتے اور نہ ہی اس کی بنیاد پر کسی کو گستاخ وغیرہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ صرف ملاعلی قاریؒ کا قول نہیں بلکہ تمام متقدمین علماء کا قول ہے تو گستاخی کا فتویٰ تو پھر پوری امت پر لگے گا تو کیا تمام متقدمین نعوذ باللہ گستاخ تھے؟

مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ

اسی مسئلہ سے متعلق ایک سوال فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ متوفی ۱۳۲۳ھ کے پاس بھی آیا تو آپ نے جواب دیا کہ حضرت ﷺ کے والدین کے ایمان میں اختلاف ہے حضرت امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ان کا انتقال حالت کفر میں ہوا ہے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ۲۴۶)

عبدالخالق سیفی بریلوی نے اپنے گمراہ کن کتاب صفحہ نمبر 30 میں لکھا ہے کہ ملاعلی قاریؒ نے اپنے اس نظریہ سے رجوع کر لیا تھا کیونکہ شرح شفاء جلد اول میں وہ علامہ سیوطیؒ کے ان رسائل کے پڑھنے کی تلقین کر رہے ہیں جس میں نبی کریم ﷺ والدین کا ایمان ثابت کیا گیا ہے۔ مگر بندہ اسے درست نہیں سمجھتا اس لئے کہ اسی شرح شفاء کی جلد دوم میں وہ کھل کر نبی کریم ﷺ کے والدین کے عدم ایمان کا قول نقل کرتے ہیں اور اس سلسلے میں اپنے اس رسالے کے پڑھنے اور سیوطی کا رد کرنے کا ذکر کرتے ہے۔ ذرا ان الفاظ پر غور فرمائیں۔ **قال اما منافی فقه الاکبر ان والدی رسول الله ﷺ ماتا علی الکفر وقد کتبت فی هذه المسئلة رسالة مستقلة ودفعت فیها ماذکر "السیوطی من الادلة علی خلاف ذالک فی رسائله الثلاث** ''(شرح الشفاء: ۲/ ۴۴۷ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہمارے امام صاحب نے فقہ اکبر میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کی وفات کفر پر وہی اور میں نے اس مسئلہ میں مستقل رسالہ بھی لکھا ہے اور اس میں علامہ سیوطی نے اپنے تین رسائل میں جو اس کے خلاف دلائل دیے ہیں اس کا رد کیا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جب تک ان کو اس مسئلہ کی تحقیق نہیں تھی تو علامہ سیوطیؒ کے رسائل پر اعتماد کیا اور جب مسئلہ ان پر کھلا تو بعد والی جلد میں کھل کر اس کا اظہار کر دیا۔ (مستفاد از مضمون ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ بتغیر یسیر)

فتویٰ دارالعلوم دیوبند

(فتویٰ: 833/ب=783/ب) اس مسئلہ میں سب سے زیادہ اسلم طریقہ یہ ہے کہ توقف کیا جائے، کیونکہ علماء کے نزدیک خود یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین ایمان نہیں لائے تھے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ دونوں

ایمان لے آئے تھے۔دلائل میں دونوں کے پاس متعدد احادیث ہیں۔اس لیے سلامتی اسی میں ہے کہ ہم سکوت اختیار کریں۔یہ مسئلہ عقائد اسلام میں سے نہیں ہے،نہ ہی عمل سے اس کا کوئی تعلق ہے،لہٰذا خاموشی اختیار کرنا سب سے بہتر راستہ ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

،دارالافتاء،دارالعلوم دیوبند

فتویٰ دارالعلوم دیوبند

فتویٰ(د):1176=244-8/1431

حضورﷺ کے والدین کے ایمان کے بارے میں علمائے کا اختلاف ہے،تحقیقی بات یہ ہے کہ اس طرح کے امور میں توقف کرنا چاہیے کیونکہ یہ عقائد میں داخل نہیں ہیں،نہ دین وایمان کا جز ہیں،ضروریات دین کو جاننے سمجھنے عمل کرنے کی زیادہ ضرورت ہے،ایسے امور میں لب کشائی کرنا لائق نہیں کہ اگر فی الحقیقۃ مومن ہوئے تو کافر کہنا خطا ہوگا اور اگر کافر ہوئے تو مومن کہنا غلط ہوگا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: **ولا تقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولیٔک کان عنہ مسئولا**،واللہ تعالیٰ اعلم دارالافتاء،،دارالعلوم دیوبند

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ختم شد☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مروجہ حیلہ اسقاط کا شرعی حکم

ترجمان بریلویت کے نزدیک مروجہ حیلہ اسقاط مستحب ہے جبکہ علمائے دیوبند کے نزدیک دراصل یہ حیلہ بشرائطہا صرف جائز ہے اور مروجہ حیلہ میں شرائط بلکل ناپید ہے اس لئے یہ مروجہ حیلہ اسقاط بلاشک وشبہ بدعت اور احداث فی الدین ہے اس لئے اس سے اجتناب ضروری ہے۔

ترجمان سیفیت بریلویت کا موقف

(1) اسقاط جس کو ہمارے عوام (اسخاط) کہتے ہیں یہ جائز اور مستحب عمل ہے۔(التحقیق المختار ص140)

(2) اسقاط کا یہ طریقہ جو کہ رائج ہے ہمارے مذہب کے ائمہ کا طریقہ ہے خود ساختہ نہیں ہے۔(حالانکہ اصل حیلہ شرائط کے ساتھ صرف جائز ہیں لیکن مروجہ حیلہ کو جو شرائط کے مطابق نہیں ہے اس مروجہ حیلہ اسقاط کو سارے علماء دیوبند نے بدعت اور ناجائز لکھا ہیں۔از ناقل)

ترجمان سیفیت وبریلویت کا خفیہ انداز میں علمائے دیوبند کو چور کہنا

(3) شکایت: یہ بے شمار فقہاء کرام حیلہ اسقاط ذکر کرتے ہیں اور جائز کہلاتے ہیں۔ پھر بھی مذہب کی لباس میں مذہب کے چور (یہ اسمیں علماء دیوبند کی طرف اشارہ ہے۔ فافہم۔از ناقل) اسے انکار کرتے ہیں۔ اور اس سے لوگ منع کرتے ہیں۔ عصر حاضر کے ایک اردو فتاویٰ میں ہے کہ اسقاط کا عمل جائز نہیں ہے۔(اردو فتاویٰ احسن الفتاویٰ، جواہر الفقہ، فتاویٰ دار العلوم دیوبند سب میں مروجہ اسقاط کو ناجائز اور بدعت کہا ہیں۔ پھر مذہب کے لباس میں چور کس کو کہا گیا ہیں؟ اس کی وضاحت اس کے ذمہ لازم ہیں۔ از ناقل) کیونکہ لوگوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے پھر لوگ عبادت نہیں کرتے ہیں۔(التحقیق المختار ص141)

(4) جو لوگ یہ بہانہ ڈھونڈتے ہیں کہ شرائط کے برابر نہیں ہیں (اس سے کون مراد ہیں؟ یہ بات تو مفتی رشید احمدؒ، مفتی محمد شفیعؒ وغیرہ اکابر نے کی ہیں از ناقل) کیونکہ ہمارے علماء کہتے ہیں کہ عوارض کی وجہ سے اصل رد نہیں ہوجاتی۔(التحقیق المختار ص142)

ترجمان سیفیت وبریلویت کا علمائے دیوبند پر وہابیت کا فتویٰ

(5) نہ ماننے والا وہابی ہوجاتا ہے لیکن نہ کرنے سے وہابی نہیں ہوجاتا ہے۔ لیکن یہ وہابی کی نشانی ہے۔ اس لئے اس کو اس نام سے پکارنا صحیح ہے۔(التحقیق المختار ص263)

اب علمائے دیوبند تو مروجہ حیلہ اسقاط تو نہ مانتے ہیں اور نہ کرتے ہیں بلکہ منع بھی کرتے ہیں تو موصوف کے نزدیک یہ لوگ

وہابی ہے۔

اسقاط چھوڑنے والے کولا مذہب کہنا

(6)یعنی جو لوگ مذہب کی چیزیں (یعنی اسقاط۔از ناقل) چھوڑتے ہیں تو یہ اس کی نشانی ہے کہ یہ مذہب والا نہیں ہے۔اور شریعت میں نشانی کو اعتبار ہے۔(التحقیق المختار ص263)

مروجہ حیلہ اسقاط کو علمائے دیوبند نے چھوڑ دیا ہے اس لئے موصوف کے نزدیک یہ لا مذہب بھی ہے۔

ترجمان بریلویت کے موقف کا جواب

الجواب باسم ملہم الصواب

حیلہ اسقاط کی شرعی حیثیت

واضح رہے کہ "حیلہ اسقاط" بعض فقہاء نے ایسے شخص کے لیے تجویز فرمایا تھا

(۱)جس کی کچھ نمازیں اور روزے وغیرہ اتفاقی طور پر فوت ہو گئے ہوں۔

(۲)پھر قضا کرنے کا موقع نہ ملا۔

(۳)اور موت کے وقت فدیہ کی وصیت بھی کی ہو۔

(۴)لیکن مرحوم نے اتنا ترکہ نہ چھوڑا جس کے ایک تہائی سے اس کی تمام فوت شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا کیا جاسکے۔

(۵)ایسی صورت میں اگر ورثاء اصحاب استطاعت ہوں تو اپنے مال سے مرحوم کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا کر دیں

(٦)اور اگر ورثاء کے پاس بھی گنجائش نہ ہو تو فقہاء نے حیلے کی گنجائش ذکر کی ہے۔

حیلہ اسقاط کی جائز صورت

اس کی جائز صورت یہ ہے کہ ورثاء فدیہ کی نیت سے کچھ رقم کسی غریب و نادر مستحق زکاۃ کو دے کر اس رقم کا اس طرح مالک بنادیں کہ اگر وہ مستحق رقم واپس کرنے کے بجائے خود استعمال کرلے تو ورثاء کو کوئی اعتراض نہ ہو اور وہ مستحق شخص یہ سمجھتا ہو کہ اگر میں یہ رقم مرحوم کے ورثاء کو واپس نہ کروں تو انہیں واپس لینے کا اختیار نہیں ہے، پھر ورثاء اسی مستحق کو یا کسی اور مستحق کو اسی طرح مذکورہ طریقے کے مطابق وہ رقم دے دیں اور وہ بھی اپنی خوش دلی سے انہیں واپس کردے، اس طرح بار بار ورثاء یہ رقم کسی مستحق کو دیتے رہیں اور وہ

اپنی خوش ومرضی سے واپس کرتا ہے، یہاں تک کہ مرحوم کی قضا شدہ نمازوں کے فدیہ کی مقدار ادا ہوجائے تو اس طرح فدیہ ادا ہوجائے گا اور اب وہ رقم سب سے آخر میں جس نادار و مستحق شخص کو ملے گی وہی اس رقم کا مالک ہوگا اور اسے ہر طرح اس رقم کو خرچ کرنے کا اختیار ہوگا، نیز آخر میں ورثاء کا رقم کو آپس میں تقسیم کرنا یا کسی غنی و مال دار اور غیر مسکین کا اس رقم کو لینا جائز نہ ہوگا، اور نہ ہی اس آخری مستحق شخص پر رقم کی واپسی کے لیے کسی قسم کا دباؤ وغیرہ ڈالنا درست ہوگا۔ ورثاء کی ناداری کی بنا پر اور مالی گنجائش نہ ہونے کی صورت میں مذکورہ تفصیلی شرائط کے ساتھ حیلہ کرنے کی گنجائش فقہاء کرام نے لکھی ہے۔

اس کے علاوہ حیلہ اسقاط کی دیگر مروجہ صورتیں مبتدعین کی ایجاد کردہ بدعت ہے، ان کا ثبوت نہ قرآن کریم میں ہے، اور نہ احادیث مبارکہ میں، اور نہ ہی فقہاء کرام میں سے کسی فقیہ سے ان کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔ مروجہ حیلوں میں اور فقہاء کرام کے لکھے ہوئے حیلہ میں بہت بڑا فرق ہے۔ اس لیے مروجہ حیلہ اسقاط ناجائز ہے۔ تفصیل کے لیے مفتی شفیعؒ کا رسالہ "جو جواہر الفقہ کے نئے طبع کی جلد اول میں شامل ہے، اور نظام الفتاویٰ ص ۱۷۷ ج ٦ کو دیکھ لیجئے۔ (ماخوذ از فتاویٰ بنوری ٹاون)

مروجہ حیلہ کا حکم

مروجہ حیلہ جسے اصطلاح میں "اسخاط" یا "اسقاط" کہتے ہیں۔ اس کو اکابرین دیوبند نے بدعت کہا ہے ہمیں شرعا بدعت سے بچنے کا حکم ہے۔ بدعت گمراہی اور بدعت کا ارتکاب کرنے والا بدعتی ہے۔ لہذا مروجہ حیلہ بدعت اور اہل بدعت کی نشانی ہے۔ علمائے حق اس سے اجتناب کی تلقین کرتے ہے۔ اس بات پر سینکڑوں فتاویٰ جات علمائے دیوبند شاہد ہیں۔ جس کو ہم آگے ذکر کرینگے۔

حیلہ اسقاط کے بدعت ہونے پر ملک بڑے بڑے جامعات کے فتاویٰ جات

(۱) بنوری ٹاون کا فتویٰ

جنازہ کے بعد مروجہ حیلہ کرنا شرعاً ناجائز ہے، اسے اصطلاح میں "حیلہ اسقاط" کہا جاتا ہے، 'حیلہ اسقاط' بعض فقہاء نے ایسے شخص کے لیے تجویز فرمایا تھا جس کی کچھ نمازیں اور روزے وغیرہ اتفاقی طور پر فوت ہوگئے ہوں، پھر قضا کرنے کا موقع نہ ملا اور موت کے وقت فدیہ کی وصیت تو کی ہو، لیکن مرحوم نے اتنا ترکہ نہ چھوڑا جس کے ایک تہائی سے ان کے تمام فوت شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا کیا جاسکے۔ ایسی صورت میں اگر ورثاء اصحاب استطاعت ہوں تو اپنے مال سے مرحوم کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا کیا کردیں۔ اور اگر ورثاء کے پاس بھی گنجائش نہ ہو تو فقہاء نے حیلے کی گنجائش ذکر کی ہے۔ اور اس کی جائز صورت یہ ہے کہ: ورثاء فدیہ کی نیت سے کچھ رقم کسی غریب ونادار مستحق زکاۃ کو دے کر اس کو اس رقم کا اس طرح مالک بنادیں کہ اگر وہ مستحق رقم واپس کرنے کے بجائے خود استعمال کرلے تو ورثاء کو کوئی اعتراض نہ ہو اور وہ مستحق شخص یہ سمجھتا ہو کہ اگر میں یہ رقم مرحوم کے ورثاء کو واپس نہ کروں تو انہیں

واپس لینے کا اختیار نہیں ہے، پھر وہ مستحق کسی قسم کے جبر اور دباؤ کے بغیر اپنی خوشی سے وہ رقم دے دیں اور وہ بھی اپنی خوش دلی سے انہیں واپس کر دے، اس طرح بار بار ورثاء یہ رقم کسی مستحق کو دیتے رہیں اور وہ اپنی خوشی ومرضی سے واپس کرتا رہے، یہاں تک کہ مرحوم کی قضاء نمازوں کے فدیہ کی مقدار ادا ہوجائے تو اس طرح فدیہ ادا ہو جائے گا اور اب وہ رقم سب سے آخر میں جس نادار و مستحق شخص کو ملے گی، وہی اس رقم کا مالک ہوگا اور اسے ہر طرح اس رقم کو خرچ کرنے کا اختیار ہوگا، نیز آخر میں ورثاء کا رقم کو آپس میں تقسیم کرنا یا کسی غنی و مال دار اور غیر مسکین کا اس رقم کو لینا جائز نہ ہوگا، اور نہ ہی اس آخری مستحق شخص پر رقم کی واپسی کے لیے کسی قسم کا دباؤ وغیرہ ڈالنا درست ہوگا۔ ورثاء کی ناداری کی بنا پر اور مالی گنجائش نہ ہونے کی صورت میں مذکورہ تفصیلی شرائط کے ساتھ فقہاء کرام نے حیلہ کرنے کی گنجائش دی ہے، اس کے علاوہ حیلہ اسقاط کی دیگر مروجہ صورتیں جائز نہیں۔ آج کل بعض لوگ علاقوں میں اسے معمول بنا دیا گیا ہے، حال آں کہ فقہاء نے صرف غریب میت کے لئے اس کی اجازت دی تھی، اور پھر جن شرائط اور آداب کی رعایت رکھتے ہوئے اس کی اجازت تھی ان کا بھی قطعا خیال نہیں کیا جاتا، اس لیے مروجہ حیلہ اسقاط ناجائز ہے

مروجہ حیلہ اسقاط کے مفاسد کا بیان

اس میں درج ذیل مفاسد پائے جاتے ہیں:

(1) عموماً جو مال اس میں لوگوں کے درمیان گھمایا جاتا ہے وہ میت کی ملکیت ہوتا ہے، اس میں تمام ورثہ کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، بالخصوص جب کہ ورثاء میں نابالغ بھی ہوں جن کی اجازت کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ اور ان میں اگر بڑے لوگ بھی ہوں تب بھی ان کی طیب نفس (خوش دلی) عام طور پر نہیں ہوتی۔

(2) مال کو اس طرح لوگوں کے درمیان گھمانے سے یہ مال اگلے شخص کی ملکیت نہیں بنتا اس لیے کہ اس میں ہر ایک دوسرے سے مال لیتا رہتا ہے اگر کوئی انکار کر دے تو اس پر زبردستی بھی کی جاتی ہے۔ اس لیے اس سے اس میت کا فدیہ بھی ادا نہیں ہوتا۔

(3) فدیہ کی ادائیگی میں مصرف کو ادا کرنا ضروری ہے، جب کہ اس حیلہ میں اس کی کوئی رعایت نہیں کی جاتی، بلکہ اغنیاء بھی اس میں شریک ہوتے ہیں۔

(4) اس حیلہ میں آخری شخص کی ملکیت میں مال آجاتا ہے، اس کی مرضی کے بغیر اس سے لے کر آگے دوسروں کو دیا جاتا ہے جو کہ جائز نہیں۔

(5) نیز اس حیلہ کو لازم سمجھ کر کرنا خود ایک بدعت ہے: لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔

عن سعد بن ابراهيم سمع القاسم قال: سمعت عائشة تقول: قال رسول اللهﷺ: من عمل عملاً

ليس عليه امرنا فهو رد'(مسند احمد بن حنبل ١٨٠/٦ ،رقم (٢٥٩٨٦، ٢٥٦/٦ ،رقم: ٢٦٧٢١)

وبـه ظهـر حـال وصـايا اهل زماننا،فان الواحد منكم يكون فی ذمته صلوات كثيرة وغيرها من زكاة واضـاح وايـمـان،ويـو صی لذک بدر اهم يسيرة،ويجعل معظم وصيته لقراء ة الختمات والتها ليل التی نص عـلمائو نا علی عدم صحة الوصية بها'.(شـامـی ،كتاب الصلاة،باب قضاء الفوائت،مطلب فی بطلان الوصيته بالنخمات والتهاليل،زكريا ٥٣٣/٢)

قـال الـطيبـی:وفيـه ان مـن اصـر عـلی امر مندوب،وجعله عزماً،ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيـطـان مـن الاضلال،فكيف من اصر علی بدعة اومنكر؟(مرقاة،كتاب الصلاة،الفصل الاول:رشيديه)فقط والـله اعلم 3/31فتـویٰ نمبر:1216 14390920دارالافتـاء:جـامـعـه عـلوم اسلاميه علامه محمد يوسف بنوری ٹائون.

(۲)بنوری ٹاون کا دوسرا فتویٰ

مروجہ حیلہ اسقاط جائز نہیں ہے۔حضورﷺ،صحابہ کرامؓ اور ائمہ مجتہدین سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔تفصیل کے لیے مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیعؒ کا رسالہ حیلہ اسقاط (مشمولہ جواہر الفقہ)مطالعہ فرما سکتے ہیں۔فقط واللہ اعلم

کیا مروجہ حیلہ وہی شرعی حیلہ ہیں؟

مروجہ حیلہ اور فقہاء کے بتائے ہوئے حیلے کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہیں۔حیلہ اسقاط یا دور جس کی اجازت فقہاء نے بوقت مجبوری دی ہے وہ حیلہ اسقاط ان طریقوں سے یکسر مختلف ہے جو آج کل مختلف علاقوں میں رائج ہیں۔

جائز حیلہ اور ناجائز حیلہ کا فرق

تمہید کے طور جائز حیلہ اور ناجائز حیلہ میں فرق کے ساتھ ساتھ پہلے حیلہ اسقاط کا جائز طریقہ اور پھر اس کی شرائط کو بیان کیا جاتا ہے۔

(۱)ایک حیلہ ناجائز ہے

(۲)اور ایک جائز ہے۔

(۱)وہ حیلہ جو کسی امر شرعی کے ابطال کے لیے کیا جائے وہ ناجائز وحرام ہے۔

واسالهم عن القرية التی كانت حاضرة البحراذ يعدونفی السبت ازتا تيهم حيتا نهم يوم سبتهم شرعا

ویوم لا یسبتون](163)**لاتاتیھم کذالک نبلوھم بما کانو ایفسقون]**

(۲) اگر کسی امر شرعی کے حصول کے لیے کوئی حیلہ کیا جائے تو وہ مباح اور جائز ہے۔اس کی نصوص میں متعدد مثالیں ملتی ہیں۔

[وخد بیدک ضعثا فاضرب به ولا تحث(ص/38)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوبؑ کو اپنے قسم سے نکلنے کے لیے حیلہ کرنے کا حکم دیا۔کہ اپنی بیوی کو صرف100 تنکے مارے تو قسم پوری ہو جائے گی۔

فبدا باو عیتھم قبل دعاء اخیه ثم انتھر جھا من وعاء اخیه کذالک کذنا لیوسف ماکان لیا خذ اخاه فی دین الملک الا ان یشاء الله نزفع درجات من نشاء وفوق کل ذی علم علیم

اس آیت مبارکہ میں اس حیلہ کا ذکر ہے جس میں یوسفؑ نے اپنے بھائی کو اپنے پاس روکنے کے لیے کیا تھا۔اور اللہ تعالی فرما رہے ہیں

کذالک کدنا لیوسف."فان الحیل فی الاحکام المخجة عن الامام جائزة عند جمھورا العلماء....." (المبسوط للسرخسی: کتاب الحیل،الجزء30،ص209)

حیلہ اسقاط کی جائز صورت کی اصل

کتب شریعت میں صرف اس قدر ہے کہ اگر میت نے کوئی مال نہیں چھوڑا اور اس کے ذمہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ واجب تھا، یا مال تو چھوڑا ہے لیکن ایک تہائی حصہ فراغت ذمہ کے لیے کافی نہیں تھا، یا فسق اور جہل کی وجہ سے وصیت نہیں کیا تو ورثا وغیرہ اس کی طرف سے باقاعدہ طور پر حیلہ اسقاط کر سکتے ہیں۔اور کیونکہ یہ حیلہ امر شرعی (امور واجبہ کے ذمہ سے سقوط کے لیے بوقت مجبوری) کیا جاتا ہے، لہٰذ یہ جائز اور مباح حیلہ کی قسم سے ہے۔فقہا نے اس کے ادا کرنے کی یہ صورت بتائی ہے کہ صوم وصلوۃ کے فدیے کی مجموعی مقدار، مثلاً: 15000 روپے بنتی ہے اور ولی میت کے پاس 5000 نقد ہے جو وہ تبرعاً اپنے مال سے ادا کرتا ہے، یا اس کے پاس کچھ نہیں مگر اس نے 3000 قرض لے لیا اور اس کو میت کے قضا شدہ نماز روزوں کے فدیہ میں دینا چاہتا ہے تو یوں کرے کہ یہ تین ہزار روپے کسی فقیر کو دیدے اور پھر وہ فقیر اپنی جانب سے اسی ولی میت کو ہبہ کر دے اور ولی میت بھی قبضہ کر لے۔اس کے بعد پھر ولی میت اسی قدر نمازوں، روزوں کے بدلے میں وہ روپے فقیر کو دیدے اور فقیر پھر ولی میت کو ہبہ کر کے قبضہ کرادے وہکذا یہاں تک کہ میت کے ذمہ جس قدر نمازیں، روزے تھیں ان سب کا فدیہ ادا ہو جائے۔پھر قسم کے کفاروں اور قربانی کے بدلے میں اس طرح ادل بدل کریں اور جب تمام حقوق واجبہ سے فراغت ہو تو آخر میں وہ فقیر اس رقم کو لے جائے۔یا اگر ولی میت کو آخری دفعہ بھی ہبہ کر دیا ہے تو

ولی میت کومناسب ہے کہ یہ کل یا اس میں سے کچھ فقیر کو بھی دیدے۔ یہ ایک حیلہ ہے جو میت کے مال نہ چھوڑنے اور اولیائے میت کے محتاج ہونے کی صورت میں میت کے اوپر سے حقوق واجبہ کا بوجھ اتارنے کے لیے فقہاء نے تجویز فرمایا ہے۔

حیلہ اسقاط کے شرائط

حاصل یہ ہے کہ مجوزہ حیلہ اسقاط میں جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے وہ درج ذیل ہیں:۔

(1) میت اور ورثا کا غریب ہونا کہ ثلث مال میں سے فدیہ ذمے سے ساقط نہ ہوسکتا ہو۔

(2) میت کے مال میں سے اگر کیا جائے تو تمام بالغ ورثا اس پر دل سے راضی ہوں۔

(3) اگر کوئی نابالغ وارث بھی ہے تو اس کے حصے میں سے اس رقم سے کوئی کمی نہ ہونے پائے، بلکہ جو بالغ ورثاء یہ حیلہ کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے اپنے حصوں سے ادا کریں۔

(4) جس کو یہ مال دے رہے ہیں وہ مستحق ہو۔

(5) اس مستحق فقیر کو اس مال کا مالک بنا کر اس پر قبضہ دیا جائے۔

(6) جس فقیر کو دیا جاتا ہے اس کا اپنی مرضی اور دلی رضامندی سے اس مال کا میت کے ورثا کو ہبہ کرنا بھی ضروری ہے۔ اس پر کوئی زور اور بردستی نہ کی جائے۔

لو مات وعليه صلوات فائتة واوصیٰ بالكفارة يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر كا لفطرة وكذا حكم الوتر والصوم'وانما يعطى"من ثلث ماله'ولو لم يترک مالا يستقر من وارثه نصف صاع مثلاًويدفعه'الفقير ثم يد فعه الفقير للوارث ثم وثم حتیٰ يتم(قال فی الشاميه)ثم ينسبغی بعد تمام ذالک كله ان يتصدق على الفقراء بشئيمن ذالک المال اوبما اوصیٰ به الميت ان كان "اوصیٰ (رد المحتار مع الدرالمختار: 74/2ط سعيد)فی الحند ية:"اذا ارادان يودی الفدية عن صوم ابيه اوعن صلوٰة وهو فقير فانه يعطى منوين من الحنطة فقير اثم يستوهبه""ثم يعطيه هكذا الى ان يتم. كذا فی الفتاویٰ السراجية اه ص2601ج7))وان لم يترک مالا تستقر ض ورثنه نصف صاع ويد فع الى المسكين ثم يتصدق المسكين على بعض ورثنه ثم يتصدق ثم وثم" حتیٰ يتم لكل صلاة ماذ كرنا ولو قضا ها ورثنه بامره لايجوز وفی الحج يجوز البحرا الرائق:كتاب الصلوٰة،باب قضاء الفوايت،ص 33)عن سعد بن ابراهيم سمع القاسم قال:سمعت عائشةؓ تقول:قال رسول ﷺ:من عمل عملاليس عليه"امر نا فهورد.مسند احمد بن حنبل180/6،رقم :256/6,25986،رقم : ٢٦٧٢١)(تفصيل کے لیے كفايت المفتی: 100/9،جواهر الفقه: 526/1،فتاویٰ قاسميه:52/3ديكھيے)

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مروجہ حیلہ اسقاط کے جتنے طریقے ہیں ان کو مذکورہ بالا شرائط پر پرکھنا ہوگا، اگر یہ شرائط پائی جائیں تو جائز ہوگا اور اگر ان میں سے کوئی بھی شرط کم ہوگی تو وہ ناجائز ٹھہرے گا۔

ہمارا اور اہل بدعت کے درمیان اختلافی نقطہ علمائے دیوبندؒ کا موقف

ہمارے (یعنی علمائے دیوبندؒ) کے نزدیک آج کل حیلہ اسقاط کے جتنے بھی طریقے مختلف علاقوں میں رائج ہیں، ان میں موجود مختلف مفاسد و بدعات اور جواز کی شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے تقریباً تمام بڑے دارالافتاؤں نے ان مروجہ طریقوں کے عدم جواز پر فتویٰ دیا ہے۔

اہل بدعت کا موقف

ترجمان بریلویت اور اہل بدعت مروجہ حیلہ اسقاط کو مذہب کے ائمہ کا طریقہ کہہ رہا ہے جو کہ بلکل غلط نظریہ ہیں۔ چنانچہ موصوف اپنے گمراہ کن نظریے کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ ''حیلہ اسقاط کا یہ طریقہ جو کہ رائج ہے ہمارے مذہب کے ائمہ کا طریقہ ہے خودساختہ نہیں ہے۔'' (التحقیق المختار ص140)

موصوف اور ان کے اکابر، علمائے دیوبندؒ سے بہت بڑا اختلاف رکھتے ہیں۔ لہٰذا موصوف جو حنفیت اور دیوبندیت کا دعویٰ کر رہا ہے وہ دراصل بریلویت وسیفیت کی گمراہی کو ہمارے معاشرے میں ترویج کی کوشش کر رہا ہے۔ بہت سے لوگ اس فتنے سے ناواقف ہیں سوائے چند جن کو ہم اس حقیر کاوش سے خبردار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

(۳) جامعۃ الرشید کا فتویٰ

سوال: جنازے کے بعد اسقاط کے نام پر چیزوں کو تقسیم کرنا کیسا ہے؟

جواب: جب کوئی آدمی دنیا سے رخصت ہو رہا ہو اور اس کے ذمہ کچھ فرائض وواجبات باقی ہوں، تو ورثہ کے لیے اس کی طرف سے فدیہ دینے کا کتب فقہ میں ایک طریقہ لکھا ہے، لیکن آج کل اس کی شرائط کا بالکل لحاظ نہیں رکھا جاتا، جس کی وجہ سے اس طریقے میں بہت سی خرابیاں پائی جاتی ہیں اور دین کا اصل چہرہ مسخ ہو رہا ہے، لہٰذا مروجہ حیلہ اسقاط سے احتراز لازم ہے۔

حوالہ جات فی مشکاۃ المصابیح: عن عائشۃؓ، قالت: قال رسول ﷺ: من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھورد، متفق علیه. (مشکاۃ المصابیح) قال العلامۃ الحصکفیؒ: (ولو مات وعلیه صلوات فاتة واوصی

بالکفارۃ یعطی لکل صلاۃ نصف صاع من بر) کا لفطرۃ(وکذا حکم الوتر)والصوم،وانما یعطی(من ثلث ماله)ولو لم یترک مالا یستقرض وارثه نصف صاع مثلاًویدفعه لفقیر ثم یدفعه الفقیر للوارث ثم وثم حتیٰ یتم قال العلامة ابن عابدینؒ:ونص علیه فی تبیین المحارم فقال:لا یجب علی الولی فعل الدور وان اوصی به المیت؛لا نها وصیة بالتبرع(الدر المختار مع رد المحتار:ص72جلد 2مفتی فیصل احمد مفتی شهباز علی)

تاریخ اجراء:05-04-2018

(۴)نیوٹاون کا فتویٰ حیلہ اسقاط کا حکم

سوال: کیا نماز جنازہ کے بعد حیلہ کرنا جائز ہے کہ نہیں،تفصیل سے جواب دیں۔

جواب: مروجہ حیلہ اسقاط جائز نہیں۔حضورﷺ،صحابہ کرامؓ اورائمہ مجتہدین سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔تفصیل کے لیے مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیعؒ کا رسالہ حیلہ اسقاط(مشمولہ جواہر الفقہ)مطالعہ فرماسکتے ہیں۔فقط واللہ اعلم تاریخ اجراء 2010-01-01

(۵)شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی کا فتویٰ مروجہ حیلہ اسقاط کا حکم

سوال: حیلہ اسقاط جو آجکل مشہور ہے اورلوگ کیا کرتے ہیں،شریعت میں کیا اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟

جواب: اسقاط مروجہ کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے(1)میت کے گناہ معاف کرانے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس کے لئے مغفرت کی دعا کی جائے اور جونماز،روزے رہ گئے ہیں اس کا فدیہ ادا کیا جائے اورمیت کو ایصال ثواب کیا جائے۔واللہ اعلم الجواب صحیح احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ وفی الشامیۃ۲/73)

وبه یظهر حال وصایا اهل زماننا ،فان الواحد منهم یکون فی ذمته صلوات کثیرۃ وغیر ها من زکاۃواضاح وایمان ویو صی لذلک بدر اهم یسیرۃ ویجعل معظم وصیته لقراء ۃ الختمات والتها لیل التی نص علمائونا علی عدم صحة الوصیةبها.(فتاویٰ عثمانی ص63جلد1)

حیلہ اسقاط اورمیت کے لیے تین دن خیرات کرنے کا حکم

سوال:(1)مردہ کے فدیہ میں پیسے اورقرآن کا دوراسقاط پھراتے ہیں،یہ کیسا ہے؟

(2)مردہ کے لئے اول تین رات خیرات کرتے ہیں اورتین صبح تلاوت قرآن قبر پر جاکر کرتے ہیں،اس کو پیسے اورروٹی دیتے ہیں،یہ کیسا ہے؟(مولانا افضل خانؒ شاہ پور کانا ضلع سوات صوبہ سرحد)

جواب:(1)حیلہ اسقاط کی شریعت میں کوئی اصل نہیں،اس کے بجائے مشروع طریقہ یہ ہے کہ جتنی نمازیں یا روزے مردے کے قضاء ہیں،اتنی نمازوں اور روزوں کا فدیہ غرباء کو دیدیا جائے اور جتنا ہو سکے مشروع طریقے سے ایصال ثواب کیا جائے۔

(2)اس قسم کی پابندیاں بدعت ہیں اور ان سے اجتناب لازم ہے۔ہاں ان پابندیوں سے بچ کر مردے کو جتنا ایصال ثواب اخلاص کے ساتھ کیا جائے باعث خیر وبرکت ہے۔واللہ سبحانہ اعلم احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ(فتاویٰ عثمانی ص64 جلد1)

مروجہ حیلہ اسقاط اور بریلوی علماء

حالانکہ بعض اہل بدعت بریلوی علماء کے نزدیک بھی مروجہ حیلہ اسقاط ناجائز ہے۔لیکن موصوف مروجہ کو جائز اور مستحب کہتے ہیں۔آپ دعوت اسلامی کی ویب سائٹ پر دیکھ سکتے ہیں۔

مروجہ حیلہ اسقاط بعض بریلویوں کے نزدیک بھی ناجائز

سوال:ہمارے ہاں جب کوئی فوت ہوجاتا ہے تو نماز جنازہ کے بعد حیلہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ امام صاحب نماز جنازہ کے بعد مقتدیوں کے ساتھ دائرہ بنا کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور قرآن کریم لے کر اس کے نیچے کچھ روپے رکھ کر ایک دوسرے کی ملک کرتے ہیں اور جب امام صاحب کے پاس دوبارہ پہنچتے ہیں تو امام صاحب دعا کرتے ہیں ایک دوسرے کو ملک کرنے کا عمل چند مرتبہ کرتے ہیں اور ہر مرتبہ امام صاحب دعا کرتے ہیں کیا یہ حیلہ کرنا درست ہے یا نہیں؟اور اس طرح کے حیلہ کی وجہ سے میت کو کوئی فائدہ بھی ہوگا یا نہیں؟حالانکہ میت کی نمازوں اور روزوں کا کوئی حساب نہیں کیا جاتا۔وضاحت فرمادیں؟

جواب:حیلہ اسقاط کا یہ طریقہ مکمل درست نہیں ہے البتہ اس میں جو رقم فقراء کو دی جارہی ہے اس کے مطابق میت کے روزوں اور نمازوں کا فدیہ ہوجائے گا،حیلہ اسقاط کا درست طریقہ یہ ہے کہ میت کی ساری زندگی کی فوت شدہ نمازوں اور روزوں کا حساب کرلیا جائے پھر اگر میت نے وصیت کی ہے تو اس کے کل مال کی تہائی میں سے اور اگر وصیت نہ کی ہو تو اپنے پاس سے کچھ مال دے کر یا قرض لے کر فدیہ دیا جائے اور اگر مال کم ہو اور فدیہ زیادہ ہو تو لوٹ پھیر کا طریقہ کرلیا جائے یہ بھی جائز ہے فقہائے کرام نے اس کے جواز کی تصریح فرمائی ہے البتہ اس میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ دائرے میں کھڑے ہونے والے لوگ شرعی فقیر ہی ہوں کوئی غنی اس میں کھڑا نہ ہو،اگر کوئی غنی کھڑا ہو تو اس کے پاس پہنچنے والی رقم کی مقدار میں فدیہ ادا نہیں ہوگا۔ہر شرعی فقیر اس رقم پر قبضہ کرنے کے بعد اپنی طرف میت کے نماز روزوں کے فدیہ کی نیت سے دوسرے کو دیتا جائے۔اسی طرح لوٹ پھیر کرتے رہیں یہاں تک کہ میت کی تمام فوت شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ ہوجائے۔رقم کے ساتھ اگر قرآن پاک بھی ہے تو قرآن مجید کے بدلے میں صرف اتنا ہی فدیہ ادا ہوگا جتنی قرآن کی قیمت ہے یہ سمجھ لینا کہ قرآن پاک سے سارا فدیہ ادا ہوجائے گا یہ بے اصل ہے۔(ماخوذ از دعوت اسلامی ویب سائٹ)

مناظرہ ٹانک

مروجہ حیلہ اسقاط پر ایک نظر مع روئیداد مناظرہ ٹانک" قابل دید کتاب ہے "مروجہ حیلہ اسقاط پر بریلویوں کے ساتھ ہونے والے مناظرے کی مکمل روئیداد ساتھ میں مولانا ساجد خان نقشبندی کا وقیع مقدمہ بھی ہے۔اس سے معلوم ہورہا ہے۔کہ مروجہ حیلہ اسقاط پر بریلویوں کے ساتھ مناظرے دیوبندی کررہے ہے۔کیونکہ مروجہ حیلہ اسقاط علماء دیوبند کے نزدیک بدعت ہے۔اور اہل بدعت بریلویوں کے نزدیک مستحب ہیں۔

صدر وفاق المدارس العربیہ کا فتویٰ

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ کا فتویٰ

فوتگی پر واجب الترک رسوم

سوال:۔موجودہ معاشرے میں فوتگی پر رائج اعمال مثلاً حیلہ اسقاط،چوتھا جمعرات،جس میں ختم قرآن پاک کا اہتمام کیا جاتا ہیاور ایک مخصص جمعرات کو متوفی کے استعمال کے نئے کپڑے اور جوتے وغیرہ خرید کر صدقہ کیا جاتے ہیں،اسلام میں اس کی شرعی حیثیت واضح فرمادیں۔(محبوب الٰہی)

جواب: مروجہ حیلہ اسقاط تو بے شمار مفاسد کا مجموعہ ہے،جو واجب الترک ہے۔دیگر اعمال بھی وقت اور دن کی قید کی وجہ سے اور مباح کو لازم سمجھنے کی وجہ سے واجب الترک ہیں۔(میگزین ڈیسک 09 مارچ،2018۔MD آپ کے مسائل اور ان کا حل،اقراء اسلام،مسائل۔)

امید ہے اس مسئلے کی شرعی حیثیت کا پتہ چل گیا ہوگا۔اب جو لوگ اس کے خلاف کرتے ہیں۔تو علمائے دیوبند کے فرزندان ان کا ہر میدان میں ڈٹ کر مقابلہ کرینگے۔اللہ تعالیٰ ہر قسم کے فتنوں سے ہمیں محفوظ فرمائیں۔امین

اختتام: بوقت 1:30 **تاریخ:5/5/2020**

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ختم شد☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حج اکبر کی حقیقت

ترجمان بریلویت وسیفیت عبدالخالق سیفی کے نزدیک حج اکبر یہ ہے کہ جمعہ کے دن عرفات پڑے۔حالانکہ یہ عوام کی اصطلاح ہے۔جب کہ فقہاء کرام،مفسرین عظام اور علماء کرام کے نزدیک ہر حج،حج اکبر ہے۔اور علماء دیوبندؒ کے نزدیک بھی ہر حج،حج اکبر ہے اور حج اکبر کیلئے جمعہ کے دن عرفات کا پڑنا ضروری نہیں ہے۔موصوف کا علمائے دیوبند کے نظریہ سے اتنا مخالفت ہونے کے باوجود اپنے آپ کو دیوبندی سمجھنا ضد اور ہٹ دھرمی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

ترجمان بریلویت وسیفیت عبدالخالق سیفی کا موقف

موصوف اپنے گمراہ کن التحقیق المختار میں لکھتے ہیں۔"جب جمعہ کے دن عرفات پڑے۔اس کو حج اکبر کہتے ہیں۔(التحقیق المختار ص210)

ترجمان بریلویت وسیفیت کے موقف کا جواب

حج اکبر کا صحیح تصور

باتفاق اہل علم ہر حج،حج اکبر ہے،چاہے یوم عرفہ جمعہ کو ہو یا کسی دوسرے روز ہو۔اور اس کے بالمقابل عمرہ،حج اصغر ہے،حج کیلئے اکبر کا وصف بسبب عمرہ سے جو حج اصغر سے تقابل وامتیاز کیلئے ہے،تفسیر کبیرہ وغیرہ میں حج کے متعلق ہے:"**هذا هو الحج الاكبر لان العمرة تسمى الحج الا صغر** "یہ بات بس یوں ہی جاہل عوام میں مشہور ہوگئی ہے اور ہمارے یہاں بھی یہ غلط تصور ذہنوں میں بیٹھ گیا ہے اور عبدالخالق سیفی جیسے علماء سوء بھی اس کی تشہیر کرتے ہیں کہ حج اگر جمعہ کے روز ہو تو وہ حج اکبر ہوتا ہے.یہ بالکل بے بنیاد اور غلط تصور ہے:حج اکبر درحقیقت حج ہی کو کہتے ہیں.عرب میں اسلام سے پہلے عمرہ کو حج اصغر کہا جاتا تھا۔اس لئے کہ اس میں قیام منیٰ،وقوف عرفات،رمی جمرات اور قربانی کو چھوڑ کر دوسرے مناسک جو خالصتا بیت اللہ سے متعلق ہیں،جیسے احرام،طواف قدوم،سعی بین الصفا والمروہ اور طواف وداع شامل ہیں.چنانچہ عمرہ حج اصغر ہے اور ۹ ذی الحجہ کو وقوف عرفات حج اکبر ہے.وقوف عرفہ کا جمعہ کے دن آجانا کوئی خصوصی اہمیت نہیں رکھتا لیکن غلط العام کے طور پر یہ بات پھیلائی گئی ہے کہ وقوف عرفہ کا جمعہ کے دن آنا حج اکبر ہے.شریعت میں ہر حج کو حج اکبر اور ہر عمرے کو حج اصغر کہتے ہیں۔گویا عمرہ کے مقابلے میں حج کو اکبر کہا جاتا ہے،عوام میں جو مشہور ہے کہ وقوف عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ حج اکبر ہوتا ہے،یہ خیال درست نہیں۔(مستفاد:فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۲۹۵،کتاب النوازل جلد7ص536)

وفی المنهاج:اعلم انه ليس الحج الاكبر فی تعبير القرآن والحديث ما اشتهر علی السنة العوام ان

الحج الاكبر ماكان فيه يوم عرفة يوم الجمعة بدليل ان الله تعالیٰ اطلق الحج الاكبر على حج الصديق الاكبر،فالحج الاكبر هوا لحج مطلقا ويقال للعمرة الحج الاصغر(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی۱۸۲:۴قبیل باب ماجاء فی الكلام فی الطواف)

حج اصغراورحج اکبر کی اصطلاح

اصغر کے معنی چھوٹے اوراکبر کے معنی بڑے کے ہیں۔شریعت کی رو سے عمرہ کو حج اصغراور حج کو حج اکبر کہا جاتا ہے۔لیکن ہمارے معاشرے میں اس حوالے سے یہ کوتاہی دیکھنے میں آئی ہے کہ جو حج جمعہ والے دن ہواُس کو حج اکبر کہا جاتا ہے اور جو حج جمعہ کے علاوہ باقی کسی دن ہو اس کو حج اصغر تسلیم کیا جاتا ہے،حالانکہ شریعت اسلامی کو رو سے ایسا نہیں ہے۔شریعت میں عمرہ کو حج اصغر اور حج (چاہے وہ کسی بھی دن ہو) کو حج اکبر کہا گیا ہے۔اس حوالے سے ایک حدیث ملاحظہ ہو حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ص نے مجھے ان لوگوں کے ساتھ روانہ کیا جو قربانی والے دن مقام منیٰ میں اس امر کا اعلان کر رہے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کعبہ کا طواف کوئی شخص برہنہ نہ کرے۔اور حج اکبر قربانی والے دن ہے۔اس کو حج اکبر اس لیے کہا گیا ہے۔کہ (دور جاہلیت میں) بعض لوگ عمرہ کو حج اصغر کے نام سے موسوم کرتے تھے۔

قرآن میں حج اکبر کا تذکرہ

حج اکبر کا تذکرہ قرآن کریم بھی موجود ہیں۔جب قرآن میں موجود ہیں تو اس کی تفسیر بھی موجود ہیں۔جب ہم نے مختلف تفاسیر دیکھے تو اس میں یہی پایا کہ حج اکبر سے مراد حج ہیں۔یہ ضروری نہیں کہ جمعہ کے دن حج ہو تو حج اکبر ہیں ورنہ نہیں۔بلکہ یہ عوام کی اصطلاح ہیں۔عبدالخالق سیفی چونکہ عاری عن العلم ہیں اس لئے علماء تو کیا یہ عوام میں مشہور غلط مسائل کی ترویج کرتا ہیں اور کتاب دیکھنے کی موصوف کو کوئی فرصت نہیں ہوتا کیونکہ بدعات کی وجہ سے انسان کی عقل پر پردہ آجاتا ہے پھر اس کو صحیح اور غلط کا فرق نہیں ہوتا۔یہ اس کی علمی حالت ہیں کہ عوام کی باتیں کرتا ہیں۔اگر قرآن کریم اور مفسرین اور فقہاء کرام کی تشریحات دیکھتے تو ضرور عوامی باتوں سے بچتے۔یہی سے ان کے سارے مسائل کا حال سمجھے۔قرآن کریم میں ہے

واذا ن من الله ورسوله الى الناس يوم الحج الاكبر ان الله برىء من المشركين ورسوله فان تبتم فهو خير لكم ،وان تو ليتم فاعلمو اانكم غير معجزى الله،وبشر الذين كفروابعداب اليم}[التوبة:۳

حج اکبر کے بارے میں مفسرین کرام کی آراء

اس بارے میں اگر چہ متعدد اقوال ہیں؛لیکن اکثر علماء ومفسرین کے نزدیک حج اکبر کا اطلاق حج کے پانچ دنوں میں

سے ''یوم النحر''یعنی ۱۰رذی الحجہ پر ہوتا ہے۔علامہ ابن کثیرؒ ''**یوم الحج الاکبر**'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وهو يوم النحر الذى هو افضل ايام المناسک واظهر هاواکبر هاجمعا.(تفسير ابن کثير 596)

عن الحارث عن علیؓ قال:يوم الحج الاکبر يوم النحر.عن عکرمة عن ابن عباسؓ قال:الحج الاکبر يوم النحر.

حدیث میں حج اکبر سے کیا مراد ہے؟

حدیث شریف میں بھی یوم النحر ،یوم الاضحیٰ کو حج اکبر کہا ہے۔اس لئے یہ کہنا کہ عیدالاضحیٰ جب جمعہ کے دن ہوتو اس کو حج اکبر کہتے ہیں بلکل غلط اصطلاح ہے اس لئے ہمارے اکابر نے اس کو عوام کا اصطلاح کہا ہے۔اب ذرا اس حدیث کو دیکھ لیجئے

عن عبدالله بن سنان قال:حدثنا المغيرةبن شعبةعلى بعير فقال:هذايوم النحر،وهذا يوم الاضحى،هذايوم الحج الاکبر.(المصنف لابن ابى شيبة۸ی/۲۲۳)

مفتی عبدالرحیمؒ کا فتویٰ

لیکن یاد رہے کہ جمعہ کے حج کو حج اکبری کہنا معتبر وصحیح نہیں ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد8 ص32،مؤلف:حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ(مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی پاکستان)

حضرت مولانا لدھیانوی شہیدؒ کا فتویٰ

جمعہ کے دن کے حج کو حج اکبر کہنا تو عوام کی اصطلاح ہے،قرآن مجید میں حج اکبر کا لفظ عمرہ کے مقابلے میں استعمال ہوا ہے۔باقی رہا یہ کہ جمعہ کے دن جو حج ہوا اس کی فضیلت ستر گنا ہے،اس مضمون کی ایک حدیث بعض کتابوں میں طبرانی کی روایت سے نقل کی ہے،مجھے اس کی سند کی تحقیق نہیں۔(آپ کے مسائل اوران کا حل جلد4- ص227)

مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا فتویٰ

جمعہ کے دن یوم عرفہ واقع ہونے کے بارے میں جو حج اکبر کی بات عوام میں مشہور ہے،اس کے متعلق کوئی تصریح نہیں ملی۔(فتاویٰ محمودیہ۱۰/۲۹۵)

شاہ انور شاہ کشمیریؒ کا فتویٰ

الحج الاکبر فى عرف الحديث هو الحج،واما الحج الاصغر فالعمرة،لا ماهو متعارف فى عامة

الـنـاس مـن ان الـحـج الاكبـر الـذی يـكـون يوم عرفة فيه يوم الجمعة.(العرف الشذی شرح سنن الترمیذی ص295ج2)

بنوری ٹاون کا فتویٰ

عوام میں مشہور ہے کہ وقوف عرفہ جمعے کے دن ہوتو وہ حج حج اکبر ہوتا ہے۔ یہ خیال درست نہیں،شریعت میں ہر عمرہ، حج اصغر اور ہر حج، حج اکبر ہے۔ گویا عمرہ کے مقابلے میں حج کو اکبر کہا جاتا ہے اور حج کی کوئی ایسی فضیلت جو آپ نے دریافت کی ہے ہمارے علم میں واقعہ علم میں ہے۔فتویٰ نمبر 143512200041 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

جمعہ کے دن کے حج کو حج اکبر کہنا عوام کی اصطلاح ہے،قرآنِ مجید میں حج اکبر کا لفظ عمرہ کے مقابلے میں استعمال ہوا ہے، جمعہ کے دن کے حج کی بڑی فضیلت وارد ہے معتبر کتابوں میں ہے کہ جمعہ کا حج ستر درجہ افضل ہے۔

درمختار میں ہے **لـوقـفـة الـجـمـعـة مـزية سبـعين حجة ويغفر فيها لكل فرد كتا اسرار الحج،وقال بعض السلف اذا وافق يوم عرفة يوم جمعة غفر لكل عرفة وهوا فضل يوم فی الدنيا،**

لیکن جمعہ کے حج کو حج اکبر کہنا معتبر وصحیح نہیں ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

☆☆☆☆☆☆☆ختم شد☆☆☆☆☆☆☆

دعابعدالجنازہ کاشرعی حکم

ترجمان سیفیت وبریلویت نے اپنے گمراہ کن کتاب التحقیق المختار میں لکھا ہے :۔کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم جنازہ کی نماز سے فارغ ہوجاو(نماز کی صفیں توڑ جائے) پھراس مردہ کواخلاص سے دعا کرو۔(التحقیق المختارص ۴۵)

اس حدیث سے موصوف اجتماعی دعابعدالجنازہ کےثبوت پراستدلال کررہاہے۔

الجواب باسم ملہم الصواب

نمازجنازہ خوددعاہے ۔اس کے بعد دعا کااہتمام والتزام بدعت ہے ۔کیونکہ عہدرسالت ،عہدصحابہؓ ،عہدتابعین وتبع تابعین کے دور میں سے بھی ثابت نہیں،حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں متعدد جنازے پڑھائے اورحضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس طرح آپ ﷺ نمازجنازہ پڑھانے کاطریقہ کار،اس کی تکبیرات وغیرہ نقل فرمائیں توانہیں دعابعدالجنازہ کوذکرنہیں فرمایا۔اگرآپ ﷺ کسی ایک جنازے کے بعدبھی دعامانگنے کااہتمام فرماتے تواتنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کم ازکم کوئی ایک صحابی تواس کوضرورنقل کرتے جبکہ اس بارے میں احادیث طیبہ اورآثارصحابہ میں کوئی ایک روایت بھی مذکورنہیں اسی لئے ملاعلی قاریؒ نے فرمایاہے کہ جنازہ کے بعددعا کرنانمازجنازہ میں اضافہ کرنے کے مشابہ ہے،لہذا یہ بدعت ہے جس کاترک کرناواجب ہے(ماخذہ فتاویٰ عثمانی)

حدیث کاغلط ترجمہ اوراس سے استدلال کاجواب

موصوف نے ابوداود کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے دعابعدالجنازہ کے جوازپرپیش کیاہے حالانکہ موصوف نے اس حدیث کاترجمہ ہی غلط کیاہے۔

عن ابی هریرةؓ قال سمعت رسول الله ﷺ یقول :اذاصلیتم علیٰ المیت فاخلصوا له الدعاء(ابوداود ص ۴۵۶ ج۲)

جب تم میت پرنمازجنازہ کاارادہ کرلوتواخلاص کےساتھ میت کے لئے دعاءکرو۔

اذاصلیتم اس طرح ہے جس طرح قرآن میں آتاہے اذاقمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب تم نمازپڑھ لوپھروضوکرو۔بلکہ سارے محدثین نے یہ مطلب بیان کیاہے کہ اذااردتم القیام الی الصلوٰۃ فاغسلوا یعنی جب نمازکاارادہ توپہلے وضوکرلو۔اسی طرح یہاں بھی ہے کہ جب نمازکاارادہ کرلو یہ نہیں کہ نمازپڑھ لوتواس کے بعداجتماعی دعا کرلو۔اس پرسب سے واضح دلیل یہ ہے ذرااس حدیث کاترجمہ کسی شرح حدیث میں دیکھ لیاجائے۔

فاخلصوا لہ الدعاء کا صحیح مطلب

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نماز جنازہ اداء کرنے کے بعد اجتماعی دعا مانگو بلکہ مطلب یہ ہے کہ نماز جنازہ کے اندر تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے جو دعا مانگتے ہو تو اخلاص سے مانگو۔ چنانچہ مرقاۃ میں لکھا ہے۔

قال ابن حجر الدعاء للميت بخصوصية بعد التكبيرة الثالثة ركن (مرقاة ص ۱٦٧ ج۳)

وفيه من الفقه ان الميت يدعىٰ له فى الصلاة عليه ولكن بالاخلاص الخ(شرح ابى داود للعينى ص ۱۴۳ ج.٦)

امداد المفتین اور دلیل الخیرات

امداد المفتین اور دلیل الخیرات میں دعاء بعد الجنازہ کے بارے میں کچھ اس طرح لکھا ہے

لیکن جمع ہوکر دعا کرنے کا ثبوت صرف نماز جنازہ کے اندر ہے اس سے پہلے یا اس کے بعد جن جن مواقع میں دعا کے لئے لوگوں کو جمع کیا جاتا ہے یہ لوگوں کی اپنی ایجاد ہے۔اور فقہاء کرام اسی اجتماع کو مکروہ اور بدعت فرماتے ہیں فتاویٰ بزازیہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔(امداد المفتین ص۴۴۴،دلیل الخیرات ص۵۱تا۵۳)

فقہاء احناف کے نزدیک دعا بعد الجنازہ کا حکم

دعا بعد الجنازہ سے فقہائے کرامؒ نے صراحۃ منع فرمایا ہے اور اس کو مکروہ لکھا ہے چند فقہی عبارات ملاحظہ ہوں۔

فى البزازيه على هامش الهنديه :.لايقوم باالدعاء بعدصلاة الجنائز لانه دعامرة لان اكثرهادعاء (بزازيه ص ۸۰ ج ۴)

وكذافى السراجيةص ۷۷،وفى البحر ص ۱۸۳ ج۲،وفى الخلاصه ص ۲۲۵ ج ۱،وفى جامع الرموز ص ۲۸۳ ج ۱.

وفى المرقاة :ولايدعوالـلميت بعدصلاة لانه يشبه الزيادة فى صلاة الجنازة(فى المرقاة ص ۱۷۰ ج ۴)

تاریخ:۱۴اپریل۲۰۲۲بوقت ۱:۳٦

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ختم شد☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مستورات کی تعلیم اور تبلیغ کا مسئلہ

ترجمان بریلویت وسیفیت کے نزدیک مستورات کی تعلیم اور تبلیغ کے نکلنے کو مطلقا بدعت اور حرام ہیں جبکہ جمہور علمائے دیوبند کے نزدیک مستورات کی تعلیم اور تبلیغ شرائط کے ساتھ جائز ہیں۔جس کا زندہ مثال وفاق المدارس کے تحت بنات کے باقاعدہ نصاب اور مدارس ہے۔جس سے ہر سال ہزاروں طالبات علم دین سیکھ فارغ التحصیل ہورہے ہیں۔

ترجمان سیفیت وبریلویت کا موقف

چنانچہ لکھتے ہیں" جیسا کہ اس عصر میں عورتوں کی تبلیغ کرنا،جس کو مستورات کی جماعت کہا جاتا ہے یہ بدعت سیئہ ہے کیونکہ عورتیں جہاداور مساجد سے بھی منع ہے۔تبلیغ کے لیے بلکل نکل نہیں سکتی۔(التحقیق المختارص98)

اورمدرسۃ البنات کے خلاف اس کے اوراس کے اکابرین کے آڈیواور ویڈیو پیغامات اب بھی میڈیا پر موجود ہے۔تلاش کرنے سے مل جائیگا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جامعہ فاروقیہ کا فتویٰ

عورتوں کے لئے اصل حکم تو یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں اور بلاضرورت شدیدہ گھروں سے باہر نہ نکلیں،البتہ اگر ضروریات دین مثلا نماز،روزہ وغیرہ کے مسائل گھر میں معلوم نہ ہوسکیں تو اس کے لئے عورت حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے باہر نکل سکتی ہے۔آج کل چونکہ فتنے کا دور ہے اور بے دینی تیزی سے بڑھ رہی ہے،خاص طور عورتوں میں بے دینی بہت ہوگئی ہے۔اس لئے اگر عورتیں اصلاح کی غرض سے مندرجہ ذیل شرائط کی پابندی کرتے ہوئے کبھی کبھی تبلیغ کے لئے چلی جایا کریں تو اس میں گنجائش ہے۔لیکن اگر وہ شرائط کی رعایت نہ رکھیں تو ان کا تبلیغ میں نکلنا جائز نہیں۔

شرائط:۔

1۔سرپرست یا شوہر کی اجازت ہو،بچوں اور متعلقین کے حقوق ضائع نہ ہوں۔

2۔محرم یا شوہر ساتھ۔

3۔مکمل شرعی پردہ ہو۔

4۔زینت یا بناو سنگار کرکے یا خوشبو لگا کر نہ نکلیں۔

5۔عورتیں جن گھروں میں ٹھہریں وہاں پردہ کامکمل انتظام ہواور مردوں کا وہاں کوئی عمل دخل نہ ہو۔

6۔دوران تعلم عورتوں کی آواز غیرمحرم نہ سنے۔(فتویٰ جامعہ فاروقیہ کراچی)

اگر موصوف کی اس منطق کو مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہیں کہ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی اور ملک کے بڑے بڑے جامعات نے بدعت سیئہ کے جواز کا فتویٰ دیا۔اب قارئین خود اندازہ کرلے کہ موصوف کس کی ترجمانی کررہا ہے حالانکہ شیخ الاسلام اور دوسرے مفتیان کرام نے پردے کے اہتمام کے ساتھ جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

اس کے علاوہ جامعہ اشرفیہ،جامعہ بنوری ٹاون،جامعہ حقانیہ اور دارالعلوم دیوبند کے جید مفتیان کرام سب نے مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ جواز کا فتویٰ دیا ہے اگر شرائط پورے نہ ہوتو پھر عدم جواز پر سب کا اتفاق ہے۔

تبلیغی جماعت کا مخالف کون؟

تبلیغی جماعت کے سب سے زیادہ مخالف پاک وہند میں بریلوی ہیں۔چونکہ موصوف کا نظریاتی تعلق بھی بریلویوں سے ہے ہمارے علاقے میں الحمدللہ عام لوگ دیوبندی علماء کے سوا دوسرے مسلک کے علماء کو چارہ نہیں ڈالتے اس لئے یہ کبھی کبھی کہتا ہیں میرے اساتذہ بھی دیوبندی ہیں جو شخص اپنا نسبت صراحتاً دیوبند کی طرف کرنے سے ڈرتا ہو وہ کیسا علمائے دیوبند کے شاگردوں کے علاقے میں کامیاب ہوسکتا ہیں اب آپ فتاویٰ عثمانی کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں تاکہ شرح صدر ہوجائے کہ موصوف کا علمائے دیوبند سے کوئی تعلق نہیں بلکہ مذموم مقاصد اور شرکیات وبدعات کی ترویج کے حصول کے لئے علمائے دیوبند کا نام استعمال کرتا ہے کہ میرے اساتذہ دیوبندی ہیں جب آپ کے اساتذہ دیوبندی ہے تو آپ کے مسائل علمائے دیوبند سے زیادہ بریلویوں سے کیوں زیادہ قریب ہیں۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی کا فتویٰ

عورتوں کے لئے تبلیغی اجتماع میں شرکت کا حکم

سوال:۔جس طرح مرد مسجد میں تبلیغ کرتے ہیں،اسی طرح عورتیں بھی مبلغ ہیں،محلے کی عورتوں کو دعوت دیتی ہیں،ان کی طرف سے مرد،مسجد میں اعلان کرتے ہیں کہ فلاں جگہ عورتوں کا اجتماع ہے،آپ حجرات اپنی ماں،بہنوں کو سہاں بھیجیں۔عورتوں کا اس قسم کے اجتماع کے لئے غیرمحرم کے گھر جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔اگر عورتیں پردے کے اہتمام کے ساتھ تبلیغی اجتماع میں جائیں تو ۳ جائز ہے،بلکہ بحالات موجودہ ایسے اجتماعات میں عورتوں کی شرکت مفید ہے۔(فتاویٰ عثمانی جلد اول کتاب ۲۴۲ ما یتعلق بالدعوۃ والتبلیغ)

حقیقی اور اصلی دیوبندی کون؟

اب آپ کو پتہ چلے گا کہ موصوف اتنے فتاویٰ جات کے بعد بھی کہے گا کہ میں علمائے دیوبند کا پیروکار ہوں۔علمائے دیوبند کا پیروکار وہی ہوتا ہے جو ان کی نظریات اور افکار اور طریقہ کار کا پابند ہوتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ علمائے دیوبند کے عقائد ونظریات کو اپنے والا اور ماننے والا ہی دیوبندی ہے۔لیکن موصوف بریلویت کی پرچار کے لئے علمائے دیوبند کا نام اپنے مذموم مقاصد اور بدعات سمیت سیفیت وبریلویت کی ترویج واشاعت کے لئے استعمال کر رہا ہے۔

فرزندان توحید اور فرزندان دیوبند

اب تک الحمدللہ فرزندان توحید اور فرزندان علمائے دیوبند زندہ ہیں کسی کو یہ جرات نہیں ہوگا کہ وہ اللہ کی توحید پر حملہ کر کے شرک پھیلائے گا یا علمائے دیوبند کا مقدس نام استعمال کر کے بدعات کی ترویج کرے۔ان شاءاللہ اس طرح کے گمراہ لوگوں کے لئے فرزندان توحید وفرزندان علمائے دیوبند وقتاً فوقتاً جواب دیتے رہینگے۔ان شاءاللہ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ختم شد☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یامحمد، یارسول اللہ کس کا شعار؟

کیا"ندائے یامحمد"مسلمانوں کا شعار ہیں؟

ترجمان بریلویت وسیفیت عبدالخالق سیفی بریلوی کے نزدیک"یامحمد "یارسول اللہ لکھنا اچھا کام ہے اور مسلمانوں کا شعار ہیں۔جب کہ اکثر مفسرین کے نزدیک"یامحمد" کہنا ناجائز ہے۔اورہم اس پر علمائے دیوبند کے فتاویٰ جات بھی بطور تائید ذکر کرینگے ۔رسول ﷺ کو ان کا نام لے کر(یا محمد کہہ کر) آواز دینا، بلانا، اور پکارنا وغیرہ نہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں جائز تھا اور نہ آپ ﷺ کے وفات کے بعد جائز ہے۔اس لئے ہم نے ''ندائے یا محمد ﷺ کو قرآن مجید کتب احادیث وتفاسیر وغیرہ سے دلائل کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ نبی آخرالزماں امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کا نام لے کر آواز دینا بلانا اور پکارنا وغیرہ بالکل ممنوع ناجائز ہے۔

فتنہ سیفیت و بریلویت کے ترجمان کا موقف

موصوف لکھتے ہیں"بہت سے صحابہ کرام سے محمد ﷺ کی وفات کے بعد یا محمد ﷺ کی ندا کرنا ثابت ہے اسی طرح مذاہب کے ائمہ سے ثابت ہے۔کہ وہ"یا" سے نبی کریم ﷺ کو آواز لگاتے تھے۔(التحقیق المختار ص196)

دوسری جگہ تحریر فرماتے"اسی طرح حافظ الحدیث امام ابوبکر ابن سنیؒ نے(1070)سال پہلے ایک کتاب لکھی ہے۔اس نے اس نے اپنی کتاب" عمل الیوم واللیلۃ "میں عبداللہ ابن مسعود کی روایت نقل کرتے ہیں۔

"اخبرنا ابو يعلى،ثنا الحسن بن عمر بن شقيق ،ثنا معروف بن حسانا بو معاذا لسمر قندى،عن سعيد عن قتاده عن ابى بردة عن ابيه عن عبدالله بن مسعود انه قال قال رسول الله ﷺ اذانفلتت الدابة احد كم بارض فلات فلينا ديا عبادالله احبسوه فان لله عزو جل فى الارض حاضر اسيحبه(عمل اليوم والليلة ص170).(التحقيق المختار ص198)

اہل پشین پر وہابیت فتویٰ

چونکہ ہم پنجپیریوں اور وہابیوں بسے ہوئے ہیں(حالانکہ موصوف پشین میں رہتا ہیں اور پشین کے سارے لوگ ان کے نزدیک وہابی، پنجپیری ہیں۔از ناقل)اس لئے ان علاقوں میں شعار کی نیت سے یا محمد لکھنا اچھا کام ہے تاکہ لا مذہب وہابیہ اور فسقہ اور فجرہ سے فرق آجائے۔(کیا پشین کے لوگ لا مذہب، فاسق اور فاجر ہیں۔از ناقل)۔(التحقیق المختار ص203)

یارسول اللہ، یا محمد اہل سنت والجماعت کا شعار نہیں بلکہ اہل بدعت کا شعار

یارسول اللہ اس نیت سے کہ یہ اہل السنّت والجماعت (اہل سنت والجماعت کا نہیں بلکہ اہل بدعت سیفی بریلویوں کا اشعار ہے) کے شعار اور نشانی ہے جائز اور شرعی عمل ہے۔(التحقیق المختار 203)

اس کے بعد لکھتے ہیں۔"اسی طرح امیر المومنین فی السیرۃ علامہ واقدیؒ اپنی کتاب فتوح الشام میں لکھتے ہیں۔یہ کتاب 1200 سال پہلے لکھی گی ہے۔حضرت عمرؓ کی خلافت میں یرموک کی غزاء میں حضرت خالد بن ولید کی امارت حضرت خالد بن ولیدؓ کی امارت میں 30000 صحابہ کرام لڑتے تھے۔سب کا یہ شعار اور علامہ تھا (یا محمد، یا منصور، امتک ،امتک)اے محمد امت کی فریاد سن۔جو شخص یہ نعرہ لگا تا وہ سمجھتے کہ یہ مسلمان ہے(فتوح الشام جلد 1 ص 243)اسی طرح علامہ ابن کثیر دمشقیؒ روایت نقل کرتے ہیں کہ جنگ یمامہ میں جس میں 24000 صحابہ کرام موجود تھے۔اس دن میں مسلمانوں کا شعار یہ نعرہ تھا۔(یا محمداہ)اور فرماتے ہیں (**ثم نادیٰ خالد بن ولید بشعار المسلمین وکان شعار ھم یو مئذ**("التحقیق المختار ص 198)

اسی طرح حضرت حسینؓ کی شہادت کے دن زینب بنت علی یہ اشعار پڑھتی تھی۔"**یا محمد اہ یا محمد اہ علیک اللہ وملک فی السماء یا محمد اہ ھذا حسین فی العراء مزمل بالدعاء مقطع الاعضاء یا محمد اہ** "(البدایہ والنہایہ ص 272 ج 8)اسی طرح امام ابوبکر ابن سنیؒ اپنی کتاب میں روایت نقل کرتے ہیں۔حضرت ابوسعید فرماتے ہے"**حدثنی محمد ابن ابراھیم الانماطی وعمر بن الجنید،بن عیسیٰ ثنا محمود بن خدا ش ثنا ابو اسحاق السبیعی عن ابی سعید قال کنت امشی مع بن عمر فخدرت رجلہ فجلس فقال لہ ء رجل اذکراحب الناس الیک فقال یا محمد اہ فقام فمشی**'(عمل الیوم واللیلۃ ص 67)- - - - -یہ کتنی جلیل الشان صحابی ہے۔علیہ السلام کی سنتوں کا کتنا پابند صحابی تھا۔شرک اور بدعت سے کتنا دور صحابی تھا لیکن پھر بھی یا محمد اہ کی آواز لگا تا ہے کوئی بھی صحابی اسے نہیں کہتا ہے کہ یہ مت کہو۔(**التحقیق المختار ص 199**)

فتنہ سیفیت کے ترجمان کے موقف کا جواب

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ کا فتویٰ

الجواب باسم ملہم الصواب

یا محمد" کا حکم"

حضور نبی کریم ﷺ کیلئے یا محمد ﷺ کے الفاظ لکھنا بے ادبی ہے،اس نام سے آپ ﷺ کے سامنے بھی سوائے بعض کفار

ومشرکین کے کوئی اور آپ ﷺ کو نہ پکارتا تھا اور کفار بھی اکثر آپ ﷺ کے لئے اس بے ادبی کو گوارا نہیں کرتے تھے بلکہ کنیت سے پکارتے تھے،اس کے علاوہ اس نداء میں عقیدہ فاسدہ کا ایہام ہے،اس لئے یہ لفظ اس طرح لکھنا درست نہیں۔(فتاویٰ عثمانی)

اب جو لوگ "یا محمد" لکھتے ہیں یا کہتے ہیں وہ حضور ﷺ کی بے ادبی کے مرتکب ہیں۔اہل سنت کا شعار تو کیا ؟یہ تو کفار اور مشرکین مکہ کا طریقہ اور بے ادبی ہیں۔

دلیل از قرآن

ارشاد ربانی ہیں۔"لاتجعلو اد عاء الرسول بینکم کد عاء بعضکم بعضا قد یعلم الله الذین یتسللون منکم لواذا فلیحذر الذین یخالفون عن امرهه ان تصیبهم فتنة او یصیبهم عذاب الیم(سورۃ النور ایت نمبر 63)

اس آیت کی تفسیر میں تقریباً سارے مفسرین نے لکھا ہے کہ "یا محمد" کے کہنا منع ہیں۔اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ نبی ﷺ کی بے ادبی ہے اب آپ تفاسیر کے حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

مفسرین کے نزدیک "یا محمد" کہنا منع ہے

حافظ ابن کثیرؒ کے نزدیک "یا محمد" کہنے کا حکم

قال الضحاک،عن ابن عباس:کانو ایقولون: یا محمد،یا ابا القاسم،فنها هم الله عزوجل،عن ذلک،اعظامالنبیه ،صلوات الله وسلامه علیه قال:فقالوا:یا رسول الله، یانبی الله وهکذا قال مجاهد،وسعید بن جبیر وقال قتادة:امر الله ان یهاب نبیه ﷺ،وان یبجل وان یعظم وان یسود وقال مقاتل [ابن حیان]فی قوله:(لا تجعلو ادعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا)یقول:لا تسموه اذاد عوتموه:یا محمد،ولا تقولو ا:یابن عبدالله،ولکن شرفوه فقولوا:یا نبی الله ، یا رسول الله(ابن کثیر)

علامہ قرطبیؒ کے نزدیک "یا محمد" کہنے کا حکم

قوله تعالی:لاتجعلو ادعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا قد یعلم الله الذین یتسللون منکم لو اذا فلیحذر الذین یخالفون عن امره ان تصیبهم فتنة او یصیبهم عذاب الیم (قرطبی) قوله{لا تجعلو ادعاء الرسول بینکم کد عاء بعضکم بعضاء}یرید:یصیح من بعید :یا ابا القاسم !بل عظموه کما قال فی الحجرات{ان الذین یغضون اصواتهم عند رسول الله } [الحجرات: 3]الآیة.وقال سعید بن جبیر

ومجاهد:المعنى قولو ايا رسول الله،فی رفق ولين،ولا تقولو ايا محمد بتجهم(تفسیرقرطبی)

علامہ طبریؒ کے نزدیک "یا محمد" کہنے کا حکم

قوله تعالى:لا تجعلو ادعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا يريد:يصيح من بعيد:يا اباالقاسم! بل عظموه كما قال فی الحجرات:ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله الآية. وقال سعيد بن جبير،ومجاهد:المعنى قولو ايا رسول الله،فی رفق ولين،ولا تقولو ايا محمد بتجهم وقال قتادة:امر هم ان يشرفوه يفخموه حدثنى محمد بن عمرو،قال:ثنا ابو عا صم،قال:ثناعيسى،وحد ثنى الحارث،قال:ثنالحسن، قال :ثنا ورقاء،جميعا عن ابن ابى نجيح،عن مجاهد:(كدعاء بعضكم بعضا)قال:امرهم ان يد عوا:يا رسول الله،فی لين وتواضع ،ولا يقولوا:يامحمد،فی تجهم(طبری)

علامہ جلال الدین،صاحب جلالین کے نزدیک یا محمد کہنے کا حکم

{لا تجعلو ادعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا}بان تقولو ايا محمد،بل قولو ايا نبی الله،يار سول الله، فی لين وتواضع وخفض صوت{(تفسير الجلالين)

معرکوں میں صحابہ سے "یا محمد" کے ثبوت کا پوسٹمارٹم

روایت نمبر 1: یا محمداہ کا جواب:۔

معرکوں کے دوران صحابہ کرام کی جانب سے "یا محمداہ" یا پھر "وامحمداہ" کا شعار استعمال کرنا ثابت نہیں ہے؛ جیسے کہ اس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔لیکن اگر یہ صحیح ثابت بھی ہوتو تب بھی یہ استغاثہ اور مدد طلب کرنے کے معنی میں نہیں ہوگا جیسا کہ ان لوگوں کی عادت پہلے یہ لوگ ندائے غیراللہ کے جواز کے دلائل پیش کرتے ہیں اوراس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ غیراللہ حاضروناظر،عالم الغیب نہیں ہے جب لوگ اس بات کو مان لیتے تو اس کے بعد ان لوگوں کا دوسرا وار یہ ہوتا ہے کہ جب یہ جائز ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ غیراللہ سے استمد اد مافوق الاسباب بھی جائز ہے۔اس لئے ہم نے ان کے اس نظریہ پر گرفت کیا ہے۔ورنہ صرف یارسول اللہ کہنے سے ہم کسی کو مشرک نہیں کہتے جب اس کا عقیدہ صحیح ہوتا ہم پھر بھی موہم شرک ہونے کی وجہ سے ہم عوام کو اس کی اجازت نہیں دیتے۔

یامحمداہ، وامحمداہ کا صحیح مطلب

ان الفاظ میں کوئی طلب یا مدد کا مطالبہ نہیں ہے، بلکہ اسے تو عربی ادب میں "الندبۃ" کہتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی کی خاطر آپ میدان معرکہ میں چلا اٹھیں، تو مسلمان یہ لفظ بول کر اپنے جنگجو ساتھیوں کو جوش اور جذبہ دلاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی خاطر جان کی بازی لڑا دو، آپ کے دین کے لیے جان نثار کر دو، تو یہ ان کے "و اسلاماہ" کہنے کی طرح ہی ہے، [یعنی اسلام کے لیے اٹھ کھڑے ہو] عربی ادب میں ندبہ "وا" اور اسی طرح "یا" دونوں کے ساتھ ہوتا ہے، تاہم آخر الذکر کے استعمال میں شرط یہ ہے کہ التباس کا خطرہ نہ ہو، جیسے کہ ابن مالک نے اپنی الفیہ میں لکھا ہے: کہ

و(وا)لمن ندب و(یا)،وغیر (واو)لدی اللبس اجتنب...

ترجمہ: "وا" ندبہ کے لیے ہے اور "یا" بھی، تاہم غیر "واو" اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب التباس کا اندیشہ نہ ہو۔

اس کی شرح میں اشمونیؒ کہتے ہیں: ابن مالک کا قول: "و(وا)لمن ندب" یعنی جس کے لیے ندبہ کرنا مقصود ہے یعنی جس کو "ابھارنا مقصود ہے یا جس چیز کی وجہ سے تکلیف ہے اسے بیان کرنا مقصود ہے، اس کی مثال: "وا ولــــداہ" [ہائے میرا بچہ] اور اسی طرح "یاراساہ"۔

ابن مالک کا قول: "و غیــــر (واو)" سے مراد "یا" ہے، یعنی جس وقت التباس کا اندیشہ نہ ہو تو پھر "یا" کے ذریعے ندبہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کی مثال اس شعر میں ہے:

حملت امراً عظیماً فاصبطرت له وقمت فیه بامر الله:یا عمرا

لیکن اگر التباس کا خدشہ ہو تو پھر "وا" کے ذریعے ہی ندبہ ہوگا الاشمونی علی الفیۃ ابن مالک "(1/233)" اسی ندبہ کی یہ مثال بھی ہے جس میں سیدہ فاطمہؓ نبی ﷺ کی وفات کے وقت فرماتی ہیں: "یـا ابتـاہ اجـاب ربـادعاہ" اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں "وا ابتاہ اجاب ربادعاہ" اسی طرح صحیح بخاری (4462) میں انسؓ بیان کرتے ہیں کہ: "جس وقت نبی ﷺ نڈھال ہو گئے اور غشی طاری ہونے لگی تو فاطمہؓ نے کہا: "وا کــرب ابـاہ !!" تو اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (تمہارے والد پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں آئے گی) پھر جب آپ کی وفات ہو گئی تو فاطمہؓ کہنے لگیں: "یـا ابتــاہ،اجــاب ربــاد عــا ،یـا بتـاہ؛من جنة الـفـردوس ماواہ،یا ابتاہ الی جبریل ننعاہ!! "جب آپ ﷺ کی تدفین ہو گئی تو فاطمہؓ نے کہا: "انس! تمہارا" دل کس طرح راضی ہوا کہ تم رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالو!؟ ابن ماجہ (1630) میں کچھ یوں الفاظ ہیں:

"واابتـاہ ،الـی جبـرائیـل انـعـاہ،واابتاہ من ربه ما اذناہ،واابتاہ جنة الفردوس ماواہ،واابتاہ اجاب ربا دعاہ"

تو یہ سب ندبہ کے زمرے میں آتا ہے اس میں استغاثہ اور دعا کا کوئی پہلو نہیں ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں: "یا ابتاہ" ایسے ہی ہے کہ جس طرح کہا جائے: "یا ابی" تو پہلے لفظ میں تا حرف یا کا متبادل ہے اور الف ندبہ کے لیے اور آخر میں "ہ" وقف کے لئے ہے۔از "فتح الباری (8/149)"

یا محمداہ کا شعار ہونے والی حدیث کی اسنادی حیثیت

جیسے کہ ہم پہلے اشارہ کر آئے ہیں کہ یہ شعار ثابت ہی نہیں ہے۔ یہ روایت محدثین کے نزدیک نا قابل استدلال ہیں کیونکہ یہ روایت سنداً کمزور ہے اس لئے قابل استدلال نہیں لیکن چونکہ فرقہ بریلویہ اور فرقہ سیفیہ کی بنیاد ہی ان کمزور اور ضعیف روایتوں پر ہیں اس لئے وہ اس کی سند کو سیکھے بغیر اس سے دلیل پکڑتے ہے۔اب آپ اس کی اسنادی حیثیت ملاحظہ فرمائیں۔

روایت کی اسنادی حیثیت کا جائزہ

امام ابن کثیرؒ نے اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی ہے لیکن اس کی سند تاریخ طبری میں ہے چنانچہ امام ابن جریر الطبری (المتوفی 310) نے لکھا ہے:

كتب الى السرى، عن شعيب عن سيف، عن الضَّحَّاك بن ير بو ع،عن ابيه،عن رجلٍ من بنى سحيم قد شهد ها مع خالد،قال:لما اشتد القتال وكانت يو مئذ سجالا انما تكون مرةً على المسلمين ومرةً على الكافرين -فقال خالد:ايها الناس امتازوا لنعلم بلاء كل حى ،ولنعلم من أين نوتىٰ!فامتاز اهل القرى والبوادى،وامتازت القبائل من اهل الباديةواهل الحاضر،فوقف بنو كل اب على رايتهم،فقاتلو جميعا،فقال اهل البوادى يو مئذ:الآن يستحر القتل فى الاجزع الاضعف،فاستحر القتل فى اهل القرىٰ،وثبت مسيلمة،ودارت رحاهم عليه،فعرف خالد انها لا تركدا لا بقتل مسيلمة،ولم تحفل بنو حنيفه بقتل من قتل منهم ثم برز خالد،حتى اذا كان امام الصف دعا الى البراز وانتمى ،وقال:انا ابن الوليد العود،انا ابن عامر وزيد!ونادى بشعار هم يو مئذ،وكان شعار هم يو مئذ:يا محمد اه![تاريخ الطبرى:293/3]

روایت کا ضعیف ہونا

محدثین کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے، کیونکہ اسکی سند میں سیف بن عمر ہے وہ "الفتوح" اور "الردۃ" نامی کتابوں کے مصنف ہیں یہ بہت زیادہ مجہول روایوں سے روایت کرتے ہیں۔

امام ذہبی ان کے بارے میں "میزان الاعتدال" (2/255) میں لکھتے ہیں سیف بن عمر کے متعلق مطین کے واسطے یحیٰ

سے روایت ہے[اس پر حکم لگاتے ہوئے کہا کہ -[فلس خیر منه]یعنی:ایک کوڑی بھی اس سے اچھی ہے۔

ابوداود نے کہا کہ:"لیس بشیء"یعنی اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

ابوحاتم نے اس:"متروک" قرار دیا۔

ابن حبان نے کہا کہ:"اتھم بالزندقة"یعنی اس پر زندیق ہونے کا الزام ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں کہ:"علة حدیثه منکر "عام طور پر اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔(میزان)

"یامحمد" کے متعلق اکابرین دیوبند کے فتاویٰ جات

(1)فتویٰ دارالعلوم دیوبند

یامحمد یارسول اللہ کہنا کیسا ہے

سوال: میرا سوال ہے کہ یامحمد یارسول اللہ کہنا کیسا ہے؟ اور یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ یارسول اللہ کہنا حرام وشرک ہے۔ جب کہ عربی گرامر کے حساب سے یا حرف ندا ہے اور دور ونزدیک دونوں صورتوں میں استعمال کیا جاسکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: یارسول اللہ'' یا'' یامحمد'' اگر کوئی شخص اس عقیدے سے کہتا ہے کہ جس طرح ''اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں اسی طرح رسول اللہ ﷺ بھی ہر جگہ حاضر وناضر ہیں تو اس نیت سے ان کلمات کا کہنا ناجائز وحرام ہے، کیونکہ یہ عقیدہ قرآن وحدیث نبوی کے خلاف ہے (مستفاد اختلاف امت اور صراط مستقیم) اور کلمہ ''یا'' اگر چہ قریب وبعید دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، لیکن مذکورہ عقیدے کے ساتھ ''یا رسول اللہ'' یا ''محمد'' استعمال کرنا جائز نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند، فتویٰ نمبر:43143 تاریخ اجراء Des24,2012

(2) شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کا فتویٰ

حضور ﷺ کے لئے "یامحمد" کے الفاظ لکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع اس مسئلے میں کہ ایک مسجد جسے اب تقریباً پچیس سال قبل تعمیر کیا گیا تھا اور وقت تعمیر جس میں "یااللہ" اور "یامحمد" کے الفاظ بھی کندہ کرائے گئے تھے اور پچیس سال سے مسلسل موجود تھے لیکن سوء اتفاق سے ایک نئے امام صاحب مسجد میں تشریف لائے اور انہوں نے لفظ "یا" مسمار کر دیا۔ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ کیا مسجد میں کندہ کسی لفظ کو یا

مسجد کے کسی حصے کومنہدم کی جا سکتا ہے؟ کیا شرعا ایسا کرنا جائز ہے؟ اگر یا اللہ یا محمد کے الفاظ کو بعینہ برقرار رکھا جائے تو اس میں کوئی شرعی قباحت موجود تھی؟ براہ کرم مذکورہ بالا استفتاء کا مستند ومعتبر جواب عطا فرما کر ممنون فرمائیے، ساتھ ہی ساتھ اس بارے میں یہ بھی بتائیں کہ اس نازیبا حرکت اور گستاخی کا کفارہ کیا ادا کیا جائے؟

جواب: حضور کریم ﷺ کیلئے یا محمد ﷺ کے الفاظ لکھنا بے ادبی ہے، اس نام سے آپ ﷺ کے سامنے بھی سوائے بعض کفار ومشرکین کے کوئی اور آپ ﷺ کو نہ پکارتا تھے، اس کے علاوہ اس نداء میں عقیدہ فاسد کا ایہام ہے، اس لئے یہ لفظ اس طرح لکھنا درست نہیں۔ اگر کسی شخص نے آنحضرت ﷺ کی تعظیم کے خیال سے اس کے ساتھ لفظ "یا" مٹا دیا تو اس کو مسجد کی بے ادبی یا گستاخی نہیں کہا جا سکتا، بلکہ یہ تعظیم رسول اللہ ﷺ ومحبت کا تقاضہ تھا جو اس نے کیا، البتہ اس کی وجہ سے اگر مسجد میں کوئی بدزیبی پیدا ہوگئی یا مرمت کی ضرورت پڑ گئی ہو تو اسی شخص کو چاہئے کہ مسجد کی مرمت کرا دے، اور اگر تنگدست ہو تو دوسرے مسلمانوں کو اس معاملے میں اس کی مدد کرنی چاہئے۔

واللہ سبحانہ تعالی اعلم احقر محمد تقی عثمانی عنہ ۱۳۸۸-۹-۲۸ھ (فتاویٰ عثمانی)

لا تجعلو ادعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا،(سورۃ النور: ۶۳)

تفصیل کیلئے دیکھئے (تفسیر معارف القرآن ج۶ص۴۵۵)

مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ کا فتویٰ

مجھے رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام اور ائمہ ہدیٰ کی زندگی میں کہیں نظر نہیں آیا کہ "اللہ اکبر" کے سوا مسلمانوں نے کسی اور نام کا نعرہ لگایا ہو، نہ قرآن کریم، حدیث نبوی اور فقہ حنفی یا کسی اور فقہ میں اس کا ذکر ہے۔ اس لئے میں ااسے شیعوں کی تقلید سمجھتا ہوں، جس سے اہل سنت والجماعت بالکل بری ہیں۔ (اختلاف امت اور صراط مستقیم ص62)

یا محمد کا وظیفہ

مگر آنحضرت ﷺ کا ذکر ایسے طریقے پر کرنا جو شریعت میں نہیں آیا، مثلاً: یہ کوئی شخص "یا محمد! یا محمد" کا وظیفہ پڑھنے لگے یہ جائز نہیں۔ (اختلاف امت اور صراط مستقیم ص63)

مفتی فریدؒ کا فتویٰ

البتہ غیر اللہ کو حاضر وناظر ماننا یا عالم الغیب جاننا کفر جلی ہے اور اس لحاظ سے موہم الفاظ سے اجتناب مطلوب شرعی ہے۔ وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ ص331 ج1)

علامہ یوسف لدھیانوی شہید کے نزدیک یا محمد کا نعرہ اہل بدعت کا شعار

رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام اور ائمہ ہدیٰ کی زندگی میں کہیں نظر نہیں آیا کہ "اللہ اکبر" کے سوا مسلمانوں نے کسی اور نام کا نعرہ لگایا ہو، نہ قرآن کریم، حدیث نبوی اور فقہ حنفی یا کسی اور فقہ میں اس کا ذکر ہے۔(اختلاف امت اور صراط مستقیم ص63)

جب علامہ لدھیانوی شہیدؒ کو کہیں "اللہ اکبر" کے سوا کوئی نعرہ (مثلا یا محمد، یا رسول اللہ، یا شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ) نہیں ملا۔تو خود اندازہ کر لیں کہ یہ نعرہ اہل سنت والجماعت کا شعار کیسا ہوا؟ معلوم ہوا کہ اہل سنت والجماعت کا شعار نہیں بلکہ اہل بدعت (شیعوں، بریلویوں اور سیفیوں) کا شعار ہیں۔اس لئے اس طرح نعرے اور الفاظ سے اجتناب ضروری ہے۔عقیدہ صحیح بھی ہو تو پھر بھی یہ الفاظ موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز اور اس سے طرح کے الفاظ لکھنے اور کہنے سے اجتناب ضروری ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆5/8/2020:ختم شدہ بتاریخ☆☆☆☆☆☆☆

علماء کو مرنے کے بعد پگڑی باندھنے کا مسئلہ

ترجمان بریلویت وسیفیت کا موقف

موصوف اپنے گمراہ کن کتاب التحقیق المختار میں لکھتے ہے:''علماء اور اولیاء کو موت کے بعد کفن میں پگڑی باندھنا ہمارے مذہب میں مستحب کام ہے۔(التحقیق المختار ص194)

دوسری جگہ لکھتے ہے:تو معلوم ہو گیا کہ ہمارے مذہب میں علماء،سادات اور اولیاء کو کفن میں پگڑی باندھنا اچھا کام ہے اور جو رد کرتے ہیں وہ ہمارے مذہب کے قول پر نہیں بلکہ امام شافعی کے قول پر ہیں۔واللہ اعلم (التحقیق المختار ص150)

خلاصہ یہ ہوا کہ موصوف بریلویوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے موت کے بعد علماء اور اولیاء کو پگڑی باندھنے کو مستحب کہتے ہے بعینہ یہی موقف بریلویوں کا ہے ذرا ان کے کتب کو بھی دیکھ لیا جائے۔

ترجمان بریلویت وسیفیت کا جواب

میت کے سر پر عمامہ باندھنے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اقوال مختلف ہیں لیکن زیادہ صحیح اور راجح یہی ہے کہ یہ عمل اشراف غیر اشراف سب کے لئے مکروہ ہے۔کیونکہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا۔

حدثنا بن مقاتل اخبرنا عبدالله بن المبارک اخبرنا هشام بن عروه عن ابیه عن عائشهؓ ان رسول الله ﷺ کفنفی ثلاثة ثواب یمانیة بیض سحولیة من کرسف لیس فیهن قمیص ولا عمامة(صحیح بخاری. جلد اول. جنازوں کا بیان. حدیث1210)(مسلم ،نسائی ،ابن ماجه)

فقہاء احناف کا فتویٰ

میت کو پگڑی پہنانے کے خلاف فقہاء نے فتویٰ دیا ذرا ان فقہاء کے فتاویٰ جات ملاحظہ فرمالیجئے۔

(۱) فتاوے قاضی خان میں لکھا ہے کہ کفن تین کپڑے ہیں جن میں ہمارے مذہب کے مطابق پگڑی نہیں ہے۔

(۲) بحرالرائق۔مجتبیٰ۔تنویر الابصار۔قہستانی۔جامع الرموز۔زاہدی وغیرہ میں بھی اسی طرح ہے۔

(۳) قاضی حسین بن منصورؒ "فتاویٰ قاضی خان" میں لکھتے ہے۔ **أكثر مایکفن فیه الرجل ثلاثةأثواب،لیس فیها عمامه عندنا** ''کفن میں تین کپڑے ہیں،جن میں ہمارے مذہب کے مطابق پگڑی نہیں ہیں

(۴)علامہ ابن نجیمؒ "البحرالرائق" میں لکھتے ہے: وفی المجتبیٰ:وتکرہ العمامة فی الا صح"
اورمجتبیٰ میں ہے:کفن میں پگڑی کا ہونا اصح قول کے مطابق مکروہ ہے۔
صاحب تنویرالابصار نے لکھا ہیں۔"وتکرہ العمامة للمیت فی الاصح"
اصح قول کے مطابق میت کے لیے پگڑی مکروہ ہے۔
قہستانی اور جامع الرموز میں لکھا ہیں۔والاصح انه یکرہ العمامة کمافی الزاھدی"
اوراصح موقف یہ ہے کہ کفن میں پگڑی مکروہ ہے،جیسا کہ زاہدی میں ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا فتویٰ

علماءاور سردار میت کے سر پرعمامہ کی کراہت
سوال:عمامہ دادن میت علماءوسرداررادرشرع جائزست یانہ؟
جواب:مکروہ است۔(امدادالفتاویٰ ص410ج3)

عبدالخالق سیفی بریلوی،مفتی منیب الرحمٰن بریلوی کے نقش قدم پر

ہم نے جوذکر کیا کہ موصوف دیوبند کے نام پر بریلویت کی پرچار کررہا ہے۔اوپر آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ علمائے دیوبند کے نزدیک میت کو پگڑی پہنانا مطلقا مکروہ ہیں۔اب آپ بریلوی علماء کے فتویٰ کو ملاحظہ فرمائیں۔کہ ان کے نزدیک علماء کے لیے مستحسن ہیں۔(اوریہی موقف ترجمان بریلویت عبدالخالق بریلوی کا ہے اس طرح کے مسائل میں بریلویوں کے ساتھ موافقت ہی اس کی دلیل اورثبوت ہے۔

مفتی منیب الرحمٰن بریلوی کا فتویٰ

میت کوعمامہ کے ساتھ دفن کرنے کا شرعی حکم

سوال:آج کل یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ میت کے سر پرعمامہ باندھ کر دفن کیا جاتا ہے،کیا یہ درست ہے؟(منوراحمد نعیمی،کراچی)
جواب:حدیث پاک میں ہے:ترجمہ:جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کوکفن دے،تواچھا کفن دے(صحیح مسلم:2182)
علماءومشائخ کوعمامہ کے ساتھ دفن کرنا جائز ہے اورعوام کے لئے مکروہ تنزیہی ہے اوربہتر یہ ہے کہ عامۃ الناس کوعمامہ کے

ساتھ دفن نہ کریں۔لیکن اگر پہنا دیا تو گنہگار نہیں ہوگا: تنویرالابصار مع الدرالمختار میں ہے ترجمہ: صحیح ترین قول کے مطابق میت کے سر پر عمامہ باندھنا مکروہ ہے۔اور بعض متاخرین نے علماء ومشائخ کے لئے مستحسن قرار دیا ہے"بحوالہ مجتبیٰ"۔اور (مرد کے کفن میں) تین کپڑوں سے زیادہ کرنے میں حرج نہیں ہے اور کفن اچھا بنانا چاہیے کیونکہ "حدیث پاک میں ہے۔مردوں کے اچھے کفن بناؤ کیونکہ وہ باہم ملاقات کرتے ہیں اور اچھے کفن پر باہم فخر کرتے ہیں،بحوالہ:ظہیر یہ الخ (اقراء: تفہیم المسائل ،مفتی منیب الرحمٰن 23 اگست 2019)(https://jsng.com.pk/news/671589-fraveyard)

عبدالخالق سیفی بریلوی کے ثبوت بریلویت پر دوسرا فتویٰ

عبدالخالق سیفی بریلوی اور دارالافتاء اہلسنت (بریلویوں) کا فتویٰ ایک جیسا ہے خود ملاحظہ فرمائیں۔جو مسئلہ عبدالخالق سیفی بریلوی نے التحقیق المختار میں لکھا ہے وہی مسئلہ دارالافتاء اہلسنت بریلویوں نے بھی جاری کیا ہے۔پھر نہ کہنا صرف الزام لگا رہے ہو۔آج بھی انٹرنیٹ پر یہ دونوں فتاویٰ موجود ہیں۔

بریلویوں کے دارالافتاء اہلسنت کا فتویٰ

میت کو عمامہ باندھنا

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! میت کو عمامہ پہنانے کے متعلق حکم شرعی جاننے کے لئے دعوت اسلامی کے قائم کردہ ''دارالافتاء اہلسنت'' کا فتویٰ ملاحظہ فرمایئے چنانچہ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میت کو عمامہ شریف پہنا کر دفن کرنے کا کیا حکم ہے؟ سائل: محمد ساجد عطاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوہاب اللھم ہدایۃ الحق والصواب

مرد کے کفن سنت میں تین کپڑے ہیں،لفافہ،ازار اور قمیص،عمامہ کفن سنت میں شامل نہیں،تاہم متاخرین علماء کرام نے علماء ومشائخ کو عمامہ کے ساتھ دفن کرنے کو جائز و مستحسن فرمایا ہے،لیکن عام لوگوں کو عمامہ شریف پہنا کر دفنانا مکروہ تنزیہی ہی ہے۔

(https://www.dawateislami.net/bookslibrary/1849/page/92)

فقہ حنفی کی کونسی تشریح قابل قبول ہیں؟

آج کے معروضی حالات میں فقہ حنفی اور حنفیت کے دعویدار چار گروہ ہے۔(1)علمائے دیوبند (2)علمائے

بریلی(3) جماعت اسلامی(4) جماعت اشاعت التوحید والسنّت

ہمارے نزدیک مندرجہ بالا میں سے فقہ حنفی اور حنفیت کے صحیح دعویدار علمائے دیوبند ہے اوران کی تشریح قابل قبول ہیں فقہ کی وہ تشریح جو ہمارے جمہورا کابر علماء دیوبند نے کی ہیں وہی حق اور قابل اتباع ہے بعض علماء کے تفردات قابل اتباع نہیں ہے۔فقہ کی وہ تشریح جو بریلوی علمائے یادوسروں نے کی ہیں وہ ہمارے نزدیک گمراہی اور نا قابل قبول اور حجت نہیں ہیں۔

ترجمان بریلویت وسیفیت سے ہمارا مطالبہ

ترجمان بریلویت وسیفیت عبدالخالق سیفی سے ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ خدارا ہمارے علاقے میں فقہ کی وہ تشریح پیش کرے جو جمہور علمائے دیوبند نے کی ہیں۔بریلویوں اور سیفیوں کی ترجمان کو چھوڑ دے۔کیونکہ بریلویت کی تشہیر بریلویت کے نام سے کرو پھر ہم دیکھتے ہیں کتنے لوگ تمہاری بات مانتے ہیں۔ادھر الحمداللہ فرزندان دیوبند موجود ہیں۔اپنے اکابر کے مسلک کا دفاع جانتے ہیں۔ادھر تم کبھی بھی بریلویت کی تشہیر کے لئے علمائے دیوبند کا نام استعمال کرنے میں کامیاب نہیں ہونگے۔

☆☆☆ختم شدہ5\11\2020☆☆☆

﴿مسئلہ نور بشر﴾

ترجمان بریلویت وسیفیت عبدالخالق سیفی کے نزدیک حضورﷺ ذاتاً نور بھی ہے اور بشر بھی ہے(جس کی تعبیر انہوں نے نورانی بشر سے کی ہیں اور یہی تعبیر بریلوی کرتے ہے)اور فرماتے ہیں کہ حضورﷺ کی نورانیت اور بشریت دونوں سے انکار گمراہی ہیں(اور یہی بریلویوں کا عقیدہ ہیں)جبکہ علمائے دیوبندؒ کے نزدیک حضورﷺ ذاتاً بشر ہیں اور نور اس کی صفت ہیں۔

ترجمان بریلویت وسیفیت کا موقف

موصوف اپنے گمراہ کن کتاب عقیدہ ناجیہ میں لکھتا ہے۔

مونز اهل السنت والجماعة دا عقيده لروچه انبياء ټول انسا نان دی نارينه دی او حردی او دبشر د قسمه سخه دی دملا ئکو او پیر یانو دقسم سخه نه دی لکن دا بشريي نوراني بشردی -------- دنبی بشر چه سومره نورانی دی دعام بشرونه دغو مره نورانيت لری.

قل انما انا بشر مثلكم ،الكهف 110)قد جائكم من الله نوروكتاب مبين (مائده15)قال قتادة :يعنى)بالنور:النبى محمدﷺ(زاد المسير ج1ص529)النبى انسان حرذكر من بنى آدم اوحىٰ اليه بشرع(شرح عقيده الطحاويه للميدانى ص45)

لهٰذا دنورانيت اوبشريت دواړو سخه انكار ضلالت دى.

اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضورﷺ ذاتاً بشر بھی ہیں اور نور بھی ہیں لہٰذا دونوں کا ماننا لازمی ہیں اوران دونوں میں سے ایک کا انکار کرنا گمراہی ہیں۔

عبدالخالق سیفی کا علمائے دیوبندؒ پر گمراہی کا فتویٰ

حالانکہ علمائے دیوبندؒ حضورﷺ کو ذاتاً نور نہیں مانتے۔بلکہ بشر مانتے ہیں تو موصوف کے فتویٰ سے علمائے دیوبند گمراہ ٹھہر گئے۔(نعوذ باللہ)نور و بشر کا عقیدہ بریلویوں کا مشہور عقیدہ ہیں۔اس کے باوجود اس کا اپنے آپ کو دیوبندی کہنا دجل اور فریب کے سوا کچھ نہیں صرف سادہ لوح لوگوں کو دیوبندیت کے نام پر بریلویت وسیفیت کی تعلیمات اور گمراہی سے روشناس کرانا ہے۔

ترجمان بریلویت وسیفیت کا جواب

دیوبندیوں اور بریلویوں کے درمیان نکتہ اختلاف

حضورﷺ کے باعتبارذات بشرہونے میں سب (بریلویوں اوردیوبندیوں) کا اتفاق ہے۔اختلاف اس بات میں ہے کہ آپﷺ بشرہونے کے ساتھ ساتھ ذاتاً نوربھی ہیں یانہیں۔علمائے دیوبند کے نزدیک حضورﷺ ذاتاً بشر ہیں اور باعتبارصفت نور ہے۔جبکہ بریلویوں کے نزدیک حضورﷺ ذاتاً نوراور بشردونوں ہیں۔جس کو یہ لوگ نورانی بشر سے تعبیر کرتے ہیں۔عبدالخالق سیفی کا نظریہ بھی نورانی بشروالا، بریلوی نظریہ ہے۔ جواس کے بریلویت کا بین ثبوت ہے۔اور بریلویوں کے کتب میں اس طرح کے عبارات بکثرت سے ملتے ہیں۔

غلام حضرت سیفی بریلوی بدعتی کا عقیدہ

غلام حضرت سیفی کے نزدیک بھی حضورﷺ ذاتا نوروبشر ہے اورآپ کا سایہ نہیں ہے اس کی وجہ یہ بتاتے ہے کہ آپﷺ نور تھے اورنور کا سایہ نہیں ہوتا۔انٹرنیت پراس کا یہ تقریرسرچ کرنے سے مل جائیگا۔غلام حضرت بدعتی چونکہ عبدالخالق سیفی بدعتی کا استاد ہے اور پھرعبدالخالق بدعتی کے نزدیک غلام حضرت سیفی بدعتی معیارحق کا درجہ بھی رکھتا ہے۔تواس وجہ سے انہوں نے یہ بریلویوں والے عقیدے کواپنے کتاب میں تحریرفرمایا۔

علمائے دیوبندؒ کا موقف

مولانا خالد محمودؒ اپنے مایہ ناز کتاب مطالعہ بریلویت میں علمائے دیوبندؒ کے موقف کو کچھ یوں بیان فرماتے ہے۔حضورﷺ کی ذات گرامی کے متعلق انہوں نے نہایت واشگاف پیرائے میں کہا کہ وہ بشر ہیں اورانسان ہیں۔رہاان کا نورہونا تو وہ نور ہدایت ہیں نور ذات نہیں (جب کہ سیفی صاحب حضورﷺ کو نورانی بشر کہتے ہیں۔از ناقل) ذات باپ بیٹے کی ایک ہوتی ہے اگر حضورﷺ ذاتا !انسان نہ ہوں تو لازم آئیگا کہ آپ کی جملہ اولاد بھی جوآج ہزاروں سادات پرمشتمل ہے سب ذاتاً انسان اور بشرنہ ہوں اوراس کا قائل کوئی دانشمند آپ کواسلام کی چودہ صدیوں میں نہ ملے گا۔(مطالعہ بریلوتی ص227ج5)

ایک اورمقام پر یوں تحریرفرماتے ہیں'' اہل السنۃ والجماعۃ کا ایک مقتدر محدث بھی ایسانہیں ملتا جس نے یہاں نور سے نورذات مرادلیا ہو۔سب کا عقیدہ یہی تھا کہ آپﷺ ذاتاً بشراور صفۃً نور ہدایت ہیں۔آپ کی یہ نورطلبی بتائی ہے کہ آپ ذاتاً نور نہیں۔آپ اللہ تعالیٰ سے صفتہ نوررہونا طلب کرر ہے ہیں۔(مطالعہ بریلویت ص235ج5)

حضورﷺ کی ذات نورنہیں نورآپ کی صفت ہیں۔(مطالعہ بریلویت ص239ج5)

بریلویوں کا نظریہ

حضرت مولانا خالد محمودؒ بریلویوں کے عقیدہ نوروبشرکواس طرح بیان کرتے ہے۔بریلوی حضرات آپ کونور ہدایت کی

بجائے نورذات (جیسا کہ عبدالخالق سیفی نے کہا کہ حضور ﷺ نورانی بشر ہیں۔از ناقل) قرار دے کر اہل السنۃ والجماعۃ سے دور فاصلے پر جا کھڑے ہوئے۔دنیا نے اہل بدعت کہا۔شاہراہ اسلام سے نکلنے والا کہا۔(مطالعہ بریلویت ص240 ج5)

عبدالخالق سیفی کا ثبوت بریلویت

عبدالخالق سیفی کے گمراہ کن عقیدہ کا ثبوت بریلوی علماء کے کتب سے!

پیارے پیارے اسلامی بھائیو! نبی رحمت ﷺ اس کائنات میں بشر بن کر تشریف لائے۔مگر آپ ﷺ کی حقیقت نور ہے۔حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خانؒ فرماتے ہیں: **حضور پاک ﷺ بشر بھی ہیں اور نور بھی یعنی نورانی بشر ہیں**۔ظاہری جسم شریف بشر ہے اور حقیقت نور ہے۔(رسالہ نور مع رسائل نعیمیہ،ص۳۹)

مولانا احمد رضا خان بریلوی بھی بشریت انبیاء کا منکر نہیں آپ ﷺ کی بشریت کا انکار ہرگز ہرگز نہیں کیا سکتا۔سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خانؒ فرماتے ہیں: تاجدار رسالت ﷺ کی بشریت کا مطلقا (بالکل) انکار کفر ہے۔(فتاویٰ رضویہ،۱۴/ ۳۵۸)

آپ ﷺ کی نورانیت سے متعلق آیات کریمہ یاد رہے! قرآن پاک میں بھی آپ ﷺ کو نور فرمایا گیا ہے۔چنانچہ قرآن کریم پارہ 6 سورۃ المآئدۃ کی آیت نمبر 15 میں ارشاد فرماتا ہے **قد جآء کم من الله نور و کتٰب مبین** (پ۶،المآئدہ:۱۵)

ترجمہ کنز العرفان: بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آ گیا اور ایک روشن کتاب۔(یہ آیت عبدالخالق سیفی نے بھی اپنے کتاب میں بطور استدلال پیش فرمایا ہیں۔از ناقل)

تفسیر ''خزائن العرفان'' میں ہے: (اس آیت میں) سید عالم ﷺ کو نور فرمایا گیا کیونکہ آپ ﷺ (کے وسیلے) سے تاریکی کفر (کفر کی سیاہی) دور ہوئی اور راہ حق واضح ہوئی۔(تفسیر خزائن العرفان، پارہ۶،المائدۃ:۱۵،ص۲۱۳)

اس آیت کریمہ کے تحت حضرت سیدنا امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، امام ابو محمد حسین بغوی، امام فخر الدین رازی، امام ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی، علامہ ابوالبرکات عبداللہ نسفی، علامہ ابوالحسن علی بن محمد خازن، امام جلال الدین سیوطی شافعیؒ سمیت بہت سے مفسرینؒ نے فرمایا: آیت کریمہ میں موجود لفظ ''نور'' سے مراد نبی پاک کی ذات مقدسہ ہے۔(ماہنامہ فیضان مدینہ، دسمبر ۲۰۱۷،ص۸ ملخصا) (ہر سمت چھایا نور ہے، بارہویں شب 9 نومبر 2019 ص9)

دعویٰ اہل السنّت والجماعت علمائے دیوبند

نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاءؑ کا مادہ خلقت مٹی ہے نور نہیں اور نبی پاک علیہ السلام صفات کریمہ کے اعتبار سے نور علی نور ہیں۔

دلائل اہل السنّت والجماعت علمائے دیوبند

دلیل نمبر 1:

وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی ا لیھم من اھل القری (یوسف:109)

ترجمہ: آپ سے پہلے ہم نے جتنے (پیغمبر) بھیجے وہ مرد ہی تھے کہ جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے (اور وہ) بستیوں کے رہنے والے تھے۔

دلیل نمبر .2:

اذقال ربّکَ للملٰئکة انیّ خَا لق بَشَرَا مّن طین (سورة ص : 71)

ترجمہ: جب تیرے رب نے فرشتوں کو کہا کہ میں مٹی سے بشر پیدا کرنے والا ہوں۔

دلیل نمبر 3:

قل سبحا نَ ربی ھل کنت الا بَشَرَا ر َسولاَ(سو رة بنی اسرا ئیل : 93)

ترجمہ: فرما دیجے سبحان اللہ! میں تو آدمی ہوں بھیجا ہوا۔:

دلیل نمبر 4:

اللہ یصطفی من الملئیکة رسلا ومن النا س (سورہ الحج : 75)

ترجمہ: اللہ، فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول منتخب کرتا ہے۔

دلیل نمبر 5:

قل انما انا بشر مثلکم یو حی الی انما الٰھکم الہ واحد (سورة الکھف:110)

ترجمہ: کہ دیجئے کہ میں بشر ہوں جیسے تم بشر ہو میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔

دلیل نمبر 6:

قـل لـو کـان فـی الارض مـلائـکة یشـون مـطـمـئـنیـن لـز لـن اعـلیھـم من السماء ملکا رسولا (بنی اسرائیل:95)

ترجمہ: کہ دیجئے کہ زمین میں اگر فرشتے مطمئن ہو کر چلتے تو ہم آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔

دلیل نمبر7:

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں قلنا اما الرجل الصالح فرسول الله ﷺ (المشکوة : ج 2ص563)

ترجمہ: حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ تو بشر ہیں، غصہ اور رضاء کی حالت میں کلام کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ آپ ﷺ بشر ہیں۔

دلیل نمبر12:

فرشتہ کہتا ہے: ما کنت تقول فی هذاالرجل لمحمد (صحیح البخاری: ج1ص184)

امام طحاوی کا عقیدہ

ولا نفضل احدا من الانبیاءؑ، ونقول: نبی واحد افضل من جمیع الاولیاء . (العقیدۃ الطحاویۃ ۱۴)

علامہ تفتازانی کا عقیدہ

ولا یبلغ ولی درجة الانبیاء لان الانبیاء معصومون مامونون عن خوف الخاتمة، مکرمون بالوحی ومشاهدة الملک ،مامورون بتبلیغ الاحکام وارشاد الانام بعد الاتصاف بکلمات الاولیاء، فما نقل عن بعض الکرامیة من جواز کون الولی افضل من النبی کفر وضلال. (شرح العقائد النسفیة للتفتا ذانی ۱۶۶-۱۶۵)

ترجمان سیفیت کا ثبوت بریلویت

سیفی بریلوی صاحب ہر جگہ کہتے ہے کہ بریلوی گمراہ ہے میرا ایک مسئلہ بریلویوں والا ثابت کرواگر کسی نے میرا ایک مسئلہ بھی بریلویوں والا ثابت کیا تو اس وقت میں اپنا زبان کاٹ لوں گا۔ حالانکہ ہم نے ایک تو کیا اس کے متعدد نظریات کو بریلوی کتب سے ثابت کیا ہے کتاب میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

موصوف نے عقیدہ ناجیہ میں مسئلہ نور و بشریت حضور ﷺ کے بارے میں جو نظریہ لکھا ہے وہی نظریہ مفتی احمد یار خان بریلوی اور دوسرے رضاخانی بریلوی علماء نے بھی لکھا ہے۔ موصوف کے عقیدہ ناجیہ کی عبارت **لکن دابشری ورانی بشردی** (یعنی حضور ﷺ نورانی بشر ہیں)(عقدہ ناجیہ ص33)

دوسری جگہ یوں لکھتے ہیں. **دنبی بشر چہ سومرہ نورانی دی** دعام بشرونہ دغو مرہ نورانیت نہ لری (عقدہ ناجیہ ص34) یعنی نبی ﷺ کی بشر جتنا نورانی ہے عام بشر اتنا نورانیت نہیں رکھتا۔

اس کے بعد لکھتے ہیں۔ **لہٰذا دنورانیت اوبشریت دواڑوسخہ انکارضلالت دی۔** یعنی نبیﷺ کی نورانیت اور بشریت دونوں سے انکار کرنا گمراہی ہیں۔

مفتی احمد یار خان بریلوی بدعتی کا عقیدہ

مفتی احمد یار خانؒ فرماتے ہیں: حضور پاکﷺ بشر بھی ہیں اور نور بھی یعنی نورانی بشر ہیں۔ ظاہری جسم شریف بشر ہے اور حقیقت نور ہے۔ (رسالہ نور مع رسائل نعیمیہ، ص ۳۹)

آپﷺ کی بشریت کا انکار ہرگز ہرگز نہیں کیا سکتا۔ سرکار اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خانؒ فرماتے ہیں تاجدار رسالتﷺ کی بشریت کا مطلقاً (بالکل) انکار کفر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۱۴/ ۲۵۸)

آپﷺ کی نورانیت سے متعلق آیات کریمہ یاد رہے! قرآن پاک میں بھی آپﷺ کو نور فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ کریم پارہ 6 سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر 15 میں ارشاد فرماتا ہے **قد جاء کم من الله نور و کتٰب مبین(۱۵)** (پ ۶، المآئدہ: ۱۵)

ترجمہ کنز العرفان: بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آ گیا اور ایک روشن کتاب۔

تفسیر ''خزائن العرفان'' میں ہے: (اس آیت میں) سید عالمﷺ کو نور فرمایا گیا کیونکہ آپﷺ (کے وسیلے) سے تاریکی کفر (کفر کی سیاہی) دور ہوئی اور راہ حق واضح ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، پارہ ۶، المائدۃ: ۱۵، ص ۲۱۳)

اس آیت کریمہ کے تحت حضرت سیدنا امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، امام ابو محمد حسین بغوی، امام فخر الدین رازی، امام ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی، علامہ ابوالبرکات عبداللہ نسفی، علامہ ابوالحسن علی بن محمد خازن، امام جلال الدین سیوطی شافعیؒ اجمعین سمیت بہت سے مفسرینؒ نے فرمایا: آیت کریمہ میں موجود لفظ ''نور'' سے مراد نبی پاکﷺ کی ذات مقدسہ ہے۔ (ماہنامہ فیضان مدینہ، دسمبر ۲۰۱۷، ص ۸ ملخصاً) (ہر سمت چھایا نور ہے، بارھویں شب 9 نومبر 2019 ص 9)

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ نور و بشر

تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ آپﷺ اپنے نوع کے اعتبار سے بشر ہیں؛ لیکن اوصاف و کمالات میں آپ کا کوئی ثانی و مثل نہیں ہے۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ تحریر فرماتے ہیں آنحضرتﷺ کے بارے میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ آپ اپنی ذات کے اعتبار سے نہ صرف نوع بشر میں داخل ہیں؛ بلکہ افضل البشر ہیں، نہ صرف انسان ہیں؛ بلکہ نوع انسانی کے سردار ہیں، نہ صرف آدمؑ کی نسل سے ہیں؛ بلکہ آدم اور اولاد آدم کے لئے سرمایۂ افتخار ہیں۔ ارشاد نبوی ہے **انا سید ولد آدم یوم القیامة**۔ (مشکوۃ: ۵۱۱) میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا قیامت کے دن۔ اس لئے کہ آپﷺ کا بشر، انسان اور آدمی ہونا، نہ صرف آپ کے لئے طرۂ افتخار ہے بلکہ آپ کے بشر ہونے سے انسانیت و بشریت رشک ملائکہ ہے۔ جس طرح آپﷺ اپنی نوع کے اعتبار سے

بشر ہیں، اسی طرح آپ ﷺ صفت ہدایت کے لحاظ سے ساری انسانیت کے لئے مینارہ نور ہیں، یہی نور ہے جس کی روشنی میں انسانیت کو خدا کا راستہ مل سکتا ہے اور جس کی روشنی اب تک درخشندہ وتابندہ رہے گی۔ لہٰذا میرے عقیدہ میں آپ بیک وقت نور بھی ہیں اور بشر بھی اور میرے نزدیک نور وبشر کو دوخانوں میں بانٹ کر ایک کی نفی اور دوسرے کا اثبات غلط ہے۔ (اختلاف امت اور صراط مستقیم: ۳۷)

بریلویوں اور سیفیوں کے دلائل کا جواب

دلیل نمبر 1: قد جاء کم من الله نور و کتاب مبین (سورة المائدة :15)

جواب نمبر 1: از سید نعیم الدین بریلوی یہاں ''نور'' سے مراد ''نور ہدایت'' ہے جیسا کہ سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ سید نعیم الدین مراد آبادی نے آپ ﷺ کے نور ہدایت ہونیکی تصریح کی ہے، زیر بحث آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ سید عالم کو نور فرمایا کیونکہ آپ سے تاریکی کفر دور ہوئی اور راہ حق واضح ہوئی۔ (تبیان القرآن ج3 ص139)

اور سعیدی نے اسی جلد میں لکھا کہ اکثر مفسرین نے اس نور سے مراد نور ہدایت ہونا مراد لیا ہے۔

جواب نمبر 2: بعضوں نے نور سے ''قرآن'' اور بعضوں نے ''اسلام'' مراد لیا ہے اور اکثر نے آپ ﷺ کا ''نور ہدایت'' ہونا مراد لیا ہے اس لیے یہ آیت قطعی الدلالۃ نہیں ہے۔ جو آپ کے لئے مفید ہو۔ کیونکہ قطعی عقیدہ دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہے۔

جواب نمبر 3: نور سے مراد قرآن ہے، عطف تفسیری ہے۔ جیسے:

انا انزلنا لتوراة فیها هدی و نور۔ (المائدۃ:۴۴)

و آتیناه الانجیل فیه هدی و نور. (المائدۃ:۴۶)

مذکورہ دونوں آیتوں میں توراۃ وانجیل کو نور کہا گیا ہے، اسی طرح سورۃ المائدۃ کی آیت میں قرآن کو نور کہا گیا ہے۔

سورۃ الاعراف کی آیت (۱۵۷) و اتبعو انور الذی انزل معه۔ سورۃ التغابن میں (۸) فامنو ابالله ورسوله والنور الـذی انـزلنا۔ ان آیات میں بھی نور سے مراد قرآن کریم ہے۔ بعض مفسرین نے رسول اللہ ﷺ کی ذات مراد لی ہے جو دلائل اور سیاق وسباق کے اعتبار مرجوع وغلط ہے۔ رضاخانی حضرات اور سیفی حضرات ان آیات میں نور سے رسول اللہ ﷺ کی ذات مراد لیتے ہیں اور اس کو پوری قوت سے بیان کرتے ہیں کہ عوام وجاہل یہ سمجھتے ہیں آپ ﷺ صرف نور ہی ہے بشر نہیں ہے حالانکہ رضاخانی علماء کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے۔ (رضاخانیت: تعارف وتعاقب:۱۲۵)

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ کا فتویٰ

ایک چیز کی متعدد صفات کو بطور عطف ذکر کر دیا جاتا ہے چنانچہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے ''بیان القرآن'' میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ بہرحال نور سے مراد آنحضرت ﷺ ہوں یا اسلام ہو یا قرآن کریم بہرصورت یہاں نور سے نور ہدایت مراد ہے جس کا واضح قرینہ آیت کا سباق ہے۔ **یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ویخرجھم من الظلمات الیٰ النور باذنہ ویھدیھم الی صراط مستقیم** (المائدہ:۱۶)

ترجمہ: اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کو جو رضائے حق کے طالب ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں (یعنی جنت میں جانے کے طریقے کہ عقائد و اعمال خاصہ ہیں، تعلیم فرماتے ہیں۔ کیونکہ پوری سلامتی بدنی و روحانی جنت ہی میں نصیب ہوگی) اور ان کی اپنی توفیق (اور فضل) سے (کفر و معصیت کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان و طاعت کے) نور کی طرف لے آتے ہیں، اور ان کو (ہمیشہ) راہ راست پر قائم رکھتے ہیں۔ (بیان القرآن) (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

مفسرین کے نزدیک نور سے مراد

حضرت لدھیانوی شہیدؒ نے مفسرین کے حوالوں سے نور کی وضاحت نقل کی ہے ذرا ان حوالوں کو ملاحظہ فرمائے۔

امام رازیؒ فرماتے ہے: **وتسمیۃ محمد والاسلام والقرآن بالنور ظاھرۃ لان النور الظاھر ھو الذی یتقوی بہ البصر علیٰ ادراک الاشیاء الظاھرۃ والنور الباطن ایضاً ھو الذی تتقوی بہ البصیرۃ علیٰ ادراک الحقائق والمعقولات.** (تفسیر کبیر ص۱۸۹ ج۱۱)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ اور اسلام اور قرآن کو نور فرمانے کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ ظاہر روشنی کے ذریعہ آنکھیں ظاہری اشیأ کو دیکھ پاتی ہیں اسی طرح نور باطن کے ذریعہ بصیرت حقائق و معقولات کا ادراک کرتی ہے۔

علامہ نسفیؒ تفسیر مدارک میں لکھتے ہیں: **او النور محمد ﷺ لانہ یھتدی بہ کما سمی سراجاً.** (ص۳۱۶ ج۱)

ترجمہ: یا نور سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں کیونکہ آپ ﷺ کے ذریعہ ہدایت ملتی ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کو چراغ کہا گیا ہے۔ قریب قریب یہی مضمون تفسیر خازن، تفسیر بیضاوی، تفسیر صاوی، روح البیان اور دیگر تفاسیر میں ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

حضور ﷺ کے نور ہدایت سے مراد

نبی کریم ﷺ کے نور ہدایت ہونے پر دلائل نبی کریم (ﷺ) کے نور حسی ہونے کے متعلق علماء کے یہ نظریات ہیں جن کو ہم

نے اختصار کے ساتھ نقل کر دیا ہے۔البتہ ظاہر قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم (ﷺ) انسان اور بشر ہیں لیکن آپ انسان کامل اور افضل البشر ہیں۔اور نبی انسان اور بشر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (ﷺ) کو ہماری جنس سے مبعوث کیا ہے اور اسی کو ہمارے لیے وجہ احسان قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے آیت: **لقدمن الله علی المومنین اذبعث فیھم رسولا من انفسھم** (آل عمران ۱۶۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر یہ احسان ہے کہ اس نے ان میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔

یہ کتنی عجیب بات ہوگی کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرمائے کہ ہمارا تم پر یہ احسان ہے کہ ہم نے رسول کو تم میں سے بھیجا اور ہم یہ کہیں کہ نہیں رسول ہماری جنس سے نہیں ہیں۔ان کی حقیقت کچھ اور ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ہم میں سے ہونا ہمارے لیے اس وجہ سے احسان ہے تاکہ آپ کے افعال اور آپ کی عبادات ہمارے لیے نمونہ اور حجت ہوں ورنہ اگر آپ کسی اور جنس سے مبعوث ہوتے تو کوئی کہنے کہہ سکتا تھا کہ آپ کے افعال اور آپ کی عبادات ہم پر حجت نہیں ہیں کیونکہ آپ کی حقیقت اور ہے اور ہماری حقیقت اور ہے۔ہوسکتا ہے کہ آپ یہ افعال اور عبادات کر سکتے ہوں اور ہم نہ کر سکیں۔

آیت "**لقدجآء کم رسول من انفسکم** (التوبہ : ۱۲۸)

ترجمہ: بیشک تمہارے پاس تم میں سے ایک رسول آئے۔

آیت "**وماارسلناقبلک الارجالانوحی الیھم** "(الانبیاء:۷)

ترجمہ: ہم نے آپ سے پہلے بھی صرف مردوں ہی کو رسول بنایا ہے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔

آیت "**ولو جعلنٰہ ملکالجعلنٰہ رجلاوللبسناعلیھم مایلبسون** "(الانعام۹)

ترجمہ: اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو اسے مرد (ہی کی صورت میں) بناتے اور ان پر وہی شبہ ڈال دیتے جو شبہ وہ (اب) کر رہے ہیں۔

ان تمام آیات میں تصریح ہے کہ نبی کریم (ﷺ) بشر، انسان اور مرد ہیں لیکن آپ افضل البشر انسان کامل اور سب سے اعلیٰ مرد ہیں اور اگر نور سے مراد نور ہدایت لیا جائے تو ان آیتوں میں کوئی تعارض اور تضاد نہیں ہے اور اکثر مفسرین نے نور ہدایت ہی مراد لیا ہے۔اور اگر آپ کو چاند اور سورج کی طرح نور حسی مانا جائے اور یہ کہا جائے کہ آپ کی حقیقت نور حسی ہے، تو قرآن مجید کی ان صریح آیات کو ان اقوال کے تابع کرنا لازم آئیگا اور کیا قرآن مجید کی ان نصوص صریحہ کے مقابلہ میں ان اقوال کو عقیدہ کی اساس بنانا صحیح ہوگا؟

اک مغالطہ اور اس کا جواب

مغالطہ:۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بشریت اور نورانیت میں کوئی تضاد نہیں ہے' کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت مریمؑ کے پاس بشری شکل میں آئے تھے۔

جواب: اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ کیا فرشتے اور حضرت جبرائیل چانداور سورج کی طرح نور حسی ہیں؟

کیا رات کے وقت ہمارے ساتھ منکر نکیر نہیں ہوتے؟ پھر کیا ان کے ساتھ ہونے سے اندھیرا دور ہو جاتا ہے؟

کیا جب رات کو نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت جبرائیلؑ آتے تھے تو روشنی ہو جاتی تھی' فرشتے نور سے بنائے گئے ہیں' اللہ ہی جانتا ہے وہ کسی قسم کے نور سے بنائے گئے؟

لیکن یہ بہر حال مشاہدہ سے ثابت ہے کہ وہ چانداور سورج کی طرح نور حسی نہیں ہیں کیونکہ دنیا میں ہر جگہ' ہر وقت فرشتے موجود ہوتے ہیں' اس کے باوجود دنیا میں رات کو اندھیرا بھی ہوتا ہے۔

مسئلہ نور و بشر علمائے دیو بند کے فتاویٰ جات کی روشنی میں

حضرت علامہ یوسف لدھیانوی کا فتویٰ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات اور جسم کے اعتبار سے انسان اور بشر ہیں، قرآن کریم کی متعدد آیات اس پر صریح ہیں: {قل انما انا بشر مثلکم} وغیرہ لیکن ہدایت اور نبوت کے فیضان میں آپ کو روشن چراغ اور نور سے تشبیہ دی گئی ہے۔ قرآن کریم میں اسی اعتبار سے آپ کو "سراجاً منیراً" کا لقب عطا کیا گیا ہے۔ لہٰذا آپ کو نور مان کر یہ عقیدہ رکھنا کہ نعوذ باللہ آپ دائرہ بشریت سے خارج ہیں، قطعاً ناجائز اور نصوص قرآنیہ کے خلاف ہے۔ (اختلاف امت اور صراط مستقیم ۱/۳۸)

حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ کا دوسرا فتویٰ

س... کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اس بارہ میں کہ زید کہتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو عام انسانوں کی طرح لفظ بشریت سے پکارا جائے۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ غلط ہے، بلکہ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور میں درجہ بشریت میں بھی اور نورانیت میں بھی ہے۔ آیا ان دونوں میں کون حق پر ہے؟

ج... آنحضرت ﷺ اپنی نوع کے لحاظ سے بشر ہیں، اور قرآن کری کے الفاظ میں "بشر مثلکم" ہیں۔ ہادی راہ ہونے

کی حیثیت سے نور اور سراپا نور ہیں۔آنحضرت ﷺ انسان ہیں اور بشر انسان ہی کو کہتے ہیں،آپ کو انسان ماننا فرض ہے اور آپ کی انسانیت کا انکار کفر ہے،اس سے معلوم ہوا کہ اگر زید آپ کے نور ہونے کا بھی قائل ہے تو اس کا موقف بھی صحیح ہے اور اگر بشریت اور نورانیت میں تضاد سمجھتا ہے تو اس کا موقف غلط ہے،آپ بشر کامل ہیں اور صفت ہدایت کے اعتبار سے نور کامل ہیں۔(آپ کے مسائل اوران کا حل ص111ج1)

مفتی فرید کا فتویٰ

حضور ﷺ بذات خود بشر اور باعتبار ہدایت نور اور رہنما ہے

سوال: ہمارے ہاں دو قسم کے لوگ ہیں ایک قسم کے لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ حضور ﷺ بشر ہے اور دوسرے قسم لوگوں کا نظریہ ہے کہ حضور ﷺ نور بھی ہے اور بشر بھی ہے برائے رفع اختلاف وضاحت فرمائیے؟المستفتی:امداد خان سعودی عرب..۲۵/نومبر۱۹۸۴ء

الجواب:اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پیغمبر ﷺ کو بشر بھی کہا ہے۔حیث قال

قل انما انا بشر مثلکم(کہف)

سبحان ربی هل کنت الا بشراً رسولا.(۳سورۃ الاسراء)

اورنور بھی کہا ہے حیث قال

قدجاء کم من الله نورو کتاب مبین۔(مائدہ)

حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر ﷺ بذات خود بشر اور انسان ہیں اور باعتبار ہدایت اور نبوت کے نور اور رہنما ہیں۔وهو الموفق

قال العلامه آلوسی ،وقراابن کثیر وابن عامر قال سبحان ربی ای قال النبی ﷺ هل کنت الا بشراً رسولا کسائر الرسل علیهم السلام وکانو الایأتون قو مهم الابما یظهره الله تعالیٰ علی اید یهم حسبما تقتضیه الحکمة من غیر تفویض الیهم فیه ولا تحکم منهم علیه سبحانه و"بشراً"خبر کان و"رسولاً"صفته وهو معتمد الکلام وکونه بشراً توطئة لذلک رداًلما انکروه من جواز کون الرسول بشر اً ودلالة علی ان الرسل علیهم السلام من قبل کانوا کذلک ولهٰذا قال الزمحشری هل کنت الارسولاً کسائرالرسل بشراًمثلهم.(روح المعانی ص۲۴۴ جلد۹ سورۃ الاسراء ص۹۴)

قال العلامه آلوسی،قدجاء کم من الله نور،عظیم وهو نور ویهد یهم یر جع الیٰ قوله عز شانه وکتاب مبین کقوله هدی للمتقین انتی.(تفسیر روح المعانی ص۱۴۳ جلد۴سورۃ المائدۃ آیت۱۵)

پیغمبرؑ کی بشریت قرآن سے ثابت ہے۔

سوال: رسول اللہ ﷺ نور ہے یا بشر، قرآنی آیات واحادیث سے حوالے لکھے جائیں۔ المستفتی: سراج احمد پیرپیائی نوشہرہ ۔۔۔۱۹۷۳ء/۱۹/۲

الجواب: پیغمبر علیہ السلام نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں۔ قرآن کریم میں اس پر تصریح ہوئی ہے البتہ جو شخص پیغمبر علیہ السلام کی بشریت سے انکار کریں تو علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں اس کے کفر کا فتویٰ نقل کیا ہے. **فـليراجع الىٰ تفسير قوله تعالىٰ لقدمن الله على المومنين .**

نوٹ: چونکہ یہ عوامی مسائل نہیں ہیں۔ لہٰذا آپ اس قدر تفصیل پر اکتفاء کریں۔ فقط (فتاویٰ فریدیہ ص283 ج1)

بنوری ٹاون کا فتویٰ

آنحضرت ﷺ بیک وقت نور بھی ہیں اور بشر بھی، اور یہ کہ آپ ﷺ کے نور اور بشر ہونے میں کوئی منافات نہیں کہ ایک کا اثبات کر کے دوسرت کی نفی کی جائے۔ بلکہ آپ صفت ہدایت اور نورانیت باطن کے اعتبار سے نور مجسم ہیں اور اپنی نوع کے اعتبار سے خالص اور کامل بشر ہیں۔ بشر اور انسان ہونا کوئی عار اور عیب کی چیز نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی طرف اس کا انتساب خدانخواستہ معیوب سمجھا جائے، انسانیت وبشریت کو خدا تعالیٰ نے چونکہ احسن تقویم فرمایا ہے اس لئے بشریت آپ ﷺ کے لئے کمال شریف ہے اور آپ ﷺ کا انسان ہونا انسانیت کے لئے موجب صد عزت وافتخار ہے۔ میرے علم میں نہیں کہ حضرات سلف صالحین میں سے کسی نے آنحضرت ﷺ کی بشریت کا انکار کر کے آپ کو دائرہ انسانیت سے خارج کیا ہو، بلاشبہ آنحضرت ﷺ اپنی بشریت میں بھی منفرد ہیں اور شرف ومنزلت کے اعتبار سے تمام کائنات سے بالاتر اور بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کے مصداق ہیں اس لئے آنحضرت ﷺ کا اکمل البشر، افضل البشر اور سید البشر ہونا ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ (فتویٰ جامعۃ العلوم الاسلامیہ)

فتویٰ دار العلوم دیوبند

نور کے معنی ہیں روشنی کے اور روشنی خود بھی ظاہر ہوتی ہے اور دوسری اشیاء کو بھی روشن اور ظاہر کر دیتی ہے، اس مناسبت سے حضرات انبیائے کرامؑ کو بھی نور کہا جاتا ہے، اس لیے کہ وہ خود بھی ہدایت پر ہیں اور دوسروں کے لیے بھی وصول الی اللہ کے راستوں کو ظاہر کرنے والے اور صراط مستقیم کی ہدایت کرنے والے ہیں، نور وبشریت میں کوئی منافاۃ نہیں ورنہ بشر کا نام نور الدین وغیرہ رکھنا جائز نہ ہوتا۔ بشریت اور رسالت میں تضاد کفار کا عقیدہ تھا، وہ کہتے تھے کہ رسول صرف فرشتہ ہی ہوسکتا ہے، خلاصہ یہ کہ آپ ﷺ بشر بھی ہیں اور نور بھی، قرآن اور احادیث سے آپ کا بشر ہونا ثابت ہے۔ اور جب آپ علیہ السلام کا بشر ہونا ثابت ہوگیا تو آپؐ کا دیگر بنی آدم کی

طرح مٹی سے پیدا ہونا بھی ثابت ہوگیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **واذقال ربک للملائکة انی خالق بشر امن طین. والله تعالیٰ اعلم.** دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

مفتی محمد سلمان منصور پوری کا فتویٰ

کیا حضورؐ نور سے پیدا ہوئے؟

سوال (۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ نبی ﷺ کس سے پیدا ہوئے ہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی پیدائش نور سے ہوئی، کیا یہ بات صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نبی کریم اپنی جسمانی خلقت کے اعتبار سے بشر اور انسان ہیں، اور انسانی طریقہ پر آپ کی پیدائش ہوئی ہے، نیز انسانی فطرت اور طبیعت کے مظاہر اپ کی زندگی میں پائے جاتے ہیں، قرآن وحدیث کی واضح نصوص آپ کی بشریت پر دال ہیں، اور جن بعض آیات میں آپ پر نور کا اطلاق کیا گیا ہے، اس سے آپ کی نورانی صفات اور فیضان ہدایت کی صلاحیت مراد ہے۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی (کهف: ۱۱۰)

قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا (بنی اسرائیل: ۹۳)

مال هذاالرسول یا کل الطعام ویمشی فی الاسواق (فرقان: ۷)

عن ام سلمة رضی الله عنها ان رسول الله قال: انما انا بشر وانکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجته من بعض فاقضیٰ علی نحوما اسمع فمن قضیت له بحق اخیه شیئا فلا یا خذه فانما اقطع له قطعة من النار. (صحیح البخاری ۱۰۲۶/۲ رقم: ۲۸۸۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۴/۱۴۲۳ھ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ (کتاب النوازل)

مفتی محمد سلمان منصور پوری کا دوسرا فتویٰ

رسول اکرم ﷺ اپنی ذات اور جسم کے اعتبار سے انسان اور بشر ہیں، قرآن کریم کی متعدد آیات اس پر صریح ہیں {**قل انما انا بشر مثلکم**} وغیرہ لیکن ہدایت اور نبوت کے فیضان میں آپ کو روشن چراغ اور نور سے تشبیہ دی گئی ہے۔ قرآن کریم میں اسی اعتبار سے آپ کو "**سراجاً جامنیر اً**" کا لقب عطا کیا گیا ہے۔ لہٰذا آپ کو نور مان کر یہ عقیدہ رکھنا کہ نعوذ باللہ آپ دائرہ بشریت سے خارج

ہیں،قطعاًناجائزاورنصوص قرآنیہ کےخلاف ہے۔(اختلاف امت اورصراط مستقیم ۱/۳۸)قال:والا ولیٰ ان یقال ھی مستعارة للعلم والھداية كما قال تعالیٰ:فھو علیٰ نور من ربه(فتح الباری۱۱/۱۱۸)

قل انما انا بشر مثلكم يوحى الى انما الٰهكم الٰه واحد(الکہف:۱۱۰)

ذالک بانه كانت تاتيهم رسلهم بالبينات فقالو اابشر يهد وننا فكفر واوتولو اوا ستغنى الله(تغابن ۶:)

ماكان لبشر ان يوتيه الله الكتاب والحكم النبوة ثم يقول للناس كونوا عباداً الى من دون الله ولكن كونوا ربانيين بما كنتم تعلمون الكتاب وبما كنتم تدرسون(ال عمران: ۷۹)

وماكان لبشران يكلمه الله الا وحياً اومن ورآى حجاب اوير سل رسولا فيوحى باذنه ما يشاء انه على حكيم (الشوریٰ: ۵۱)

عن عبدالله بن مسعود رضى الله عنه قال:قال رسول الله ﷺ:انه لوحدث فى الصلاة شىء انبأتكم به ولكن انماانابشر انسیٰ كماتنسون الخ .(صحيح مسلم ۱/۲۱۲)

عن ام سلمةؓ قالت:قال رسول الله ﷺانكم تختصمون الى وانماانا بشرالخ.(سنن الترمذى ۱/۱۶۰)

عن ام المومنين عائشةؓ قالت:كان رسول الله يخصف نعله ويخبط ثوبه ويعمل فى بيته كما يعمل احدكم فى بيته وكان بشراً من البشر.(مشكوٰة عن سنن الترمذى۵۲۰)

عن عبدالله بن عمرؓ قال :كنت اكتب كل شىء اسمعه من رسول الله ﷺاريد حفظه،فنهتنى قريش وقالوا:اتكتب كل شىء تسمعه من رسول الله ﷺورسول الله ﷺبشر يتكلم فى الغضب والرضا الخ.(سنن ابى دائود ۲/۱۴۵،رقم الحديث : ۳۶۴۶)

وقد ارسل الله تبارک وتعالیٰ رسلاًمن البشر الى البشرمبشرين لاهل الايمان والطاعة بالجنة والثواب ومنذرين لاهل الكفر والعصيان بالنارو العقاب.(شرح عقائد نسفى۱۳۳،فرقه بريلويت هند وپاک كا تحقيقى جائزه ۳۱۷-۳۰۴،فتاویٰ محموديه ڈابھيل ۱/۵۱۶-۵۱۴)فقط والله تعالیٰ اعلم كتبه :احقرمحمد سلمان منصورپوری غفرلہ۱۴۱۹/۴/۲۹ھ الجواب صحیح:شبیراحمدعفااللہ عنہ(کتاب النوازل ص106ج2)

مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا فتویٰ

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ اگر چہ نفس بشریت میں سب انسانوں کی طرح ہیں لیکن اعلیٰ صفات کے اعتبار سے کوئی انسان آپ کا ہم سر نہیں ہے اس لئے ان صفات عالیہ کو نظر انداز کرتے ہوئے آپ کو محض اپنے جیسا انسان کہنا مناسب تعبیر نہیں ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص387 ج۔1)

معلوم ہوا کہ علمائے دیوبند کے نزدیک باعتبار ذات بشر ہیں باعتبار صفت نور ہیں۔ اور عبدالخالق سیفی اور اس کیا کابر واصاغر کا عقیدہ بلکل علمائے دیوبند سے ہٹ کر بریلویوں اور سیفیوں سے ملتا ہیں۔ لہٰذا موصوف کو دیوبندی سمجھنا بڑی حماقت ہیں۔

نکتہ: ہر بریلوی سیفی نہیں ہیں لیکن ہر سیفی بریلوی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ختم شد☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ کہنے کا حکم

ترجمان بریلویت وسیفیت عبدالخالق سیفی کے نزدیک یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ کہنا صحیح ہیں۔ یہی بریلویوں کا مسلک ہیں۔ جبکہ علمائے دیوبندؒ کے نزدیک یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ کلمات شرکیہ میں سے ہے جس کا پڑھنا ناجائز اور موہم شرک ہے۔

ترجمان بریلویت وسیفیت کا موقف

موصوف التحقیق المختار نامی گمراہ کن کتاب میں لکھتے ہے۔

اور دوسرا معنی یہ ہے "اے شیخ عبدالقادر جیلانی مجھے اللہ تعالیٰ کے واسطے کچھ چیز دے دو۔ یہ معنیٰ صحیح ہے۔ اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ عام مسلمان کے بھی یہی معنیٰ مراد ہوتا ہے۔ (التحقیق المختار ص204)

دوسری جگہ یوں لکھتے ہیں خلاصہ کلام یہ ہوا کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی توسل اور تبرک کی نیت سے کہنا جائز اور شرعی عمل ہے۔ (التحقیق المختار ص205)

ترجمان بریلویت وسیفیت کا جواب

شیئا للہ کا مطلب

شیئا للہ کے معنی ہیں کوئی چیز دیجیے اللہ کے لئے یہ آواز عرب کے گداگروں کی تھی۔ جو گھروں سے باہر کھڑے ہوکر کہا کرتے تھے۔ اے گھر والو اللہ کے لئے کچھ دو۔ اس میں مخاطب گھر والے ہوتے تھے۔ جو اس سائل کو کچھ دے سکتے تھے۔ اس صورت میں بھی بعض علماء نے ایسا کہنے والوں پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ وجہ یہ لکھی ہے کہ اس میں اللہ کے نام کی ہتک ہے۔ (درمختار) اس کے بعد لوگوں نے فوت شدہ اولیاء اللہ کو مخاطب کر کے بطور سوال کے یہ کہنا شروع کیا۔ **خذبیدی یا شاہ جیلانی خذبیدی شیئاللہ انت نور احمد**.

ترجمہ۔ اے پیر جیلانی میرا ہاتھ پکڑیئے اللہ کے لئے کچھ دیجئے۔ آپ نور احمد ہیں۔

یا یہ کہتے ہیں۔ ایسا کہنے سے تین طرح سے شرک آتا ہے۔

ایک تو وہی وجہ جو گداگروں لئے بعض فقہا نے بتائی ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ فوت شدہ کو حاضر ناظر یا عالم الغیب وسامع صورت (آواز سننے والا) جانتا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ان کو معطی (دینے والا) سمجھتا ہے۔ اس لئے وظیفے سے بچنا چاہیے۔ خدا فرماتا ہے۔ **فاجتنبو الرجس**

من الاوثان

مذکورہ جملے سے متعلق چند سوالات

یا شیخ عبدالقادر جیلانی کے اس فقرہ کے متعلق ہم چند سوال کرتے ہیں۔اگر مولوی عبدالخالق واقعی عالم ہیں تو ان سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں گے

1۔''یا شیخ عبدالقادر''اس کی نحوی ترکیب کیا ہے۔

2۔شیئا منصوب کیوں ہے۔اگر جواب ملے کہ اعط کا مفعول بہ ہے۔تو سوال یہ ہے کہ فعل امر یہاں کس قاعدہ سے حذف کیا گیا ہے۔

3۔یہ سوال فیصلہ کن ہے غور سے سنیں۔یہ وظیفہ کس نے سکھایا اللہ تعالیٰ نے یا رسول ﷺ نے یا خود شیخ عبدالقادر نے جو صورت اختیار کریں۔مہربانی کر کے اس کا حوالہ دیں۔

4۔اس کے اصلی ترجمے سے تو یہ مفہوم ہوتا ہے۔کہ پڑھنے والا تو پیر صاحب کو داتا جانتا اور معطی خیر سمجھتا ہے۔محض برکت کے لئے پڑھتے وقت اس کے اصلی ترجمے کا خیال نہ رکھے؟ یا اس کو خیال نہ آئے گا۔

موہم شرک الفاظ کی ممانعت

عربی زبان میں راعنااور انظرنا کے ایک ہی معنی ہیں (کہ ہماری طرف نظر کرو) مگر راعنا کے ایک معنی ناپسندیدہ بھی ہوسکتے ہیں۔اس لئے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ لا تقولو ارعناو قولو اانظرنا واسمعوا (تم مسلمان راعنا نہ کہا کرو کہ بلکہ انظرنا کہا کرو)

شیئا للہ کے معنیٰ

شیئا للہ کے بھی دو معنی ہیں۔(ا)ایک شرکیہ(۲)دوسرا غیر شرکیہ بقول آپ کے (یعنی بطور توسل وتبرک)۔پھر ہم **بماتحت لاتقولوا راعنا** کیونکہ اس کو نہ چھوڑے۔فقہ کی مستند کتاب رد المختار میں مرقوم ہے **اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة راجعا علی فعل البدعة** (مصری جلد اول ص450)

ترجمہ۔جب کسی امر کے سنت یا بدعت ہونے میں تردد ہوتو سنت کو چھوڑ دینا بدعت پر عمل کرنے سے اولیٰ (بہتر) ہے۔

امر متردد میں فیصلہ کس پر؟

کسی غیر منصوص امر میں تردد ہو کر سنت ہے یا بدعت تو اس کو بالکلیہ چھوڑ دینا اچھا ہے۔ مثلاً رسمی میلاد کے متعلق اگر کوئی شخص فیصلہ نہ کر سکے۔ قائل فریق کے دلائل سن کر سنت سمجھے۔ اور غیر قائل کے دلائل سن کر بدعت خیال کرے۔ تو اس صورت میں اس فعل کو نہ کرنا ہی اچھا ہے۔ یہ ہے اس عبارت (اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة راجعا علی فعل البدعة) کا مطلب اس اصل الاصول کے ماتحت وظیفہ شیئاللہ کیونکہ نہ چھوڑ دیا جائے۔

مولانا عبدالحئ لکھنوی کا فتویٰ

مولانا عبدالحئ حنفی لکھنوی لکھتے ہیں کہ اس وظیفے سے احتراز لازم وواجب ہے، بعض فقہاء نے اس پر کفر تک کا اطلاق کیا ہے، نیز اس وظیفہ کے پڑھنے والے کے دل میں یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ وہ مردہ بزرگ عالم الغیب اور صاحب اختیار ہے اور یہ عقیدہ شرک ہے۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے ازیں چنیں وظیفه احتراز لازم وواجب.

اولاًازیں جهت که ایں وظیفه متضمن شیئالله است وبعض فقهاء ازما همچو لفظ حکم کفر کرده اندچنانچه دردرمختار می نویسد کذا قول شئی الله قیل یکفر انتهیٰ.

ثانیاًازیں وظیفه متضمن است ندائے اموات راازامکنه بعیده وشرعاًثابت نیست که اولیا ء راقدرتے حاصل است که از امکنه بعیده وندارابشنوند.البته سماع اموات سلام زائر قبرراثابت است بلکه اعتقاد ایں که کسے غیرحق سبحانه حاضرونا ظر وعالم خفی وجلی در هروقت وهران است اعتقاد شرک است.در فتاویٰ بزازیه می نویسد تزوج بلا شهود وقال خدائے ورسول خدا وفر شتگان راگواه کرده ام یکفر لانه اعتقد ان الرسول والملک یعلمان الغیب وقال علماء نا من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر۔" (فتاویٰ مولانا عبدالحئ ج2 ص34، بحوالہ فتاویٰ بزازیہ ص326 برحاشیہ فتاویٰ عالمگیری جلد6)

مولانا عبدالحی لکھنوی کا دوسرا فتویٰ

حضرت شیخ عبدالقادر اگرچه ازا جله اولیاء امت محمد یه هست اندو مناقب و فضائل شان لا تعد ولاتحصیٰ اند لیکن چنین قدرت شاں که فریاد راازمکنه بعیده بشنوند وبه فریاد رسند ثابت نیست واعتقاد ایں که آنجناب هر وقت حال مرید ان کو دمی وانند وندائے شان می شوند اس عقائد شرک است" (مجموعہ (فتاویٰ مولانا عبدالحئ لکھنوی حنفی۔ ج2 ص34)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا فتویٰ

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں: بدانکه دریں مقام مزلة الا قدام بسیارے افتاده اندد در شافع ومشفوع الیه فرق نه کرده اندمی گویند یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئالله یعنی اے شیخ عبدالقادر جیلانی چیزے از برائے خدا بده،دریں کلام خدا تعالیٰ را شفیع گر دانیده اندوحضرت شیخ راد هنده وحقیقت بالعکس می نماید" (البلاغ المبین ص114۔115 طبع لاہور)

جاننا چاہیے یہ بہت سے لوگوں کے پھسل جانے کا مقام ہے انہوں نے سفارش کرنے والے اور جس کی طرف سفارش کی جائے، میں فرق نہیں سمجھا، کہتے ہیں یا شیخ عبدالقادر شیئالله یعنی اے شیخ عبدالقادر جیلانی خدا کے لیے کچھ حضرتؒ گودے اس کلام میں انہوں نے خدا کو سفارشی بنایا ہے اور دینے والا حالانکہ حقیقت اس کے برعکس معلوم ہوتی ہے۔ (ترجمہ "البلاغ المبین" طبع ملتان، ص112)

علامہ حصکفیؒ کا فتویٰ

وکذا قول شئیا لله قیل انه طلب شیئالله،والله غنی عن کل شی والکل شئی،والکل مفتقر ومحتاج الیه،وینبغی ان یرجح عدم التکفیر،فانه یمکن ان یقول،اردت طلب شئی اکرمالله،شرح الوهبانیه،قلت !فینبغی او یجب التباعد عن هذه العبارة ،وقد مران ما فیه خلاف یومربالتوبة والاستغفاروتجرید النکاح. (شامی ج۔1811ج۔)

یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کہنا خدا کی توہین

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس طرح کی استمداد کو جو وظیفہ مذکور (شیئا للہ) میں کی گئی ہے نے خدا کی توہین قرار دیا ہے، چنانچہ وہ اس کے بعد لکھتے ہیں ازیں جادریافت شدکه بواسطه خدا ازمخلوق حاجت خواستین خصوصاً از عالمیان غیب گو یا کدار ابے چارادانستن ومخلوق را تو نا ودانا پند اشتن است.معاذ الله من ذلک "(البلاغ المبین فارسی ص115) یعنی "اس سے ثابت ہوا کہ زندہ وغیرہ زندہ مخلوق کے پاس اللہ تعالیٰ کو شفیع بنا کر لایا اس کا واسطہ دے کر مخلوق سے حاجت روائی چاہنا گویا کدا کو عاجز سمجھنا اور مخلوق کو توانا تو جاننا ہے۔ معاذ اللہ من ذالک

علمائے دیوبندؒ کے فتاویٰ جات

مفتی کفایت اللہؒ کا فتویٰ

یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاللہ یہ بھی مشرکانہ کلمہ اور عبث و ناجائز ہے۔(کفایت المفتی ص180 ج۔1)

مفتی کفایت اللہؒ کا دوسرا فتویٰ

سوال: یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاللہ کہنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: یہ وظیفہ پڑھنا ناجائز اور موہم شرک ہے۔(کفایت المفتی ص180 ج۔1)

قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ کا فتویٰ

آنچہ جہاں میگوید "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاللہ، یا شیخ خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئاللہ جائز نیست، شرک وکفر است۔(ارشادالطالبین ص18)

مفتی محمود حسن گنگوہیؒ فتویٰ

سوال: یا شیخ عبدالقادر شیئاللہ لکھنا اور بطور وظیفہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: اس جملہ میں حضرت سید عبدالقادر صاحبؒ سے کچھ اللہ کے واسطے مانگا گیا ہے، سوال خود ان ہی سے ہے اور اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کو وسیلہ بنایا گیا ہے۔ یہ طریقہ غلط ہے، برعکس ہو گیا مانگنا چاہیے تھا اللہ تعالیٰ سے پاک مالک الملک سے اور وسیلہ بنا لیا جاتا ہے اس کے مقبول بندے کو مگر یہاں معاملہ اُلٹا ہو گیا۔ اس کا وظیفہ ناجائز ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ص181)

یا شیخ عبدالقادر شیئاللہ کا مٹانا باعث ثواب

مسئلہ: مذکورہ وظیفہ پڑھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ شیخ عبدالقادر ہر جگہ حاضر و ناظر، عالم الغیب وغیرہ وغیرہ ہیں۔ شرعاً کسی طرح جائز نہیں، ایسا عقیدہ حرام بلکہ شرک ہے، کیونکہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں اور جو شخص کسی اور میں ان صفات کا عقیدہ رکھتا ہو، فقہاء نے اس کی تکفیر کی ہے پس ایسے وظیفہ کا کتبہ مسجد میں آویزاں کرنا بھی جائز نہیں اور مسجد کی پیشانی پر کندہ (کھدائی) کرنا بھی جائز نہیں ہے، اور اس کا مٹانا باعث اجر ہے۔ یا شیخ عبدالقادر کی جگہ یا (ارحم الراحمین) پڑھنا چاہیے جس کے قبضہ قدرت میں شیخ عبدالقادرؒ بلکہ تمام عالم ہے، خلاف شرع عقیدہ رکھنے والوں کو کسی بہتر تدبیر شرعی سے سمجھا بجھا کر راہ راست پر لانا چاہیے (فتاویٰ محمودیہ

ص75ج1بحوالہ مسائل رفعت قاسمی)

یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کہنے والے پر مشرک اور مرتد کا فتویٰ

شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کا وظیفہ ایسا کھلا شرک ہے کہ اگر کہیں سچی اسلامی حکومت قائم ہوتو وہ ایسا وظیفہ پڑھنے والوں اور ایسا نعرہ لگانے والوں کو مرتد قرار دے کر ان سے توبہ کا مطالبہ کرے گی۔اور اگر توبہ نہ کریں تو گردن اُڑا دے گی،غلط قسم کی تعلیمات کے کوڑے کرکٹ میں اگر قرآن کریم وحدیث شریف کے آب دار موتی چھپا نہ دیئے گئے ہوتے تو بیوقوف سے بیوقوف مسلمان بھی ایسے وظیفوں کے چکر میں نہیں آسکتا تھا مگر غلط قسم کی پیری و مریدی اور بگڑے ہوئے تصوف نے سادہ دل اور خدا پرست مسلمان کے دل ودماغ پر چھاپا مار کر ان کی عقل خراب کردی۔(مسائل رفعت قاسمی ص28ج۔6)

ترجمان سیفیت و بریلویت اور اس کے متبعین اس فتویٰ سے اندازہ لگائے کہ یہ کلمات کتنے خطرناک ہیں۔لیکن موصوف اس کی ترغیب دے رہا ہیں۔کیونکہ سیفی بریلوی مسلمان کے ایمان پرڈاکہ ڈالنے والے ہے اس لئے اسطرح کے شرکی الفاظ اور وظائف کی ترغیب دے رہے ہیں تاکہ صرف نام کے مسلمان رہے اور عقیدتا تباہ وبرباد ہو۔اللہ تعالیٰ اس طرح کے دجالین سے ہماری حفاظت فرمائے۔

بڑے بزرگ کا قول جب قرآن وسنت کے خلاف ہوتو؟

بعض جاہل قرآن وحدیث میں صراحتا کوئی چیز موجود ہونے کے باوجود اس کو چھوڑ کر کسی پیر صاحب وغیرہ کے قول سے استدلال پکڑتے ہیں اور حالانکہ ایسا کرنا کسی مسلمان کے شایان شان نہیں۔چنانچہ ہمارے اکابر نے اس بات کی خوب وضاحت کی ہیں ذرا مسائل رفعت قاسمی کے ایک فتوی کو دیکھ لیجئے۔

مولانا رفعت قاسمی صاحب لکھتے ہے:''اور یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ شاہ صاحبؒ تو کیا بڑے سے بڑے بزرگ و پیر نے بھی اگر کوئی قول یا فعل ایسا کہا ہو جو قرآن وسنت کے خلاف ہوتو ان سے باز پرس ہوگی خدا کی عدالت میں سب بندے مسئول ہیں۔انبیاً ءتک اس کے خوف سے بے نیاز نہیں رہ سکتے۔''(محمد رفعت)۔(مسائل رفعت قاسمی ص28ج۔6)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا فتویٰ

شیئاً للہ کا پڑھنا

شیأءللہ کا پڑھنا کسی وجہ سے جائز نہیں۔اگر شیخ قدس سرہ کو عالم الغیب ومتصرف مستقل جان کر کہتا ہے تو خود شرک محض ہے

(۱) بقوله تعالیٰ وعنده مفاتح الغیب لا یعلمها الاھو الایة

ودیگرنصوص قال فی البزازیة وغیرھا من الفتاویٰ من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم کفرومن ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون الله واعتقدبه کفر کذا فی البحرالرائق انتهی من مائته المسائل.

اور جو یہ عقیدہ موہم نہیں تو بھی ناجائز ہے کیونکہ اس صورت میں گو یہ ندا شرک نہ ہو مگر مشابہ بشرک ہے اور جو لفظ موہم معنی شرک ہو اس کا بولنا بھی ناروا ہے۔

(۲) لقوله تعالیٰ. لا تقولوا راعنا وقولا انظرنا اوربقوله علیه السلام لاتقولوا ماشاء الله وماشاء فلان ولٰکن قولوا ماشاء الله ثم شاء فلان الحدیث. حالانکہ صحابہؓ کی نیت میں کوئی معنی قبیح نہ تھے مگر بسبب مشابہت اور موہم معنی قبیح کے یہ الفاظ ممنوع ہو گئے پھر عوام اس سے ورطہ شرک و گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں تفسیر عزیزی میں بیان وجوہ شرک میں لکھا از انجمله اند کسانیکه دردفع بلا دیگران رامی خوانند وهم چنیں در حصیل منافع بدیگران رجوع می نمایند بالاستقلال و آنکه توسل بآں دیگران نمایند۔ پس ظاہر ہے کہ دعوت اس کلام کی داخل ہر دو قسم میں ہے کیونکہ غرض اس سے دفع بلا و جلب منافع ہے یا مثل ذکر اللہ تعالیٰ اس سے تحصیل برکات و تقرب مقصود ہے یا بوجہ تبرک کے اس کو تکرار کرتے ہیں ہاں کسی کے توسل سے دعا کرانا درست ہے مگر یہ صورت توسل کی ہرگز نہیں بلکہ دعا و استعانت ہے۔ مجیب صاحب کو شبہ واقع ہوا کہ دعا کو توسل سمجھ گئے۔ توسل کی صورت یہ ہے یا اللہ بجاہ شیخ عبدالقادر شیئاً للہ نہ یہ کہ خود شیخ سے طلب کرے بصیغہ دعا یا شیخ اعطنی شیا یہ توسل کسی طرح ہو سکتا ہے معہ ندا لفظ شیئا للہ کا موہم معنی شرک کو ہے کیونکہ اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ کچھ حق تعالیٰ کو دو۔ اس واسطے کہ لفظ لام کا معطی لہ پر آتا ہے یہ معنی تو اشد شرک ہیں دوسرے معنی یہ ہیں کہ شیخ مجھ کو لوجہ اللہ تعالیٰ کے کچھ دو سو اس معنی میں اگر مستقل معطی شیخ کو جانتا ہے تو بھی شرک ہوا۔ اور جو باذن اللہ معطی سمجھا تو اس کی توجیہ وہ ہے جو تفسیر عزیزی سے مجیب نے نقل کیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بعض اولیاء کو حق تعالیٰ آلہ تکمیل و ارشاد خلق بناتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے باذن اللہ مطالب برآمد ہوتے ہیں نہ کہ اولیاء خود متصرف و مستقل بنتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جب وہ آلہ ٹھہرے تو اگر چہ بظاہر حاجت روائی تو بذریعہ آلہ ہوتی ہے مگر خود آلہ سے بھی دعا و استعانت طلب کرنا شرک ہے پس ایسی صورت میں متصرف حقیقی کو چھوڑ کر آلہ سے طلب کرنا بھی خالی از مشابہت شرک نہیں۔ ندا و دعا کرنا دوسری شے ہے کہ منادی کے علم و تصرف کو چاہتا ہے اور ذریعہ ہونا اور امر ہے کہ ذریعہ کا واسطہ اور مقبول ہونا بدرگاہ فیاض اس سے مستفاد ہوتا ہے شتان بینھما مثلا نور بواسطہ شمس کے آتا ہے، مگر طلب نور شمس سے شرک ہے ندا کسی کو کرنا مبنی بر علم و تصرف منادی کے ہے پس اس عبارت عزیزی سے جواز ندا کا کیونکر مفہوم ہوا، غائت تعجب ہے کہ اگر گاہے اولیاء و بطور کشف باذن اللہ تعالیٰ کچھ معلوم ہو جاوے تو اس سے ہر وقت باستقلال علم و تصرف کا ہونا کہاں سے لازم آتا ہے۔ پس ایسی دعوت بہر حال یا شرک جلی یا خفی یا لغو مشابہت بشرک ہو کر حرام و ناجائز ہووے گی۔ کسی وجہ جواز کا شائبہ اس میں نہیں ہو سکتا۔ اب استدلال مجیب کا حال سنو کہ پڑھنا اس کلام کا بطور توسل جائز فرماتے ہیں حالانکہ توسل کی

کوئی صورت نہیں۔کمامراور شاہ ولی اللہ صاحب نے طریقہ بعض جیلانیہ کا بیان کیا ہے اس سے اجازت ومشروعیت کا فہم محض غفلت ہے اور تحکم ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارت کا مطلب خود واضح ہوگیا کہ ندا ہرگز جائز نہیں فرماتے بلکہ شرک لکھتے ہیں اور جو وہ فرماتے ہیں اس سے جواز نداوطلب ہرگز مستفاد نہیں ہوسکتا۔علی ہذا تفسیر مظہری کا مطلب بھی یہی ہے کہ نداا ور استعانت اولیاء سے نہ حیات میں رواہے نہ بعد موت اور جو صاحب خزینہ کی عبارت مجیب نقل کی ہے کہ یا شیخ عبدالقادر کو نداء **واذا اضیف الیہ شیئاللہ فھو طلب شئی اکراماللہ تعالیٰ فما الموجب بحرمتہ** ۔جب تک اس کے سابق لاحق کا حال معلوم نہ ہواس پر حکم نہیں ہوسکتا۔سلمنا اگر اس کی مراد یہی ہے جو مجیب نقل کرتے ہیں تو فتویٰ اس کا مردود ہے نصوص قطعیہ وروایات فقہاء معتبرین سے جیسا کہ سابق لکھا گیا کہ ندا غیر اللہ بہر حال ناجائز ہے اور شیئاً للہ کے معنی موہم شرک ہیں اگر چہ نیت داعی کی قبیح معانی کی نہ ہوتا ہم درست نہیں یہ وجہ حرمت اس کلام کی ہے اگر چہ موجب حرمت مجیب صاحب کو معلوم نہ ہوا مگر نصوص وروایات سے ہم ثابت کر چکے۔پس جو فتویٰ خلاف نصوص وروایات صحیحہ کے ہو وہ قطعا مردود ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔پڑھنے والا اس جملہ کا تقریباً اور شہرت دینے والا اس کے جواز کا اعتقادآ ثم بلکہ مشرک ہے سنداس کی حجۃ اللہ البالغہ مولفہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی صفحہ۲۱ میں موجود ہے۔

قال ومنھا ای من وغناء الفقیر وینذ رون لھم یتوقعون انجاح مقاصد ھم بتلک النذور ویتلون اسماء ھم رجاء ببر کتھا فاوجب اللہ علیھم ان یقولو افی صلو تھم ایاک نعبدو ایاک نستعین وقال اللہ تعالیٰ فلا تد عوامع اللہ احداًولیس المراد من الدعا العبادۃ کماقالہ بعض المفسرین بل مراد ہ الاستعانۃ بقولہ تعالیٰ بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون.

(1)اور قاضی ثناءاللہ صاحب نے بھی اس مضمون کو صراحتاًارشادالطالبین میں ذکر کیا ہے۔

مسئلہ:آنچہ جہال میگویند یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی شیئاً للہ جائز نیست شرک وکفر است حق تعالیٰ می فرماید والذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم انتھی۔(۲)اوراسی طرح شاہ عبدالعزیز صاحب کی تقریر بھی بعض حواشی میں صراحتہً اسی مضمون پر دال ہے۔میگویند۔(فتاوی رشیدیہ)

ترجمان سیفیت وبریلویت کا ثبوت بریلویت

ترجمان سیفیت کا یہ نظریہ بھی بریلویوں کا ہے جس کا ثبوت درجہ ذیل ہیں۔

علمائے دیوبند کا عقیدہ نظریہ تو آپ نے دیکھ لیا۔لیکن ترجمان سیفیت وبریلویت بار بار کہہ رہا ہیں کہ میرا ایک عقیدہ بریلویوں والا ثابت کرواگر کسی نے میراایک عقیدہ بریلویوں والا ثابت کیا تو میرا زبان کاٹ دیا جائے۔اب آپ لوگ یہ مسئلہ علمائے دیوبند اور بریلویوں کے کتب دونوں میں دیکھ لیجئے موصوف کا نظریہ دیوبندیوں والا ہے یا بریلویوں والا فیصلہ آپ نے کرنا ہیں۔

ترجمان سیفیت وبریلویت اپنے فتویٰ کی زد میں

موصوف ہر جگہ کہتے ہیں کہ بریلوی گمراہ ہیں۔لیکن موصوف کے اکثر مسائل بریلویوں سے اخذ شدہ ہیں۔لہٰذا موصوف اپنے فتویٰ کی روشنی گمراہ ٹھہر گئے اس لئے گمراہ اور گمراہی دونوں سے بچنا ضروری ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆ختم شد☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قبروں پر چادر ڈالنے کا حکم

ترجمان بریلویت وسیفیت عبدالخالق سیفی کے نزدیک قبروں پر چادریں ڈالنا جائز اور شرعی عمل ہے۔(یہی بریلویوں کا مسلک ہیں۔) جبکہ علمائے دیوبندؒ کے نزدیک قبروں پر چادریں ڈالنا مکروہ اور بدعت ہیں۔

ترجمان بریلویت کا موقف ''چادریں ڈالنا جائز اور مشروع''

ترجمان بریلویت وسیفیت کے نزدیک قبروں پر چادریں ڈالنا جائز اور شرعی عمل ہے۔(یہی بریلویوں کا مسلک ہیں۔) جبکہ علمائے دیوبندؒ کے نزدیک قبروں پر چادریں ڈالنا مکروہ اور بدعت ہیں۔اس لئے موصوف کو چاہیے کہ بریلویت کی ترویج کے لئے دیوبندیت کا نام کم از کم استعمال نہ کریں۔اس لئے کہ علمائے دیوبندؒ اس طرح کی گمراہی اور بدعات سے بری ہیں۔فقہ حنفی کی وہ تشریح جو علمائے دیوبند نے کی ہیں اس پر عمل کرنے والا دیوبندی ہیں اور فقہ حنفی کی وہ تشریح جو بریلوی علماء نے کی ہیں اور اس پر عمل کرنے والا بریلوی ہیں۔موصوف اپنے گمراہ کن کتاب "التحقیق المختار" میں لکھتے ہیں ''علامہ حقی نابلسیؒ نقل کرتے ہیں۔اولیاء اور علماء کے قبروں پر گنبد بنانا چادریں اوڑھانا اس لئے کے لوگ اس کو عزت کی نظر سے دیکھیے۔یہ جائز اور شرعی عمل ہے۔(التحقیق المختار ص67) اور یہ بات کہ اولیاء کے قبروں پر چادریں اوڑھانا جائز ہے۔علامہ عبدالقادر الرافعیؒ نے بھی لکھا ہیں۔(تقریرات الرافعی علیٰ الردالمختار ص123) اسی طرح شامی فتاویٰ تنقیح حامدیہ میں لکھتے ہیں۔اولیاء کے قبروں کی ادب کے خاطر پر چادریں اوڑھانا جائز ہے۔(فتاویٰ تنقیح الحامدیہ ص357ج2)(التحقیق المختار ص67)

ترجمان بریلویت وسیفیت کا جواب

علماء دیوبندؒ کے نزدیک قبر پر چادر اور پھول ڈالنا مکروہ تحریمی اور بدعت ہے۔قبر چاہے کسی اولیاءاللہ کی ہو یا کسی عام آدمی کی ہو(مستفاد: کفایت المفتی ۱/۳۴۱، جدید زکریا مطول ۵/۵۳۹، فتاویٰ محمودیہ ۱/۱۹۵، عزیز الفتاویٰ/۱۰۶، امداد المقتیین/۱۹۷)

وضع الستوروالعمائم والثیاب علی قبور الصالحین والاولیاء کرهه الفقهاء.(العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۲/۳۲۴)وتکره الستور علی القبور(شامی،باب الصلوٰة الجنائز،مطلب فی دفن المیت زکریا ۳/۱۴۵، کراچی ۲/۲۳۸)

اس کے علاوہ اس پر علماء دیوبند کے سینکڑوں اور فتاویٰ جات بھی شاہد ہیں۔ان میں چند فتویٰ جات درجہ ذیل ہیں۔

علماء دیوبندؒ کے فتاویٰ جات

علامہ یوسف لدھیانوی شہیدؒ کا فتویٰ

علامہ لدھیانوی شہیدؒ اپنے مایہ ناز تصنیف "اختلاف امت اور صراط مستقیم" میں لکھتے ہیں۔قبروں پر غلاف چڑھانا بھی جائز نہیں ،آنحضرت ﷺ ،صحابہ ،تابعینؒ اور ائمہ ہدیٰ کے مبارک زمانے میں کسی کی قبر پر چادر نہیں چڑھائی گئی۔علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں "فی الاحکام عن الحجۃ :تکرہ الستور علی القبور۔"

ترجمہ:۔الاحکام میں الحجۃ سے نقل کیا ہے کہ :قبروں پر چادر ڈالنا مکروہ ہے۔(اختلاف امت اور صراط مستقیم ص82)

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کا فتویٰ

حضرت عائشہؓ کی حدیث سے دیواروں پر چادر چڑھانے کی ممانعت آئی ہے اس کے باوجود کہ اس میں بظاہر کوئی قباحت اور ایہام شرک وغیرہ نہیں ہے،لہٰذا قبروں پر چادر چڑھانا ایہام شرک وتعظیم غیر اللہ کی وجہ سے ناجائز ہوگا،بخلاف کعبہ کے کہ خود آنحضرت ﷺ نے غلاف پہنایا ہے کیونکہ اس کی تعظیم مفضی الی الشرک نہیں ہے اس لیے کہ اس کی طرف نماز میں استقبال ضروری اور قبور کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا منع ہے۔(احسن الفتاویٰ ،جلد ا،صفحہ ۳۷۶)

بنوری ٹاون کا فتویٰ

کسی بھی وقت قبروں پر چادر چڑھانا غلط ہے۔(بینات ،شعبان المعظم 1438ھ - جون 2017ء)

مفتی سید نجم الحسن امروھی صاحب کا فتویٰ

قبروں پر چادریں ڈالنا چاہے وہ بزرگوں کی ہوں یا عام لوگوں کی ہر صورت میں ناجائز ہے۔اور اگر ان چادروں کو کوئی چوری کر لے تو اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے کیونکہ یہ غیر محفوظ مال ہے۔(نجم الفتاویٰ جلد1 ص141)

شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کا فتویٰ

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں صفحہ 14 پر ہے:**واما ارتکاب محرمات از روشن کردن چراغھا وملبوس ساختن قبور بدعت شنیعہ اندر** یعنی حرام چیزوں کا ارتکاب کرنا مثلاً قبروں پر چراغ جلانا اوران پر چادریں چڑھانا اور سرور اور گانے بجانے کے آلات استعمال کرنا بدعات شنیعہ میں سے ہے اور ایسی مجالس میں حاضر ہونا ممنوع ہے۔(فتاویٰ شاہ رفیع الدین ص14)

قاضی ابراہیم حنفیؒ کا فتویٰ

قاضی ابراہیم حنفی نے ''مجالس الابرار'' ص118 میں ان امور کا ذکر کرتے ہوئے جو مسلمانوں کے تمام ائمہ کرام کے یہاں بالاتفاق ناجائز ہیں لکھا ہے **تعلیق الستور علیھا** 'ان پر چادریں چڑھانا''

مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا فتویٰ

قبر پر چادر اور پھول ڈالنا مکروہ تحریمی اور بدعت ہے۔(فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۲۰۶)

عرس کرنا اور قبروں پر چادر وغیرہ چڑھانا قطعاً ممنوع اور بدعت ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ۱/۲۱۲)

مفتی شبیر احمد قاسمی کا فتویٰ

(۱) قبر پر چادر اور پھول ڈالنا مکروہ تحریمی اور بدعت ہے۔(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۲۰۶، جدید ڈابھیل ۹/۱۷۴)**وقال الراقم: اتفق الخطابی والطرطوشی والقاضی عیاض علی المنع، وقولھم اولیٰ بالا تباع حیث اصبح مثل تلک المسامحات والتعللات مثاراً للبدع المنکرة والفتن السائرة، فتری العامة یلقون الزھور علی القبور الخ.(معارف السنن، کتاب الطھارة، باب التشدید فی البول، اشرفیه ۱/۲۶۵)وتکرہ الستور علی القبور(شامی، باب الصلوٰة الجنائز، مطلب فی دفن المیت زکریا ۳/۱۴۵، کراچی ۲/۲۳۸)قال رسول اللہ ﷺ...وشر الامور محدثاتھا وکل بدعة ضلالة.(مسند احمد بن حنبل ۳/۳۱۰، رقم: ۱۴۳۸۶)وفی روایة وشر الامور محدثاتھا وکل محدثه بدعة.(مسند احمد بن حنبل ۳/۳۷۱، رقم: ۱۵۰۴۷)فقط واللہ سبحانه وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۷/۲۵۱۱)(فتاویٰ قاسمیہ ص147 ج3)

(۲) البتہ شیرینی اور چادر وغیرہ چڑھانا ثابت نہیں ہے، محض بدعت ہے۔(فتاویٰ قاسمیہ ص181 ج10)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ کا فتویٰ

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں **ومن المحرمات:............ وتعلیق الستور علیه، کانه بیت الله الکعبة(اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیه ص 267)**

کچھ حرام کام یہ ہیں:............اور اس پر یوں پردے لٹکانا کہ گویا وہ اللہ کا گھر کعبہ ہو۔''

نیزفرماتے ہیں: ومنهم من يعلق على القبر المكذوب اوغير المكذوب،من الستور والثياب،ويضع عنده من مصوغ الذهب والفضة،ماقد اجمع المسلمون على انه ليس من دين الاسلام[اقتضاء الصراطالمستقيم لابن تيمية:384]

بعض لوگ ایسے ہیں جوجعلی یااصلی قبر پر پردے اور کپڑے لٹکاتے ہیں اوراس کے''پاس سونے یاچاندی کے زیورات رکھتے ہیں۔مسلمانوں کااس بات پراتفاق واجماع ہے کہ ان چیزوں کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔'' شیخ الاسلام مزیدفرماتے ہیں:

وقد اتفق ائمة الدين على انه لا يشرع بناء المساجد على القبور،ولا ان تعلق عليها الستور ائمه دین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اور ان پر پردے لٹکانا جائز''نہیں۔''[جامع الرسائل لا بن تیمیۃ:1/54]

علامہ ابن القیمؒ کافتویٰ

علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں

ومنها:مشابهة عبادة الاصنام بما يفعل عندها من العكوف عليها والمجاورة عند ها وتعليق الستور عليها وسدانتها وعبادها يرجحون المجاورة عندها على المجاورة عند المسجد الحرام،ويرون سدنتها افضل من خدمة المساجد [اغاثة اللهفان لابن القيم:1/197]

قبروں پرہونے والی خرافات میں سے یہ بھی ہے کہ قبروں کے پاس وہ کام کیے جائیں جو''بت پرستی سے مشابہ ہیں،مثلاً ان پراعتکاف کرنا،ان کے پاس مجاور بن کر بیٹھنا،ان پر پردے لٹکانا،ان کی خدمت کے لیے وقف ہونا وغیرہ۔قبر پرست لوگ قبروں کی مجاوری کو بیت اللہ کی مجاوری پربھی ترجیح دیتے ہیں اوران کا یہ نظریہ ہے قبروں کی خدمت بیت اللہ کی خدمت سے بھی افضل ہے۔

ترجمان سیفیت کاثبوت بریلویت

ہم نے جودعویٰ کیا ہیں کہ موصوف بریلوی ہیں توہمارے اس دعوے پر بریلویوں کے فتاویٰ جات شاہد ہیں۔یعنی جوموقف عبدالخالق سیفی بریلوی کا ہیں وہی موقف امام اہل البدعۃ والضلالۃ مفتی احمد یارخان اوردوسرے بریلوی علماء کا ہیں۔چنانچہ آپ خودان دونوں کے موقف اورمسائل کا تقابل کیجئے۔تو ان میں ذرابرابرفرق بھی نہیں۔ان واضح دلائل کے باوجودبھی کسی کوشک ہوتواس کا کوئی علاج نہیں۔علماء دیوبند کے موقف سے بلکل ہٹ کر موقف اختیار کیا ہیں۔اوراس کے باوجود بڑی بےشرمی سے علمائے دیوبند کی طرف نسبت کرتا ہیں۔یعنی جومسائل علمائے دیوبند کے نزدیک بدعت اورگمراہی ہیں وہی مسائل موصوف کے نزدیک جائز،مستحب اور سنت ہیں۔اب آپ بریلوی علمائے کے فتاویٰ جات قبر پرچادر چڑھانے کے متعلق ملاحظہ فرمائیں تاکہ خوب تسلی ہوجائے کہ موصوف

کٹر بریلوی ہیں۔اس کی نسبت دیوبند کی طرف نہ کیجائے۔کیونکہ علمائے دیوبند اس طرح کی بدعات اور گمراہیوں سے پاک اور بری ہیں۔

بریلویوں کا فتویٰ

سوال: مزارات پر چادر ڈالنا کیسا ہے؟

جواب: شریعت مطہرہ میں قبور پر چادر چڑھانا بلاشبہ جائز اور مستحسن عمل ہے کہ اس سے صاحب مزار کی تعظیم وعظمت کا اظہار ہوتا ہے۔(بنیادی عقائد اور معمولات اہلسنت ص39)

رئیس المبتدعین کے گمراہ کن فتاویٰ جات

رئیس المبتدعین مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی صاحب(1391۔1324ھ) لکھتے ہیں:

قبروں پر پھول ڈالنا،چادریں چڑھانا،چراغاں کرنا علمائے اہل سنت کا فرمان ہے کہ''پھول ڈالنا مومن کی قبر پر جائز ہے،خواہ وہ ولی اللہ ہو یا گناہگار،اور چادریں ڈالنا اولیاء علماء،صلحاء کی قبور پر جائز ہے،عوام مسلمین کی قبور پر ناجائز کیونکہ یہ بے فائدہ ہے۔''[جاءالحق از نعیمی:1/269]

قبروں پر چادریں ڈالنا چادریں ڈالنا اولیاء،علماء،صلحا کی قبور پر جائز ہے۔(جاءالحق ص296)

مزید لکھتے ہیں:ان کی (یعنی اولیاءاللہ کی) قبروں پر پھول ڈالنا،چادریں چڑھانا،چراغاں کرنا سب میں ان کی تعظیم ہے لہٰذا جائز ہے۔(جاءالحق ص297)

مزید لکھتے ہیں:اولیاءاللہ کی قبروں پر چادریں ڈالنا جائز ہے کیوں کہ اس کی وجہ سے عام زائرین کی نگاہ میں صاحب قبر کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔(جاءالحق ص299)

مزید لکھتے ہیں:احترام اولیاء کے لیے ان کی قبور پر بھی غلاف ڈالنا مستحب ہے۔(جاءالحق ص299)

قبروں پر چادریں ڈالنے کی ممانعت

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات کا حکم نہیں دیا کہ ہم مٹی اور پتھر کو کپڑے پہنائیں۔(مسلم ص200ج2)

قبروں پر چادریں ڈالنا اور چڑھانا صالحین کی تعظیم میں غلو ہے جس کی شریعت میں مذمت وممانعت صراحتاً موجود ہے۔اگر عوام مسلمین کی قبروں پر چادریں چڑھانا اس لیے ناجائز ہے کہ وہ''بے فائدہ''ہے تو صلحاء کی قبر پر چادریں چڑھانے کا کیا فائدہ

ہے؟اگراس کا کوئی شرعی جواز یا فائدہ ہوتا تو اللہ اوراس کا رسول اس کی ضرور تعلیم دے دیتے اور ائمہ سلف اسے ضرور اپناتے۔ یہ تو محض قبر پرستوں کی ایک رسم اور بے ہودہ عمل ہے کیونکہ اس کی زندگی مردوں اور قبروں سے وابستہ ہے۔

علامہ شامیؒ کے قول کی حیثیت

علامہ شامی کے قول پر مولانا سرفراز خان صفدرؒ کا تبصرہ

حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ لکھتے ہیں: رہا شامی وغیرہ کا یہ قول کہ قبور پر ستور (چادریں وغیرہ) درست ہیں کیونکہ اس میں ''صاحب قبر کی تعظیم ہے وغیرہ وغیرہ تو قابل التفات نہیں، اس لیے کہ یہ غیر مجتہد کا قول ہونے کے علاوہ بلا دلیل بھی ہے۔'' [راہ سنت از صفدر، ص:200]

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا قول

حضرت فرماتے ہیں: **اینجا قول امام ابی یوسف و امام محمد معتبر است نہ عمل ابی بکر شبلی و ابی حسن نوری.** (مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکوت نمبر 265، بحوالہ اختلاف امت اور صراط مستقیم ص243)

علامہ شامی کے قول پر علامہ لدھیانوی شہیدؒ کا تبصرہ

علامہ لدھیانوی شہیدؒ علامہ شامیؒ کے قول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔مگر اتنی بات واضح ہے کہ علامہ شامیؒ ہوں یا شیخ عبدالحق نابلسیؒ، یہ سب کے سب ہماری طرح امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں۔اور مقلد کا کام صاحب مذہب اور ائمہ مجتہدینؒ کی نقل کی اتباع کرنا ہے، تقلید، خود رائی کا نام نہیں ہے، علامہ شامیؒ نے یا شیخ عبدالحق نابلسیؒ نے یا کسی بزرگ نے اگر ہمارے ائمہ متبوعینؒ سے کوئی نقل پیش کی ہے تو سر آنکھوں پر، ورنہ میں مجدد الف ثانیؒ کے الفاظ میں یہی عرض کر سکتا ہوں: **اینجا قول امام ابی حنیفہؒ و امام ابی یوسفؒ و امام محمد معتبر است نہ عمل ابی بکر شبلی و ابی حسن "نوری"** (مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر 265) (اختلاف امت اور صراط مستقیم ص243) معلوم ہوا کہ آج اولیاء کے مزارات پر جو کچھ ہو رہا ہے، یہ آنحضرت ﷺ کی سنت نہیں، نہ خیر القرون میں اس کا وجود تھا، بلکہ یہ شر القرون کی پیداوار ہے۔لہٰذا اس سے بچنا لازمی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان فتنوں سے ہمیں محفوظ رکھیں جو دوست کے لباس میں دشمن اور حق کے لباس میں باطل کا کردار ادا کر رہا ہیں۔

☆☆☆☆ختم شد 2020/14/5☆☆☆☆

﴾سروری چہارشنبہ کی حقیقت﴿

ترجمان بریلویت وسیفیت کے نزدیک سروری چہارشنبہ پرخوشی منانا اور خیرات وغیرہ کرنا صحیح عمل اور لائق اجر وثواب ہے۔جبکہ علمائے دیوبند کے نزدیک سروری شہارشنبہ کی کوئی اصل نہیں ہیں۔بلکہ غلط،منگھڑت عقیدہ اور عمل ہے۔

ترجمان بریلویت وسیفیت کا موقف

استفتاء:۔

صفرالمظفر کے مہینے کے آخری بدھ کے دن کوئی مسلمان خیرات کرتے ہیں یا قرآن مجید کے نیچے سے گزرتے ہیں اور وہ آیتیں جن میں سلام ہو لکھ کر شفاء کی نیت سے پیتے ہیں اور یہ عمل اس نیت سے کرتے ہیں کہ ہمارے محبوب پیغمبر محمدﷺ کے اسی دن اپنی بیماری ہلکی ہوئی تھی کیا یہ عمل جائز ہے یا نہیں۔اور علمائے احناف اس مسئلے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔بینوا توجروا۔

الفتویٰ:۔

جی ہاں، یہ عمل صحیح ہے اور لائق اجر وثواب ہے اور ہمارے اکابرین علماء (مبتدعین اور سیفی بریلویوں۔ازناقل) کے معمول ہے اور یہ سب اعمال خیر اور برکات پر مشتمل ہیں۔مثلاً خیرات کرنا یا قرآن مجید کے نیچے سے گزرنا یا قرآن مجید کی آیتیں لکھ کر پینا یہ سب عمل بہترین اعمال اور ہر وقت جائز کوئی معین وقت نہیں رکھتا اور مسلمان بندہ کے لئے وقت کو معین کرنا بھی جائز ہے، جو حکم شرعی کے مغائر نہ ہو جیسے ہمارے اصول کی کتابیں یہ مسئلہ لکھتے ہیں۔اور خاص یہی سلام آیتیں شفاء کی نیت سے پینا اور اسی دن میں یہ عمل کرنا **ہمارے مذہب کے معتمد علماء نے نقل کیا ہے جس کے حوالے ذکر کئے جاتے ہیں اور محدثین نے یہ بات ذکر کی ہے کہ رسول اللہﷺ اسی مہینے کی آخر میں صحت یاب ہوا اور شیخ مبارک پوری (الرحیق المختوم) میں فرماتے ہیں کہ بدھ کے دن رسول اللہﷺ کا مرض ہلکا ہوا ۔(الرحیق المختوم ص394)** اور شیخ الحدیث شہید اسلام مولانا سیف الدین اخندزادہ نے بھی یہ قول لکھا ہے فرماتے ہیں کہ **جب رسول اللہﷺ کی بیماری زیادہ ہوگئی تو پھر صفر کی مہینے کی آخری میں بدھ کے دن بیماری ہلکی ہوئی تو صحابہ کرام خوش ہوئے اپنی اپنی قدرت کے موافق صدقہ بھی کیا**۔(التحقیق المختار ص267)

(نوٹ):۔واضح رہے کہ شیخ مبارک پوریؒ اُن کے نزدیک خوارج میں سے ہے کیونکہ وہ غیر مقلد ہے اور غیر مقلدین اُن کے نزدیک خوارج ہے اور افغانستان میں 2022ء کو ایک جلسہ میں تقریر کے دوران اس کتاب (یعنی الرحیق المختوم) پر امارت اسلامی افغانستان کے امراء سے پابندی کا مطالبہ بھی کیا ہے جس کتاب پر پابندی کا مطالبہ کررہا ہے اُس سے اپنا مسئلہ بھی ثابت

کرر ہاہے۔اگر مبارک پوری خارجی ہےتو آپ نے اس کی تقلید کرکے اپنی خارجیت مہرثبت فرمائی ہے۔یہ حوالہ اس کا بین ثبوت ہے۔

ترجمان بریلویت کا جواب

سروری چارشنبہ کا پوسٹمارٹم

صفر کے آخری بدھ کے متعلق لوگوں میں مشہور ہے کہ اس روز حضور ﷺ نے مرض سے صحت پائی اور آپ ﷺ نے غسل صحت فرمایا اور مدینہ سے باہر تشریف لے گئے تھے۔یہ سب باتیں بے اصل ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ وہ مرض جس میں آپ نے وفات پائی اس کی شروعات اس دن سے ہی بتائی جاتی ہے۔تاریخ سے پتہ چلتا ہے ماہ صفر کے آخری بدھ سے آپ ﷺ کا مرض شروع ہوا اور ۱۲ ربیع الاول کو وصال ہوا۔مسلمانوں کے لئے عبرت کا مقام ہے کہ پیغمبر کی بیماری پر جشن منائیں۔یہ غلط بات مشہور ہے کہ آپ نے اس دن غسل صحت فرمایا کتابوں میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔حضور ﷺ کی صحت یابی کی خوشی میں کچھ لوگ اپنے اہل وعیال کے ساتھ نہاتے دھوتے ہیں اور خوب اچھے اچھے کھانے خیرات کے نام پر بناتے کھاتے ہیں اور تقسیم کرتے ہیں بعض (اہل پنجاب وغیرہ) تو اہل وعیال کے ساتھ تفریح کے لئے نکل جاتے ہیں اور طرح طرح کی خرافات کرتے ہیں جو شرعاً ممنوع ہیں۔اور ہمارے بلوچستان میں بعض اہل بدعت،سیفی اور بریلوی ائمہ حضرات صفر کے آخری بدھ کو خیرات کی ترغیب دیتے ہیں اور قرآن چادر میں رکھ کر پھر اس کے نیچے گزرتے ہیں اور سلاموں والی آیات لکھ کر (بعض اس کو چاشت کہتے ہیں) کسی طالب علم کے ہاتھ میں دے کر پھر گھر گھر جا کر یہ طالب گھر والوں سے کچھ نقد خیرات کے نام پر وصول کرتے ہے اور ان کا یہ غلط عقیدہ بھی ہیکہ اس دن کو حضور ﷺ بیماری سے شفایاب ہوئے تھے حالانکہ آپ ﷺ کی بیماری ابتداء ہی اس دن سے ہوئی تھی۔اب حضور ﷺ کی بیماری والے دن خوشی کرنا کونسا اسلام ہے ؟بایدہر شخص اس بات کی تحقیق کرلے کہ اس دن خوشی کس بات پر ہے۔اگر کتب سیرت میں اس دن حضور ﷺ کی بیماری کا تذکرہ ملتاہے اور اہل بدعت اس کو خوشی منارہے ہیں تو یہ خوشی کس چیز کی خوشی ہے؟

ماہ صفر کے آخری بدھ کی تاریخی حیثیت

ماہ صفر کے آخری بدھ کے بارے میں عام تصور یہ پایا جاتا ہے کہ اس روز رسول ﷺ نے غسل صحت فرمایا اور بیماری سے شفا پائی اور بعض لوگ (پنجاب اور سندھ کے اہل بدعت) ماہ صفر کے آخری بدھ کو کاروبار بند کرکے عید کی طرح خوشیاں مناتے ہیں،اور سیر وتفریح کے لئے شہر سے باہر نکلتے ہیں اور آپ ﷺ کی صحت یابی کی خوشی میں جلوس نکالتے ہیں۔حالانکہ اس کا ثبوت نہ احادیث کی کتابوں سے ہے اور نہ تاریخ وسیر کی کتابوں سے ملتاہے۔

تاریخی حقائق

اسدالغابہ

تاریخ وسیر کی کتابوں سے اس کے خلاف ثبوت ملتا ہے چنانچہ اسدالغابہ (41/1) میں ہے

بدأبر سول الله ﷺ مرضه الذی مات منه یوم الاربعاء لیلتین بقیتا من صفر سنة احدی عشرة فی بیت میمونة ثم انتقل حین اشتد مرضه الی بیت عائشة وقبض یوم الاثنین ضحی فی الوقت الذی دخل فیه المدینة لا ثنتی عشرة من ربیع الاول

رسول اللہ ﷺ کی اس بیماری کا آغاز جس میں آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے سن 11ھ میں صفر مہینے کی جب دو راتیں باقی رہ گئی تھیں بدھ کے روز سیدہ میمونہؓ کے گھر میں ہوا پھر جب آپ ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ ﷺ حضرت سیدہ عائشہؓ کے گھر منتقل ہو گئے اور 12 / ربیع الاول سوموار کے دن چاشت کے وقت جس وقت آپ مدینہ میں داخل ہوئے تھے آپ کی روح اقدس کو قبض کر لیا گیا۔

نوٹ: اس سے معلوم ہوا کہ مرض کی ابتداء صفر کے آخری بدھ کو ہوا تھا اور وفات 12 ربیع الاول کو ہوا۔ جب بارہ کو وفات ہوا اور آخری بدھ کو بیمار ہو تو حضور ﷺ کی بیماری اور وفات پر خوشی منانا مسلمان کا کام نہیں ہے۔ اہل بدعت سے پوچھ لیا جائے کہ تم اس دن کس چیز کی خوشی مناتے ہو تم عاشق رسول نہیں بلکہ دشمن رسول ہو۔ اور اپنے پیٹ کی خاطر اس مقدس دین کا حلیہ بگاڑ رہے ہو۔

تاریخ خمیس اورالاستیعاب

یہی عبارت الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (20/1) میں بھی ہے اور تاریخ خمیس (161/2) میں ہے

ابتدابه صداع فی اوا خر صفر لیلتی بقیتا منه یوم الاربعاء فی بیت میمونة.

یعنی رسول ﷺ کی بیماری کی ابتداء بدھ کے روز سیدہ میمونہ ﷺ کے گھر میں صفر کے آخر میں ہوئی۔

فتح الباری

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے صحیح بخاری کی شرح فتح الباری (164/8) **ترجمة الباب باب مرض النبی ﷺ ووفاته** کی شرح میں لکھا ہے کہ بیماری کا آغاز صفر کے آخر میں ہوا۔

طبقات ابن سعد

اور طبقات ابن سعد (377/2) میں سیدنا علیؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ 29 صفر سن 11ھ یوم چہار شنبہ کو بیمار ہوئے

اور 12 ربیع الاول سن 11ھ بروز دوشنبہ آپ ﷺ نے وفات پائی۔

البدایہ والنہایہ

حافظ ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے۔ **ابتدار سول الله ﷺ بشکواه الذی قبضه الله فيه الی اراده الله من كرامته فی ليال بقين من صفر وفی اول شهر ربيع الاول.** (البدایہ والنہایۃ (5/224)

تاریخ الکامل

تاریخ الکامل (2/215) میں ہے **ابتدابرسول الله ﷺ مرضه فی اواخر صفر** کہ رسول اللہ ﷺ کو اس بیماری کا آغاز صفر کے اواخر میں ہوا۔

سیرت ابن ہشام

سیرت ابن ہشام (5/224) میں ہے۔ **ابتدا رسول الله ﷺ بشکواه الذی قبضه الله فيه الی اراده الله منّ فی ليال بقين من صفر اوفی شهر ربيع الاول.** رسول ﷺ کی اس بیماری کا آغاز جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کی روح مبارک کو قبض فرمایا تا کہ ان کو اپنی رحمت وکرامت سے نوازے صفر کی چند راتیں باقی رہ گئیں یا ربیع الاول کی ابتداء ہو چکی تھی اس وقت ہوا۔

تاریخ ابن خلدونؒ

تاریخ ابن خلدون (2/61) میں ہے کہ

بدأه الوجع ليلتين بقيتا من صفر وتحاوی به وجعه

تاریخ طبریؒ

علامہ طبریؒ نے تاریخ طبری میں لکھا ہیں۔ **بد أرسول ﷺ وجعه ليلتين بقيتا من صفر.** رسول اللہ ﷺ کی بیماری کا آغاز اس وقت ہوا جب صفر کی دو راتیں باقی رہ گئی تھیں۔ (تاریخ طبری ص161 ج2)

سیرت خاتم الانبیاء

☆ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں ۲۸ صفر ۱۱ھ شہار شنبہ (بدھ) کی رات میں آپ ﷺ نے قبرستان بقیع غرقد میں تشریف لے جا کر اہل قبور کے لیے دُعائے مغفرت کی، وہاں سے تشریف لائے تو سر میں درد تھا اور پھر بخار ہو گیا اور یہ بخار صحیح روایات کے مطابق تیرہ روز تک متواتر رہا اور اسی حالت میں وفات ہو گئی۔ (سیرت خاتم الانبیاء ص ۱۴۱)

علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں کہ زیادہ تر روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کل تیرہ دن بیمار رہے۔اس بنا پر اگر یہ تحقیق طور پر متعین ہوجائے کہ آپ ﷺ نے کس تاریخ کو وفات پائی تو تاریخ آغاز مرض بھی متعین کی جاسکتی ہیں حضرت سیدہ عائشہؓ کے گھر بروایت صحیح آٹھ روز (دوشنبہ تک) بیمار رہے، وہیں وفات ہوئی، اسلئے ایام علالت کی مدت آٹھ روز یقینی ہے عام روایت کے رو سے پانچ دن اور چاہئیں، اور یہ قرائن سے بھی معلوم ہوتا ہے اس لئے مدت علالت 13 دن صحیح ہے علالت کے پانچ دن آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کے حجروں میں بسر فرمائے۔اس حساب سے علالت کا آغاز چہارشنبہ سے ہوتا ہے بہرحال محققین کے نزدیک آپ ﷺ کی بیماری کا آغاز صفر میں آخری بدھ کو ہوا کچھ لوگوں نے دن اور تاریخ میں تھوڑا اختلاف کیا ہے مگر یہ بات تقریباً متفق علیہ ہے کہ آپ ﷺ کی مرض الموت کی ابتدا صفر کی آخری تاریخوں میں ہوئی پھر بتایئے کہ مسلمانوں کو یہ کہاں زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے نبی فداہ ابی وامی کی بیماری کے دن خوشیاں منائیں۔زیب وزینت کر کے باغوں، پارکوں اور سیر گاہوں میں تفریح کے لئے جائیں قسم قسم کے کھانے مٹھائیاں اور میوے وغیرہ کھائیں اور کھلائیں، خصوصاً عورتیں عیدین سے بڑھ کر خوشیاں منائیں، اور خوب بن سنور کر سیر کے لئے نکلیں ذرا غور کیجئے کیا آپ میں کوئی اپنے ماں باپ، بھائی بہن، رشتہ دار، یا عزیز دوست کے مرض میں مبتلا ہونے کی تاریخ کو خوشی منائے گا؟ اچھے اچھے اور لذیذ کھانوں کا اہتمام کرے گا؟ گھر میں آپ کا کوئی عزیز جاں کنی کی حالت میں ہو تو آپ سیر و تفریح کو جائیں گے؟ جب آپ اپنے ایک عزیز دوست اور رشتہ دار کی بیماری کے دن ایسا نہیں کرسکتے، تو محمد عربی ﷺ کی علالت کے آغاز کے دن کیسے کرسکتے ہیں جن کے بارے میں فرمان نبوی ﷺ **لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین**۔(فتح الباری کتاب/ الایمان باب حب الرسول ﷺ من الایمان) 1/80) تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جبکہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ سے بیٹے سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔(سیرت النبی 2/172)

سروری چارشنبہ اور علمائے دیوبندؒ

رشید احمد گنگوہیؒ کا فتویٰ

آخری چارشنبہ کی کوئی اصل نہیں بلکہ اس دن میں جناب رسول اللہ ﷺ کو شدت مرض واقع ہوئی تھی یہودیوں نے خوشی کی تھی وہ اب جاہل ہندیوں میں رائج ہوگئی **نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا**.(فتاویٰ رشیدہ-ص 84)

فقیہ العصر حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کا فتویٰ

یہ غلط اور منگھڑت عقیدہ ہے اس لئے ناجائز اور گناہ ہے۔(احسن الفتاویٰ ص 360 ج 1)

فتاویٰ حقانیہ ورحیمیہ کا فتویٰ

مسلمانوں کے لیے آخری چہارشنبہ کےطور پرخوشی کا دن منانا جائزنہیں۔شمس التواریخ وغیرہ میں ہے کہ ۲۶/صفر ۱۱ھ دوشنبہ کو آنحضرت ﷺ نے لوگوں کورومیوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا اور ۲۷/ ۱۱صفر سہ شنبہ کو اُسامہ بن زیدؓ امیر لشکر مقرر کیے گئے، ۲۸/صفر چہار شنبہ کو اگر چہ آپ ﷺ بیمار ہو چکے تھے؛ لیکن اپنے ہاتھ سے نشان تیار کر کے اسامہ کو دیا تھا، ابھی (لشکر کے) کوچ کو نوبت نہیں آئی تھی کہ آخر چہارشنبہ اور پنج شنبہ میں آپ ﷺ کی علالت خوفناک ہوگئی اور ایک تہلکہ سا مچ گیا، اسی دن عشاء سے آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے پر مقرر فرمایا۔(شمس التواریخ:2/1008)

اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۲۸/صفر کو چہارشنبہ(بدھ) کے روز آنحضرت ﷺ کے مرض میں زیادتی ہوئی تھی اور یہ دن ماہ صفر کا آخری چہارشنبہ تھا، یہ دن مسلمانوں کے لیے تو خوشی کا ہے ہی نہیں البتہ یہود وغیرہ کے لیے شادمانی کا دن ہوسکتا ہے، اس روز کو تہوار کا دن ٹھہرانا، خوشیاں منانا، مدارس وغیرہ میں تعطیل کرنا، یہ تمام باتیں خلاف شرع اور ناجائز ہیں۔(فتاویٰ حقانیہ، کتاب البدعۃ والرسوم:2/ 84، جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ کٹک، وکذا فی فتاویٰ رحیمیہ، مایتعلق بالسنۃ والبدعۃ:2/ 68،69، دارالاشاعت ومثلہ فی کفایت المفتی جلد ۱، ص/ ۲۲۷ کتاب العقائد۔(فتاویٰ حقانیہ ج/۲، ص/۸۵) فتاویٰ حقانیہ جلد 2-ص96)

جامعہ حقانیہ کا فتویٰ

بعض لوگ ماہ صفر کی آخری بدھ کو بطورعید مناتے ہیں اور بعض اس دن کی چھٹی کرنے کو باعث اجر وثواب جانتے ہیں اور بعض اس دن مٹی کے برتنوں کو توڑ دیتے ہیں اور بعض تعویذات بنوا کر مصائب اور امراض سے بچنے کی غرض پہنا کرتے ہیں۔یہ خالص وہم پرستی ہے جس کا ترک کرنا ضروری ہے۔ارشادات نبویہ ﷺ میں ان اوہام کی تردید کی گئی ہے۔بحثیت مسلمان ہمیں سردار دوجہاں آقائے نامدار ﷺ کے فرامین کی اتباع کرنی چاہئے۔بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: مرض کا لگ جانا، الو اور صفر میں نحوست یہ باتیں بے حقیقت ہیں اور جزامی شخص سے اس طرح بچو جس طرح ببر شیر سے بچتے ہو""۔(ماہنامہ الحق نومبر 2012ء ص68 مؤلف: جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ پاکستان-(ناشر: حضرت مولانا سمیع الحقؒ)

مفتی عبدالرحیمؒ کا فتویٰ

ماہ صفر کا آخری چہارشنبہ کیسا ہے؟ اور اس کو خوشی کا دن منانا کیسا ہے؟

(سوال ۱۵) ماہ صفر کے آخری چہارشنبہ کو جو آخری بدھ (چہارشنبہ) کے طور پر منایا جاتا ہے اور اسکول ومدارس میں تعطیل رکھی

جاتی ہے اوراس کوخوشی کے دن کے طریقہ سے منایا جاتا ہے اس کوکوئی اصلیت ہے؟ یوں کہا جاتا ہے کہ صفر مہینہ کے آخری چہارشنبہ کومرض سے شفا پائی اورآنحضرت ﷺ غسل فرما کر سیر وتفریح فرمائی اس لئے مسلمانوں کواس کی خوشی منانا چاہئے کیا یہ صحیح ہے؟ خصوصاً بریلوی طرز فکر کے مسلمان چہارشنبہ کوزیادہ مانتے ہیں۔

(الجواب) مذکروہ چیزیں بالکل بے اصل اور بلادلیل ہیں،مسلمانوں کے لئے اخیری چہارشنبہ کے طور پرخوشی کا دن منانا جائزنہیں ہے۔شمس التواریخ وغیرہ میں ہے کہ ۲۶ صفر (۱۱ھ) کوآنحضرت ﷺ نے لوگوں کورومیوں سے جہاد کرنے کا حکم دیااور ۲۷ صفر سہ شنبہ کواسامہ بن زیدؓ امیرلشکر مقرر کئے گئے ۲۸ صفر چہارشنبہ کواگر چہ آپ بیمار ہو چکے تھے لیکن اپنے ہاتھ سے نشان تیار کر کے اسامہؓ کودیا۔ابھی کوچ کی نوبت نہ آئی تھی کہ آخر روز چہارشنبہ اوراول شب پنجشنبہ میں آپ کی علالت خوفناک ہوگئی اورایک تہلکہ پڑ گیا اسی دن وقت عشاء سے آپ ﷺ نے ابوبکرؓ کونماز پڑھانے پرمقررفرمایا۔(شمس التواریخ ص۱۰۰۹،۱۰۰۸ج۲)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۲۸ صفر چہارشنبہ کے روزآنحضرت ﷺ کے مرض میں زیادتی ہوئی تھی اور یہ دن ماہ صفر کا آخری چہارشنبہ تھا، یہ دن مسلمانوں کے لئے خوشی کا تو ہے ہی نہیں ،البتہ یہود وغیرہ کے لئے شادمانی کا دن ہوسکتا ہے۔اس روز کوتہوار کا دن ٹھہرانا خوشیاں منانا، مدارس وغیرہ میں تعطیل رکھنا یہ تمام باتیں خلاف شرع اورناجائز ہیں۔ بریلوی طرز فکر کے حضرات اس دن کو کیوں اہمیت دیتے ہیں یہ سمجھ میں نہیں آتا،ان کے جلیل القدر بزرگ مولوی احمد رضا خان صاحب تو آخیری چہارشنبہ کونہیں مانتے ،دیکھئے احکام شریعت میں مذکورہ ذیل سوال وجواب:۔

سوال:۔کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امرمیں کہ صفر کے آخری چہارشنبہ کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اس روزآنحضرت ﷺ نے مرض سے صحت پائی تھی ، بنابراس کے اس روز کھانا،شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اورجنگل کی سیر کوجاتے ہیں لہٰذا اصل اس کی شرع میں ثابت ہے کہ نہیں؟

(الجواب) آخری چہارشنبہ کی کوئی اصل نہیں (فتاویٰ رحیمیہ ص ۷۰ ج ۲)

چہارشنبہ اور یہودی

درحقیقت بات یہ ہے کہ آخری چہارشنبہ یہودیوں اورایرانی مجوسیوں کی رسم ہے جوایران سے منتقل ہوکر ہندوستان میں آئی ہےاور یہاں کے بے دین بادشاہوں نے اسے پروان چڑھایا۔(دائرہ معارف اسلامیہ مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی ص۱۸ج۱)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا فتویٰ

یہودکوآنحضرت ﷺ کے شدت مرض سے خوشی ہونا بالکل ظاہراوراُن کی عداوت اورشقاوت کا تقاضہ ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ص۴۱۲ج۱۵) لہٰذا یہ یہود وہنود کی خوشی کا دن تو ہوسکتا ہے مسلمانوں کانہیں ،مسلمانوں کا اسے بطورخوشی منانا سخت بے غیرتی اور بے

ادبی ہے مسلمانوں کا اس دن مٹھائی تقسیم کرنا اگر چہ آنحضرت ﷺ کے شدت مرض کی خوشی میں یا یہود کی موافقت کرنے کی نیت سے نہ ہو لیکن بہر حال یہ طریقہ غلط ہے اس سے بچنا لازم ہے، بغیر نیت کے بھی یہودی کی موافقت کا طریقہ اختیا نہیں کرنا چاہیئے۔ مسلمانوں کو سوچنا چاہیئے کہ وہ اس یہودیانہ و مجوسیانہ اور ہندوانہ رسم کو اپنا کر کہیں حضور اکرم ﷺ کے مرض وفات کا جشن منانے میں یہود و ہنود کی صورتاً موافقت تو نہیں کر رہے۔

رئیس المبتدعین مولانا احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ

احکام شریعت میں احمد رضا خان قادری نے لکھا ہے کہ اس سنت کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ واقعہ اور تاریخ اس کے خلاف بتاتی ہے۔ پھر لکھا کہ اس دن آپ کی صحت یابی کا ثبوت نہیں بلکہ اس دن سے وہ عارضہ شروع ہوا جس سے آپ کا وصال پاک ہوا۔ (احکام شریعت ص۱۸۳)

ماہ صفر کی ایک بدعت کی نشاندہی

ماہ صفر کی بدعات میں سے ایک بدعت یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگ اس ماہ کے آخر میں مغرب وعشاء کے درمیان مسجدوں میں جمع ہوتے ہیں، اور ایک ایسے کاتب کے پاس حلقہ بنا کر بیٹھتے ہیں جو انہیں کاغذ پر انبیاء علیھم السلام کے اوپر سلام والی آیتوں کو لکھ کر دیتا ہے وہ آیات یہ ہیں۔

(۱) **سلام قولا من رب الرحیم** (یٰسین ۵۸)

(۲) **سلام علیٰ نوح فی العالمین** (الصافات ۷۹)

(۳) **سلام علیٰ ابراھیم** (الصافات ۱۰۹)

(۴) **سلام علیٰ موسیٰ وھارون** (الصافات ۱۲۰)

(۵) **سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین** (الزمر ۷۳)

(۶) **سلام ھی حتی مطلع الفجر** (القدر ۵)

اسکے بعد یہ اسے پانی کے برتن میں ڈالتے ہیں اور پھر اسے اس اعتقاد کے ساتھ پیتے ہیں کہ اس سے انکی تمام مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں، اسی طرح وہ اس پانی کو ایک دوسرے کو ہدیہ کے طور پر بھی بھیجتے ہیں۔

ترجمان سیفیت و بریلویت کا ثبوت بریلویت

مندرجہ بالا عمل کا کوئی تذکرہ ہمیں علمائے دیوبندؒ کے کتابوں میں نہیں ملا جب ہم نے رئیس المبتدعین امام بریلویین کا فتویٰ

دیکھااس میں اس کا جواز لکھا تھا۔اب بھی کسی کوشک ہیں کہ موصوف بریلوی نہیں ؟اعلیحضرت کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں تاکہ تشفی ہوجائیں۔

رئیس المبتدعین مولانا احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ

ماہ صفر کے اخیر چہارشنبہ کو ساتوں سلام یعنی سلام قولا من رب الرحیم(۵۸) وغیرہ جلسہ میں پڑھ کر اور آم کے ساتھ پتوں پر لکھ کر ایک نئے گھڑے میں پانی منگا کر اس میں پتے دھو کر بطور تبرک سب کو پلانا جائز ہے یا نہیں؟۔

الجواب:۔قرآن عظیم کی ہر آیت ہمیشہ نور وہدیٰ وبرکت وشفاء ہے اور اس چہارشنبہ کی تخصیص محض بے معنیٰ ، بہرحال نفس فعل میں حرج نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاویٰ رضویہ ص۲۷۸ ج۲۳)

خلاصہ یہ کہ ماہ صفر کے آخری چہارشنبہ کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے اور اس دن نبی اکرم ﷺ کو بیماری سے شفاء ملنے والی بات بھی جھوٹی اور دشمنان اسلام کی پھیلائی ہوئی سازش ہے۔لہٰذا ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم خود بھی اس طرح کے توہمات ومنکرات سے بچیں اور امکان بھر دوسروں کو بھی اس طرح کی خرافات سے بچانے کی کوشش کریں۔اللہ پاک توفیق عمل نصیب فرمائے۔آمین۔

ایک انکشاف اور اندیشہ

اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرات علمائے حدیث وسیر نے لکھا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا مرض الوفات صفر کے آخری چہارشنبہ سے شروع ہوا تھا۔چنانچہ امام حدیث وتاریخ ابن حبانؒ نے کتاب الثقات میں لکھا ہیں۔سب سے پہلے جو رسول اللہ ﷺ کو بیماری کی شکایت پیدا ہوئی وہ چہارشنبہ کا دن تھا، جب کہ صفر کے مہینے کے صرف دو دن باقی تھے۔

(۱)اسی طرح طبقات ابن سعد میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ظاہر ہے کہ صفر کے ختم ہونے میں دو دن باقی ہوں تو جو چہارشنبہ ہوگا وہ صفر کا آخری چہارشنبہ ہی ہوگا۔اس سے معلوم ہوا کہ مرض الوفات ایک قول کے مطابق صفر کے آخری چہارشنبہ کو شروع ہوا ہے،اگرچہ اس کے متعلق اور بھی اقوال ہیں،تاہم ایک قول یہ بھی ہے اور بہت سے علماء نے اس کو اختیار بھی کیا ہے، کہ اس کے پیش نظر تو صفر کا آخری چہارشنبہ خوشی کا دن نہ ہونا چاہیئے ؛ بلکہ غم واندوہ کا دن ہونا چاہیئے ، یہ بھی امکان ہے کہ کسی دشمن رسول اور منافق نے آپ کی بیماری کے دن خوشی منائی ہو اور مسلمانوں کو بہکانے کے لیے یہ کہہ دیا ہو کہ اس دن آپ صحت پائے تھے اور سیر کو گئے تھے،اور مسلمان لوگوں میں سے جاہلوں نے اس کو صحیح سمجھ کر قبول کر لیا ہو،اگر ایسا ہی ہے تب تو معاملہ بڑا سنگین ہے۔منافق اور دشمن لوگوں کی طرف سے ایسا ہونا کوئی بعید نہیں،اور اس طرح کی دوسری مثالیں بھی موجود ہیں،مثلاً رجب کی ۲۲ تاریخ کو کونڈوں کی جو رسم ہے،اس کے بارے میں مشہور تو یہ ہے کہ اس دن امام جعفر صادق پیدا ہوئے تھے،حالانکہ یہ غلط ہے،امام جعفر صادق کی ولادت ۱۷ ربیع الاول کو ہوئی ہے۔

(۲)ہاں ۲۲ رجب کو حضرت امیر معاویہؓ کی وفات ہوئی ہے، جیسا کہ علما نے لکھا ہے۔

(۳)بات یہ ہے کہ شیعہ نے حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال کی خوشی میں یہ تقریب کی ہے اور چونکہ تقیہ ان کا مذہب ہے، اس لیے اس کو چھپالیا اور یہ ظاہر کر دیا ہے کہ اس دن حضرت امام جعفر صادق کی ولادت ہوئی۔ بالکل اسی طرح امکان ہے کہ کسی دشمن نے آپ کی بیماری کے دن کو خوشی سنائی ہو اور دھوکہ دینے کے لیے یہ ظاہر کر دیا ہو کہ آپ صحت پائے تھے۔

خوشی کے موقعہ پر اسوۂ نبی

نیز یہ بھی قابل غور بات ہے کہ ان آخری چہار شنبوں نے صحت یابی کے بعد سیر وتفریح کو جس انداز سے پیش کیا ہے، اور خود جس طرح اس پر عمل کرتے ہیں، اس کا مقابلہ وموازنہ اگر سیرت طیبہ اور اسوہ نبی سے کیا جائے، تو دونوں میں کوئی جوڑ معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ خوشی کے موقعہ پر آپ کا معمول سیر وتفریح اور سبزہ زاروں کو رونق بخشنا نہیں تھا بلکہ ایسے موقعہ پر آپ ﷺ کا مبارک معمول یہ تھا کہ آپ اللہ کی حمد وثنا، رجوع وانابت الی اللہ اور شکر ونماز میں مشغول ہوتے، نیز دین کے مہمات میں اپنا وقت لگاتے۔ مثلاً (۱) مرض الوفات ہی میں ۲۶ صفر کو آپ نے افاقہ محسوس فرمایا اور کچھ راحت معلوم ہوئی تو آپ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو جہاد روم کے لیے تیار فرمایا اور اس سلسلے میں ہدایات جاری فرمائیں۔

نوٹ: بعض علماء نے مرض الموت کی ابتدا محرم سے بتائی ہے اور ۲۶/صفر کو افاقہ کا دن بتایا ہے اور پھر دو دن بعد یعنی ۲۸/صفر سے شدید حملہ کا ہونا بتایا ہے۔ اس اعتبار سے ۲۶/صفر جو منگل کا دن قرار پاتا ہے افاقہ کا دن ہے۔ (واللہ اعلم)

(۲)مرض الوفات ہی میں ایک دن آپ نے محسوس فرمایا کہ بیماری میں کمی وخفت ہے تو آپ دو آدمیوں کے سہارے مسجد نبوی پہنچے اور آپ نے وعظ ونصیحت بھی فرمائی۔ اس وعظ میں آپ نے یہ بھی فرمایا اللہ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا اختیار دیا۔ تو اس نے آخرت کو اختیار کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سمجھ گئے کہ اس بندے سے مراد خود آپ کی ذات بابرکات ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ رونے لگے۔ الخ

(۳)یہ ہے اسوہ نبی، خوشی، راحت، صحت وافاقے کے موقعہ پر، نہ کہ سیر وتفریح کرنا اور سبزہ زاروں کو رونق بخشا، غور کیجئے کیا اس طریقہ نبوی سے اس عمل کا کوئی جوڑ ہے جو لوگوں نے گھڑ رکھا ہے؟

بدعت، دین کی تحریف ہے

اور اگر بالفرض آپ نے سیر وتفریح فرمائی بھی ہے، تو یہ ایک اتفاقی بات اور سیدھی سادی شکل ہے، جیسے کبھی آپ نے مزاح بھی فرمایا ہے اور بعض صحابہ سے آپ نے کھیلا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان باتوں کو اجتماعی طریقہ پر اور مستقل حیثیت دے کر نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان امور کو رسم بنایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی سبب سے آپ نے سیر فرمائی ہو تو سب لوگوں کا سیر کو جانا اور مردوں عورتوں کا پارکوں

میں جمع ہونا، بے پردگی وخلاف شرع امور کا ارتکاب کرنا کیا دین اور سنت ہے؟ یا دین میں تحریف ہے؟

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

اسی لیے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لکھا ہے آداب وسنن میں تشدد اور ان کو ان کے درجے سے بڑھا دینا بھی تحریف دین کا سبب ہے اور یہود ونصاریٰ کی عادت ہے۔

(ا) یہ بات بالکل صحیح ہے، کیونکہ اس سے دین کا حلیہ بگڑ جاتا ہے جب آداب وسنن کو ان کے درجے سے بڑھا دینا بھی برا ہے، تو کھیل تماشوں کو دین کا نام دینا اور بدعات وخرافات کو دین سمجھ لینا، کتنا برا ہوگا؟

سیر وتفریح اور شیطانی دھوکہ

غور کیجئے کہ ان عوام کو شیطان نے کس طرح دھوکہ دے رکھا ہے کہ ان کو نماز کا دیگر فرائض وواجبات کا، اللہ کے نبی کی سنتوں کا، کسی کا اہتمام نہیں ہے؛ مگر آخری چہار شنبہ کی سیر وتفریح کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ اور ہزاروں خلاف شریعت کاموں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ افسوس کہ ایک من گھڑت سنت کو ادا کرنے کے لیے، کئی فرائض وسنتوں کو ترک کیا جاتا ہے اور ہزاروں قسم کے گناہوں کا وبال اپنے سر پر لیا جاتا ہے۔ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆ختم شد☆☆☆☆☆☆☆

علم غیب جزئی

سیفیوں کے عقیدہ علم غیب جزئی کا جائزہ

عبدالخالق بریلوی سیفی کے نزدیک انبیاء کرامؑ کو علم غیب جزئی عطائی حاصل تھا۔جبکہ علمائے دیوبند کے نزدیک علم غیب صفت خاصہ باری تعالیٰ ہے۔کلی اور جزئی علم غیب اللہ کے پاس ہے۔کسی کو ایک ذرہ بھی علم غیب نہیں دیا گیا بلکہ انبیاء کرام علیھم السلام کو اخبار غیب یا اطلاع علی الغیب دیا گیا۔جس کو فی الحقیقت علم غیب کہنا صحیح ہی نہیں ہے۔جن تفاسیر میں انبیاء الغیب پر علم غیب کا اطلاق کیا گیا ہے وہ حقیقۃً نہیں بلکہ لغۃً کیا گیا ہے۔اس کے برخلاف بریلوی حضرات اللہ کے سوا انبیاء کے لئے علم غیب عطائی کا عقیدہ رکھتے ہے معلوم ہوا کہ **عبدالخالق سیفی کا عقیدہ دیوبندیوں سے زیادہ بریلویوں سے ملتا ہے** کیونکہ بریلوی حضرات انبیاء کرامؑ کے لئے علم غیب کا اثبات کرتے ہیں۔علمائے دیوبند انبیاء کرام سے علم غیب کی نفی کرتے ہیں لہٰذا موصوف قطعاً دیوبندی نہیں ہے بلکہ سیفی بریلوی ہے جس کا یہ بین ثبوت ہے۔

ترجمان سیفیت و بریلویت کا گمراہ کن نظریہ

موصوف ایک تقریر میں اپنا گمراہ کن نظریہ یوں فرماتے ہیکہ:۔

(1) آپ ﷺ کو علم غیب جزئی عطائی دیا گیا تھا۔علم غیب رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھا۔

(2) علم غیب جزئی عطائی انبیاء علیھم السلام اور اولیاء کرام کیلئے ثابت ہے۔

(3) علم غیب کے بارے میں تین گروہ گمراہ ہوئے۔(۱) پنجپیری حضرات جو انبیاء کرام کے ایک ذرہ علم غیب بھی نہیں مانتے۔(۲) پنجاب کے بریلوی حضرات جو انبیاء کرام علیھم السلام کے لئے علم غیب کلی عطائی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔(۳) نام نہاد دیوبند جو انبیاء کرام علیھم السلام کے لئے انباء الغیب اور اطلاع علی الغیب کے تو قائل ہے لیکن اس پر علم غیب کے اطلاق کے منکر ہیں موصوف فرماتے ہے کہ یہ حضرات جدید پنجپیری ہے۔(ماخوذ از تقریر عبدالخالق سیفی)

ترجمان سیفیت و بریلویت کے گمراہ کن نظریہ کا جواب

ہم ہمارے پیارے نبی ﷺ کے لئے "علم غیب" کے کسی طرح بھی قائل نہیں ہے کلی اور نہ جزئی۔باقی "اطلاع علی الغیب، انباء الغیب اور اخبار الغیب" یہ سب حقیقتاً علم غیب نہیں ہیں۔جس چیز کے ہم قائل ہیں وہ "علم غیب" نہیں اور جو "علم غیب" ہے ہم اس کے غیر اللہ کے لئے "جزئی" ہونے کے بھی قائل نہیں ہیں۔اس کے علاوہ" عطائی علم" کو علم غیب نہیں کہتے۔عطائی

علم کوعلم غیب کہنا یہ صرف شرک کورواج دینے کے لئے اہل بدعت اور سیفی حضرات کا ایک ڈھال ہے تاکہ لوگ شرک میں ملوث رہے اور شیطان سمیت ان کے روحانی اولاد خوشیاں مناتے رہے حالانکہ نبی کریم ﷺ کو جو علم آیا وہ حضرت جبرائیلؑ کے ذریعہ بتایا گیا اور نبی ﷺ نے اس علم کو حواس سے حاصل کیا اس لئے وہ علم غیب ہوا ہی نہیں۔(**قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ....سورۃ النمل 65**) آپ کہہ دیجئے (اے محمد ﷺ) جو آسمانوں وزمین میں ہیں غیب نہیں جانتے مگر صرف اللہ تعالیٰ۔

غیب ہوتا ہی بلا واسطہ اور اس کے علاوہ فرمایا کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اس کو نہیں جانتا اصلا اب آپ بتائیں کہ نبی مخلوق میں داخل ہیں یا نہیں؟

غیب کا لفظی معنیٰ

عربی زبان میں الغیب کا مطلب ہے،، پوشیدہ چیز،، یا،، چھپی ہوئی چیز،،۔

صاحب المنجد نے لکھا ہیں ''غیب کا معنی چھپنا، پوشیدہ ہونا وغیرہ'' (المنجد،892)

امام راغبؒ کی وضاحت

امام راغبؒ فرماتے ہیں ''غیب مصدر'' سورج آنکھوں سے اوجھل ہوجائے تو کہتے ہیں **غابت الشمس** سورج غائب ہو گیا،۔

کل غائب عن الحاسۃ وعما یغیب عن علم الانسان بمعنی الغائب یقال للشئی غیب وغائب باعتبارہ بالناس لاباللہ تعالیٰ فانہ لا یغیب عنہ الشئی قولہ عالم الغیب والشھادۃ ای ما یغیب عنکم وما تشھدونہٗ والغیب فی قولہ "یؤمنون بالغیب" مالایقع تحت الحواس ولاتقتضیہٖ بداھۃ العقول وانما یعلم بخبر الانبیاء علیھم السلام وبدفعہٖ یقع علی الانسان اسم الالحاد.(مفردات راغب 367)

ترجمہ: جو چیز حاسہ سے غائب ہو اور جو کچھ انسانی علم سے چھپا ہو بمعنیٰ غائب ہے۔کسی چیز کو غیب یا غائب لوگوں کے اعتبار سے کہا جاتا ہے نہ کہ اللہ کے اعتبار سے کہ اس سے تو کوئی چیز غائب نہیں اور فرمان باری تعالیٰ ''**عالم الغیب والشھاۃ**'' کا مطلب ہے جو تم سے غائب ہے اللہ اسے بھی جاننے والا ہے اور جو تم دیکھ رہے ہو اسے بھی اور ''**یومنون بالغیب**'' میں غیب کا معنیٰ ہے جو کچھ حواس سے بھی معلوم نہ ہو اور عقلوں میں بھی فوراً نہ آئے اسے صرف انبیاء کرام علیہم السلام کے بتانے سے جانا جاسکتا ہے جو اس کا انکار کرے اسے ملحد کہتے ہیں۔

غیب کی تعریف

غیب کا لفظ مصدر ہے۔ بطور مبالغہ اس کو ان چیزوں کی صفت بنایا گیا ہے جن کو نہ ہم اپنے حواس سے جان سکتے ہیں اور نہ ہی عقل کی ان تک رسائی ہے۔

علم غیب کا شرعی معنیٰ

شریعت میں علم الغیب سے مراد وہ علم ہے جو حواس خمسہ (سونگھنا، سننا، چھونا، چکھنا، دیکھنا) اور عقل کے دخل کے بغیر حاصل کرلیا جائے۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں لکھا ہے۔ ''عرف شرع میں علم غیب سے مراد اللہ پاک کا علم ذاتی ہوتا ہے جو کسی کا عطاء کیا ہوا نہیں ہوتا اور اُس پر غیب کا اطلاق بندوں کی نسبت سے ہوتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

حضرات مفسرینؒ سے غیب کی وضاحت

(۱) حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہے: **ماغاب عن العبادویقال مایکون** (ابن کثیر ص41 ج۱) یعنی جو بندوں سے غیب ہو، اور اسے ان کاموں پر بھی بولا جاتا ہے ہونے والے ہوں۔

(۲) قاضی بیضاویؒ تفسیر میں لکھتے ہے: **والمراد بہٖ الخفی الذی لایدرکہ الحس ولاتقتضیہ بدیھۃ العقل** ۔ (تفسیر بیضاوی، سورۃ البقرہ آیت نمبر۳) معلوم ہوا کہ غیب سے مراد وہ پوشیدہ باتیں ہیں جن کو حواس انسانی نہ پاسکیں اور نہ بداھت عقل اسے ثابت کرے۔

(۳) مشہور مفسر محمود آلوسیؒ بغدادی اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہے

''الغیب فی الاصل مصدرغابت الشمس وغیرھااذااستترت عن العین واستعمل فی الشئی الغائب الذی لم تنصب لہٗ قرینۃ''

غیب اصل میں ''**غابت الشمس**'' کا مصدر ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب کہ سورج آنکھوں سے پوشیدہ ہوجائے اور یہ (لفظ غیب) اس پوشیدہ چیز کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جس کے لئے کوئی قرینہ یعنی دلیل قائم نہ ہو۔ (روح المعانی ۱۰/۲۰)

علامہ قسطلانی کی وضاحت

علامہ قسطلانیؒ شارح بخاری فرماتے ہیں: **ومایدرک بالدلیل لایکون غیباً.**'' (ارشادالساری شرح

بخاری ۱/۲۹۶) (جو چیز دلیل سے معلوم ہو جائے وہ غیب نہیں ہے۔)

ان بیانات کا حاصل وخلاصہ یہ ہے کہ جب غیب کا لفظ استعمال میں آتا ہے تو اس کے معنیٰ ہیں وہ چیز جو نظروں سے پوشیدہ ہو اور اس پر کسی قسم کی دلیل بھی نہ ہو اور جس پوشیدہ چیز پر دلیل قائم ہو اور اس دلیل سے اس پوشیدہ بات و چیز کا علم ہو جائے، اس کو غیب نہیں کہتے، جیسے حواس کے ذریعہ کسی مخفی بات کا علم، تجربہ سے کسی بات کا علم، یا کسی کے بتانے سے کسی مخفی بات کا علم، یہ سب علم غیب نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں قرینہ ودلیل اور واسطہ قائم ہے۔ علامہ عبدالعزیز فرہاریؒ ''شرح شرح العقائد'' میں علم غیب کی تعریف بتانے کے بعد اسی بات کو فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وبهذا التحقيق اندفع الاشكال فى الامور التى يزعم انها من الغيب وليست منه لكونهامدركةً بالسمع والبصر والضرورةاوالدليل''. (نبراس ص ۲۴۳)

مذکورہ بالا تحقیق سے ان چیزوں کے بارے میں جو اشکال ہوتا تھا وہ دفع ہو گیا۔ جن کو غیب کا گمان کر لیا گیا ہے، حالانکہ وہ غیب نہیں، کیونکہ وہ کان، آنکھ یا بداہت یا دلیل سے معلوم ہوئی ہیں۔

اسی طرح علامہ آلوسیؒ نے فرمایا کہ مختلف ذرائع واسباب سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ علم غیب نہیں، کیونکہ وہ اسباب کے واسطے سے ہے۔ (روح المعانی: ۱۲/۲۰)

حاصل یہ ہے کہ علم غیب وہ ہے جو بغیر کسی واسطہ وذریعہ کے حاصل ہو، نہ حواس کا واسطہ ہو، نہ اپنے تجربے کا واسطہ ہو، نہ کسی انسان، فرشتہ، جن یا خدا کا واسطہ ہو ظاہر ہے کہ ایسا علم تو صرف اللہ ہی کو حاصل ہے جس میں کسی چیز کا واسطہ وذریعہ نہیں ہے، باقی مخلوق کو جو علم حاصل ہوگا وہ کسی نہ کسی واسطہ وذریعہ وسبب سے ہوگا۔ خود حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو جو علم حاصل ہوتا ہے وہ اللہ کے بتانے اور معلوم کرانے سے ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم غیب صرف اللہ کو حاصل ہے، کسی مخلوق کو نہیں۔ اور کسی مخلوق کو علم غیب کا حاصل ہونا ممکن بھی نہیں، کیونکہ مخلوق کو اللہ کے بتائے بغیر غیب کا علم حاصل نہیں ہو سکتا۔

مخلوق کے لیے علم غیب ممکن نہیں

حضرت علامہ محمود آلوسی بغدادیؒ روح المعانی میں بصراحت لکھتے ہیں چنانچہ علم غیب جس کی نفی غیر اللہ سے کی گئی ہے وہ ہے جو کسی کو ذاتی طور پر حاصل ہو، یعنی اس کے ثابت ہونے میں کسی کا واسطہ نہ ہو اور یہ (بلا واسطہ علم کا حاصل ہونا) زمین وآسمان والوں میں کسی کے لیے بھی عقل باور نہیں کرتی کیونکہ یہ (مخلوقات) ذات وصفت کے لحاظ سے ممکنات میں سے ہیں اور ممکن ہونا ان کے لیے بلا واسطہ کسی چیز کے ثبوت سے انکار کرتا ہے۔ (یعنی جو ممکن ومخلوق ہے وہ بلا واسطہ علم نہیں پا سکتا۔) (روح المعانی (۱۱/۲۰)

غرض یہ کہ علم غیب جس کی تفسیر اوپر آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے، وہ صرف اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے۔ کسی مخلوق کو اس کا

حاصل ہونا غیر معقول و ناممکن بات ہے کیونکہ مخلوق کو جب بھی علم ہوگا تو کسی نہ کسی ذریعہ ووسیلہ سے ہوگا اور حضرات انبیا واولیا کو جومخفی باتیں معلوم ہوتی ہیں، نہ کہ ذاتی طور پر لہٰذا وہ بھی علم غیب نہیں کہلاتا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس علم کو علم غیب کہیں گے جو حواس ظاہرہ اور باطنہ سے نہ آسکے۔تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تو حواس ظاہرہ و باطنہ سے ہوا ہے اسے علم غیب نہیں کہا جاسکتا۔اس لئے سیفیوں کہ یہ منطق جہالت کا شاخسانہ ہیں۔

قرآنی تصریحات

چنانچہ قرآن مجید علم غیب کو خاصہ باری عزاسمہ، وجل شانہ قرار دیتا ہے اور غیراللہ سے شدت کے ساتھ اس کی نفی کرتا ہے۔تفصیل کے ساتھ دلائل نقل کرنے یہ موقع نہیں۔لہٰذا یہاں صرف دوتین آیات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

قرآن نے فرمایا {**قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ**}(النحل:۶۵)(آپ کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں جو ہیں وہ غیب نہیں جانتے مگر اللہ (جانتا ہے۔)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ زمین وآسمانوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جو غیب کا علم رکھتا ہو، غیب کا علم صرف اللہ کو حاصل ہے نیز قرآن نے خاص طور پر جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتایا ہے کہ آپ بھی علم غیب نہیں رکھتے۔

چنانچہ ایک جگہ فرمایا {**ولو کنت اعلم الغیب لا استکثرت من الخیر**}(الاعراف:۱۸۸)(اوراگر میں غیب کا علم رکھتا تو بہت سا خیر جمع کر لیتا۔)اس میں بتایا گیا ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم نہیں ہے،اگر آپ کو غیب کا علم حاصل ہوتا تو آپ کو دنیوی کوئی نقصان ہی نہ ہوتا،آپ پہلے سے اس سے بچاؤ کی تدبیر کر کے،خیر جمع کر لیتے،مگر سب جانتے ہیں کہ بسا اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ ہونے کی بنا پر کفار کی طرف سے ایذائیں اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں۔غرض یہ کہ غیب کا علم جس کی تعریف اوپر گزری،صرف اللہ کو حاصل ہے۔

نقطہ اختلاف کی تعیین

مگر یہاں یہ بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ دیوبندی اور بریلوی دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی طور پر علم غیب نہیں بلکہ اللہ کے عطاء سے حاصل ہوا۔علماء دیوبندؒ کا یہ عقیدہ تو ظاہر ہیکہ انبیاء کرام کو علم غیب حاصل نہیں بلکہ بعض مغیبات کا علم عطا کیا گیا ہے وہ علم کلی نہیں ہے بلکہ جزئی عطائی ہے۔اوراس پر علم غیب کا اطلاق بھی صحیح نہیں ہے۔جب بریلویوں کے نزدیک یہ علم جزئی عطائی ہے لیکن جزئی عطائی کا دائرہ اتنا بڑا ہے کہ زمین واسمان کے ہر ذرے کا علم اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہے (نعوذ باللہ)اوراس عطائی علم کووہ حضرات علم غیب بھی کہتے ہیں۔

نبی ﷺ کو ہر ذرے کا علم

بریلوی علما میں سے مولانا امجد علی رضوی صاحب نے اپنی کتاب ''بہار شریعت'' میں لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی، زمین وآسمان کا ہر ذرہ ہر نبی کے پیش نظر ہے مگر یہ علم غیب کہ ان کو ہے اللہ کے دینے سے ہے۔ لہٰذا انکا علم عطائی ہوا۔'' (بہار شریعت (۱/۱۰)

نیز عقائد نظامیہ جو مولانا فخر الدین چشتی نظامی کی تصنیف ہے اور اب حکیم ادریس خان بریلوی نے تلخیص وترتیب کے ساتھ پیش کیا ہے، اس میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ علم غیب کو مستقل طور پر سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے پسندیدہ رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے، تو جسے چاہتا ہے غیب کا علم بھی عطا فرماتا ہے۔'' (عقائد نظامیہ ص۲۴)

ترجمان بریلویت کا ثبوت بریلویت

مولانا احمد رضا خان بریلوی کا جو عقیدہ اور نظریہ ہے اُسی عقیدے اور نظرے کو ترجمان بریلویت نے بھی اپنایا

خود بریلوی طبقہ کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے بھی اپنی کتاب ''الدولۃ المکیہ'' میں اس کی صراحت کی کہ آپ کو ذاتی علم حاصل نہیں بلکہ عطائی علم حاصل ہے۔ اور عبدالخالق سیفی اور اس کے جاہل پیروکاروں کے نزدیک بھی علم ذاتی نہیں بلکہ علم عطائی جزئی آپ ﷺ اور دیگر انبیاء کرامؑ کو حاصل تھا۔ یعنی احمد رضا خان علم غیب عطائی کلی کا اثبات کرتا ہے اور عبدالخالق سیفی بریلوی علم غیب عطائی جزئی کا اثبات کرتا ہے۔ سیفیت و بریلویت کا فرق صرف کلیت وجزئیت میں ہیں۔ انہوں نے قریب علم کلی کا صرف نام علم جزئی رکھا ہے۔

آخر اختلاف کس بات پر؟

اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان دونوں میں مسئلہ علم غیب پر جو اختلاف ہے آخر کس نقطہ پر ہے؟ احقر نے جہاں تک غور کیا، یہ سمجھ میں آیا کہ نقطہ اختلاف صرف یہ ہے۔ آپ ﷺ کو جو غیب کی باتیں اللہ کی طرف سے معلوم ہوئیں، اس کی بنا پر آپ ﷺ کو عالم الغیب کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ علم الغیب اور عالم الغیب نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ علمائے دیوبند حضور اقدس ﷺ کو (نعوذ باللہ) معمولی نظر سے دیکھتے ہیں، نہیں! وہ حضرات تو آپ کو خدا کے بعد سب سے زیادہ علم والا مانتے ہیں، چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے مفتی حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحبؒ ایک فتوے میں تحریر کرتے ہیں

وان سیدنا وشفیعنا محمد ﷺ اعلم الخلق وافضلهم،فمن سوی بین علمه او علم الصبی والمجنون اوعلم احدمن الخلائق او تفوه بان ابلیس اللعین اعلم منه فهو کافر ملعون.(بحواله امداد

الفتاویٰ: ۲/۷۲ ۳)

یعنی ہمارے سردار شفیع محمد ﷺ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ علم والے اور افضل ہیں، جو شخص آپ ﷺ کے علم کو بچے، مجنون یا مخلوقات میں سے کسی کے برابر بتائے، یا یہ بکواس کرے کہ ابلیس آپ ﷺ سے بڑا عالم تھا، وہ کافر وملعون ہے۔

سرورِ عالم ﷺ کو عالم الغیب کہنا؟

اب آیئے اس نقطہ اختلاف کی طرف! ہم نے اوپر واضح کیا ہے کہ علمائے دیوبند کی طرح بریلویت کے علمبردار بھی یہ مانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو جو کچھ علم حاصل ہے، وہ اللہ کے عطا فرمانے کا نتیجہ ہے اور یہ بات اوپر واضح ہو چکی ہے کہ علم غیب وہی ہے جو ذاتی طور پر حاصل ہو۔

نقطہ اتفاق اور نقطہ اختلاف کی وضاحت

نقطہ اتفاق

اس سے یہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ حقیقی معنی کے لحاظ سے نبی کریم ﷺ نہ ہی علمائے دیوبند کے نزدیک عالم الغیب ہیں، نہ بریلویوں اور سیفیوں کے نزدیک، کیونکہ حقیقی معنی کے لحاظ سے عالم الغیب وہی ہے جو بلا کسی واسطہ کے ذاتی طور پر علم کل شئی رکھتا ہو اور ایسا علم آپ کو حاصل نہ ہونے پر دونوں طبقے متفق ہیں۔

نقطہ اختلاف

اب اختلاف صرف اس قدر ہے کہ اللہ کی عطا سے آپ کو جو بعض غیب کی باتوں کا علم حاصل ہوا ہے۔ اس کی بنا پر آپ کو عالم الغیب کہنا درست ہے یا نہیں؟

سیفی بریلویوں کا موقف

بریلوی اور سیفی حضرات علم جزئی عطائی کی وجہ سے آپ ﷺ کو عالم الغیب کہنا درست قرار دیتے ہیں اور آپ کے لیے عالم الغیب کا اطلاق جائز سمجھتے ہے۔

علمائے دیوبندؒ کا موقف

علمائے دیوبندؒ کے نزدیک علم غیب جزئی عطائی کی بنیاد پر انبیاء کرام کے علم کو علم غیب کہنا بھی درست نہیں ہے اور نہ یہ علم کل

شئی ہے کہ ہر ذرہ ذرہ کا علم آپ ﷺ کو حاصل ہوا ہو۔ کیونکہ یہ حقیقتاً علم غیب ہی نہیں ہے اور حقیقی علم غیب اللہ تبارک وتعالیٰ کا صفت خاصہ ہے۔ اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کا اطلاق غیر اللہ کے علم پر شرعاً جائز نہیں ہے۔ بلکہ موہم شرک ہے۔

علمائے دیوبندؒ کے دلائل

دلیل اول: موہم شرک الفاظ کی ممانعت

علمائے دیوبندؒ کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ شریعت نے بعض الفاظ سے اس لیے منع کر دیا ہے کہ اس سے شرک کا وہم ہوتا ہے۔ مثلاً حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے اپنے غلام وباندی کو ''عبدی اور امتی'' میرا بندہ، میری بندی نہ کہو تم سب کے سب اللہ کے بندے اور تمہاری عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں۔'' (الادب المفرد: ۴۸)

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی میرا بندہ، میری بندی ہرگز نہ کہے اور غلام بھی (اپنے آقا کو) میرا رب نہ کہے۔ تم سب اللہ کے مملوک وغلام ہو اور رب تو اللہ ہی ہے۔'' (الادب المفرد ۴۸)

ان حدیثوں میں اپنے غلام وباندی کو بندہ، بندی کہنے سے اور آقا کو رب کہنے سے صاف طور پر منع کیا ہے، اس کی وجہ علما نے یہی بتائی ہے کہ غلام کو بندہ کہنے سے آقا کے معبود ہونے کا وہم ہوتا ہے، اسی طرح کسی کو رب کہنے سے اللہ کی صفت ربوبیت میں اس کے شریک ہونے کا وہم گزرتا ہے، شریعت اس کو بھی ناپسند کرتی ہے۔

اسی طرح مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض وبرا آدمی وہ ہوگا جو اپنا نام ''ملک الاملاک رکھے۔ سوائے اللہ کے کوئی مالک نہیں۔ (مسلم شریف: ۲/۲۰۸)

امام نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ یہ نام رکھنا حرام ہے۔ اسی طرح اللہ کے مخصوص ناموں سے نام رکھنا حرام ہے۔ جیسا رحمان، قدوس، مہیمن، خالق الخلق وغیرہ۔ (شرح مسلم: ۲/۲۰۸)

جب یہ واضح ہوگیا کہ شریعت بعض ناموں سے منع کرتی ہے جن میں شرک کا وہم ہوتا ہو، تو اب یہ بھی واضح ہے کہ نبی کریمؐ کو عالم الغیب کہنے سے بھی چونکہ یہی شرک کا وہم ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ اطلاق بھی جائز نہ ہوگا۔ ایک طرف نصوص میں عالم الغیب کا اطلاق اللہ ہی کے لیے ہوا ہے، دوسری طرف غیر اللہ سے اس کی نفی کر کے اس کو خدا کی مخصوص صفت قرار دیا گیا ہے، تو اب تاویل کے ذریعہ اس کا آپ پر اطلاق کرنا شرک کا وہم پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا علما دیوبند اسی وجہ سے اس کو ناجائز کہتے ہیں۔

دوسرا دلیل: علم غیب صفت خاصہ خداوندی

قرآن کریم کی مختلف آیات سے اطلاق علی الغیب، اخبار علی الغیب (یعنی غیب پر اطلاع دینا یا خبر دینا) تو ثابت ہوتا ہے جو

کہ ہم بھی مانتے ہیں اختلاف تو اس میں ہے کہ اس کو علم غیب کہنا جائز ہے یا نہیں؟ علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور **خاصة الشئی مایوجدفیہ ولایوجدفی غیرہ** خاصہ کہتے ہے اسے جو اس میں پایا جائے اور اس کے غیر میں نہ پایا جائے لہٰذا اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے علم غیب ثابت کرنا شرک ہے۔

علم غیب خاصہ خداوندی

قرآنی آیات مع التفاسیر

اب اپنے چند آیات ملاحظہ فرمائیے کہ مفسرین نے ان کے تحت کیا فرمایا ہے؟

رب کائنات کا فتویٰ

قل لا یعلم من فی السماوات والارض الغیب الااللہ(سورۃ النمل:65)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کا فتویٰ

:☆سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں

" من حدثک انہٗ یعلم الغیب فقد کذب وھو یقول لا یعلم الغیب الا اللہ "(صحیح البخاری: ج۲ص۱۰۹۸)

امام رازی کا فتویٰ

:☆اس آیت کے تحت تفسیر کبیر میں امام رازیؒ فرماتے ہیں

اعلم انہ تعالیٰ لما بین انہ المختص بالقدرۃ فکذلک بین ھو المختص بعلم الغیب

☆تفسیر خازن میں اسی آیت کے تحت ہے

" ان اللہ ھوالذی یعلم الغیب وحدہ"

☆ تاویلات اہل السنۃ میں ہے

" انما یعلم الغیب الااللہ"

علامہ آلوسیؒ کا فتویٰ

☆تفسیر روح المعانی میں ہے

وبالجملة علم الغيب بلا واسطة كلاًاوبعضاًمخصوص بالله جل وعلالا يعلمه احد من الخلق اصلا

صاحب بحرمحیط کافتویٰ

☆تفسیر بحرمحیط میں ہے

دلت الآية على انه تعالىٰ هو المنفرد بعلم الغيب

ملاعلی قاریؒ فتویٰ

☆ملاعلی قاریؒ لکھتے ہیں

"ذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد ان النبی ﷺیعلم الغيب لمعارضة قوله تعالیٰ:قل لا يعلم من فی السماوات والارض الغيب الاالله"(شرح فقه اكبر ص151)

مولانا عبدالحی لکھنویؒ کافتویٰ

یہی بات مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے اپنے فتاویٰ"مجموعہ فتاویٰ عبدالحی"(ج1ص46ایچ ایم سعید)میں بھی نقل کی ہے۔

☆مسامرہ مع مسایرہ میں ہے

"ذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبیﷺیعلم الغيب لمعارضة قوله تعالیٰ:قل لا يعلم من فی السماوات والارض الغيب الا الله(مسامره على مسايره ص198)

علامہ قرطبیؒ اورعلامہ نسفیؒ کافتویٰ

احطت بما لم تحط به(سورة النمل:22)

☆اس کی تفسیر میں امام قرطبیؒ لکھتے ہیں"فی هذا رد على من قال ان الانبياء تعلم الغيب

☆تفسیر مدارک میں ہےفيه دليل بطلان قول الرافضة ان الامام لا يخفی عليه شئی ولا اعلم الغيب(سورۃ الانعام:50)

☆تفسیر مدارک میں ہے" ای لا ادعی مايستبعد فی العقول ان يكون لبشر من ملك خزائن الله وعلم الغيب

☆تفسیر النکت والعیون میں ہے فنفی رسول اللهﷺعن نفسه علم الغيب،لانه لا يعلمه غير الله تعالیٰ

قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ کا فتویٰ

ولا یحیطون بشئی ء من علمه الا بما شاء (سورة البقرة:255)

☆اس کی تفسیر میں قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں"**العلم المحتص به وهو علم الغيب وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها لا هو** (سورۃ الانعام:59)

☆اس کی تفسیر میں قاضی ثناءاللہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں **تنصيص بنا اشير اليه من حصر علم الغيب به الخ**

ولو كنت اعلم الغيب لا تكثرت من الخير وما مسنى السوء (سورة الاعراف:188)

☆تفسیر مظہری میں اس کے تحت ہے

"**اى جلب منفعة ولا دفع مضرة دينية ولا دنيوية وهو اظهار للعبودية والتبرى عن دعوى العلم بالغيب**

☆تفسیر ازادالمسیر میں ہے"**قال ابن مسعود اوتى نبيكم علم كل شيء الامفاتيح الغيب**"

علامہ طاہر پٹنیؒ کا فتویٰ

ولله غيب السماوات والارض(سورة هود:123)

☆علامہ طاہر پٹنیؒ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں

"**غيب السمادات اى علم غيبها" (مجمع بحارالانوار : ج 4ص 84ماده غيب)**

☆تفسیر نیشاپوری میں ہے

"**ماشانى ان اعلم الغيب**"

☆تفسیر بحرمحیط میں اس کے تحت ہے

"**وهذا منه عليه السلام اظهار للعبودية وانتقاء عن مايختص بالربوبية من القدرة وعلم الغيب**

آگے چل کر لکھتے ہیں

(ان انا الا نذير وبشير لقوم يو منون)لما نفى عن نفسه علم الغيب اخبر بما بعث به من النذارة

☆تفسیر ثعلبی میں ہے

هذا امر بأن يبالغ فى الاستسلام ويتجر د من المشار كة فى قدرة الله وغيبه

له غيب السماوات والارض(سورة الكهف:26)

☆اس کے تحت جلالین میں ہے

" انه لا يخفىٰ عليه شئى من احوال اهلها فانه العالم وحده به احاديث طيبات"

احادیث مبارکہ اوران کی شروحات

انما انا بشر وانه يا تيني الخصم فلعل بعضكم ان يكون ابلغ من بعض(صحيح البخارى: ج1ص332، ج2ص1065،صحيح مسلم: ج2ص74)

☆ صحیح البخاری کے حاشیہ میں ہے

ـ" انما انا بشر لا اعلم الغيب وبواطن الامور كما هومقتضى الحالة البشرية (صحيح البخارى : ج1 ص ,332حاشيه نمبر1)

اورصحیح البخاری ج۲ص۱۰۳۱پر بین السطور یوں لکھا ہے:

كو احد منكم لا اعلم الغيب وبواطن الامور كما هو مقتضى الحالة البشرية انما احكم بالظاهر

☆علامہ خفاجی اس کی شرح میں لکھتے ہیں" انما انا بشر لا اعلم الغيب (ج4ص261ادارہ تالیفات اشرفیہ)

حافظ ابن حجرؒ کا فتویٰ

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں

" قوله انما انا بشر مشلكم اى كواحد من البشر فى عدم علم الغيب" (فتح البارى باب وكذا حديث نمبر6967)

دوسری جگہ پرفرماتے ہیں

" اتىٰ به رد اًعلى من زعم ان من كان رسولاًفانه يعلم الغيب"(فتح البارى باب اذا غصب جارية فزعم)

علامہ عینیؒ کا فتویٰ

☆علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: انماانا بشر يعنى كو احد منكم الااعلم الغيب وبواطن الامور كما هو مقتضى الحالة البشرية انما احكم بالظاهر (عمدۃ القاری کتاب النکاح باب شھادۃ الزور فی النکاح حدیث نمبر6967)

علامہ قسطلانیؒ کا فتویٰ

☆علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

انماانا بشر مشارک لکم فی البشریة بالنسبة لعلم الغیب الذی لم یطلعنی الله علیه(ارشاد الساری باب من قضی له بحق اخیه فلا یا خذه حدیث نمبر7181)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں

" **انماانا بشر وھو ردعلی من زعم ان من کان رسولاً فانه یعلم کل غیب حتیٰ لا یخفیٰ علیه المظلوم من الظالم**(ارشاد الساری باب بیع الامام علی الناس اموالھم حدیث نمبر7185)

علامہ نوویؒ کا فتویٰ

☆امام نووی شافعیؒ لکھتے ہیں''**انما انا بشر" معناه التنبیه علی حالة البشریة وان البشر لا یعلمون من الغیب وبواطن الامور شیئا الا ان یطلعھم الله تعالیٰ علی شیء من ذلک**(شرح مسلم ج 2ص74)

☆علامہ علی بن احمد العزیزی لکھتے ہیں''**قاله رد اعلی من زعم ان من کان رسولاً فانه یعلم کل غیب حتیٰ لا یخفیٰ علیه المظلوم**(السراج المنیر ج2ص43بحوالہ ازالۃ الریب)

﴾عالم الغیب صفت خاصہ خداوندی﴿

ثبوت از علمائے بریلی

آپ ﷺ کی طرف علم غیب کی نسبت کرنا غلط ہے۔کیونکہ فاضل بریلوی لکھتے ہیں''علم جب کہ مطلق ہوخصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہوتو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔(ملفوظات اعلیٰ حضرت ص317 مشتاق بک کارنر)

معلوم ہوا کہ علم غیب کا لفظ اس ذات کے لیے بولیں گے جس کا علم ذاتی ہواور وہ تو صرف اللہ کریم کا ہے بریلوی مسلک کے ''علامہ'' غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں علم غیب جب مطلقاً بولا جائے تو اس سے مراد ذاتی ہوتا ہے۔(حاشیہ شرح مسلم ج5ص110)

جو علم عطائی ہو وہ غیب ہی نہیں کہا جاتا،غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں۔(جاء الحق ص97 قدیم)

فائدہ:ان عبارات سے ثابت ہوا کہ جو علم عطائی ہواس کو غیب نہیں کہا جاتا لہٰذا نبی کریم ﷺ کو جن علوم غیبیہ کی اطلاع دی گئی تھی ان کو علم غیب نہیں بلکہ اطلاع علیٰ الغیب یا اخبار الغیب یا انبیاء الغیب کہا جاتا ہے۔حضور ﷺ کو نہ کلی علم غیب تھا اور نہ جزئی۔جس طرح قدیم اور جدید بریلوی سیفی حضرات کہتے ہیں۔تاہم جو انباء الغیب وغیرہ ثابت ہیں ان کو علم غیب نہیں کہا جاتا۔

بنوری ٹاون کا فتویٰ

لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے "علم" (اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت) میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے، جو کسی کا عطا کیا ہوا نہیں ہے، جو اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ ہمیشہ سے اور ہمیشہ ہمیشہ تک ہر چیز کے بارے میں حاصل ہے، اس علم کے حصول میں کسی بھی قسم کا واسطہ نہیں ہے، جس کی خبر اللہ تعالیٰ کو کسی نے نہیں دی۔ شریعت کے عرف میں "علم غیب" سے یہی مراد ہوتا ہے اور اس پر غیب کا اطلاق بندوں کی نسبت سے ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم جو بلا واسطہ، کسی کے بتائے بغیر ہمیشہ سے ہمیشہ تک کے لیے حاصل ہے، اس میں کوئی بھی شریک نہیں ہوسکتا۔ (فتویٰ بنوری ٹاون)

مولانا محمد سلمان منصور پوری کا فتویٰ

علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ (کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفااللہ عنہ ۵رشعبان ۱۴۲۳ھ: الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۷۹۶) الجواب صحیح) (احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ)

انباء الغیب کی وضاحت

انبیاء علیہم السلام کی طرف جو علم القاء کیا گیا ہے اسے قرآن انباء الغیب یا اطلاع علی الغیب جیسے الفاظ سے تعبیر کرتا ہیں اور انباء الغیب یا اطلاع علیٰ الغیب چونکہ بذریعہ وحی ہوتا ہیں اس لئے اس کو غیب نہیں کہا جائیگا۔ ورنہ تو پھر حضورﷺ کو بذریعہ وحی جتنے غیوب کا علم دیا گیا ہیں اور حضورﷺ نے وہی صحابہ کو بیان کیا ہیں اور صحابہ نے تابعین اور تبع تابعین کو بیان ہیں تو یہ سلسلہ آج تک جاری ہیں تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں دیا گیا بلکہ ساری امت کو علم غیب دیا گیا ہیں۔ اس لئے یہ منطق صحیح نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اطلاع علیٰ الغیب یا ابناء الغیب کا علم دیا گیا ہیں۔ اور جس کو اطلاع علیٰ الغیب یا انباء الغیب نہیں ہوتا۔ کیونکہ علم الغیب از خود ہوتا ہے نہ کہ کسی کا عطاء کردہ اس لئے انبیاء کرام کو جزئی علم غیب بھی نہیں تھا۔ ان کو سارا علم اللہ کا عطا کردہ تھا۔ جب عطا، وحی، انباء، درمیان آگیا تو پھر وہ غیب نہیں رہا۔

علم غیب جزئی کوئی خصوصیت نہیں

اگر بعض غیوب جاننے کی وجہ سے عالم الغیب کہا جائے، تو ایسے غیب کی کچھ باتوں کا علم تو ہر کس وناکس کو حاصل ہے، ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسروں سے مخفی ہے، اسی طرح ہر حیوانات کو کچھ چیزیں ایسی معلوم ہیں جو لوگوں کو نہیں، تو اس غلط نظریہ سے لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہر حیوان کو یا ہر انسان کو عالم الغیب کہا جائے، اس میں حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم الغیب تو زید، عمر، بکر ہر صبی، مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی ہے۔ اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔ (حفظ الایمان ص ۹)

تعبیرات قرآنی

قران نے تعبیر انباء، اخبار اور اطلاع علی الغیب وغیرہ الفاظ سے کی ہیں کسی جگہ بھی علم غیب سے تعبیر نہیں کیا ہیں۔

ذلک من انبا ء الغیب نو حیه الیک (یو سف : ۱۰۲)

ذلک من انبا ء الغیب نو حیه الیک(آل عمران : ۴۴)

تلک من انبا ء الغیب نو حیها الیک (هود : ۴۹)

ذلک من انباء القری نقصه علیک(هود : ۱۰۰)

نحن نقص علیک احسن القصص بما او حینا الیک هذاالقرآن و ان کنت من قبله لمن الغافلین(یو سف : ۳)

و ما کا ن الله لیطلعکم علی الغیب(آلعمران : ۱۷۹)

وغیرہا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاءؑ کو جو علم دیا گیا ہے وہ علم وحی ہے یا اخبار غیب، اطلاع غیب اور انباء غیب۔ اس طرح کے علم کو پورے قرآن میں علم غیب کہیں بھی نہیں کہا گیا۔

صحابہ اور تابعین کیوں عالم الغیب نہیں؟

حاصل کلام یہ ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء کو جو علم دیا جاتا ہے اس کو علم غیب کہنا ہی ناجائز ہے جو علوم نبی ﷺ کے پاس آئے وہ اللہ تعالیٰ نے بتلائے وہ اللہ کے بتلانے سے آئے اور جن علوم کی ہمیں خبر ہے تو وہ نبی کے بتلانے سے ہوا اب اگر خبر والا علم، علم غیب ہے پھر تو صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ہم سب عالم الغیب بن!! جائیں گے اگر بعض غیوب جاننے کی وجہ سے عالم الغیب کہا جائے، تو ایسے غیب کی کچھ باتوں کا علم تو ہر کس و ناکس کو حاصل ہے، ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسروں سے مخفی ہے، اسی طرح ہر حیوانات کو کچھ چیزیں ایسی معلوم ہیں جو لوگوں کو نہیں، تو اس غلط نظریہ سے لازم آئے گا کہ آنحضرت ﷺ کی طرح ہر حیوان کو یا ہر انسان کو بھی عالم الغیب کہا جائے، اس میں حضور ﷺ کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب تو زید، عمر، بکر ہر صبی، مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی ہے۔ اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔ (حفظ الایمان ص ۹)

مخلوق میں سب سے بڑا عالم کون؟

کوئی بھی مخلوق (انبیاء،اولیاء،جنات،فرشتے) علم غیب کو نہیں جانتے مگر یہ کہ اس کے بندہ کے سینہ میں کوئی چیز منقش ہو جائے یہ علم غیب نہیں ہوتا علم غیب تو وہ ہے جو ذاتی طور پر ہو۔اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو "اخبار الغیب،انباء الغیب اور اطلاع علی الغیب کے ذریعہ سے جتنے علوم سے نوازا ہے وہ اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں اور خلق خدا میں فوق کل ذی علم علیم کے مصداق آپ ﷺ ہیں لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ عالم الغیب نہیں اس لئے کہ وہ بھی وحی کے ذریعہ سے آپ ﷺ کو بتائی گئی ہے اس لئے اخبار الغیب کو علم الغیب نہیں کہا جاتا ہے۔

عالم الغیب صرف اللہ واحد لاشریک

قرآن مقدس نے جگہ جگہ خدا تعالیٰ کے لیے عالم الغیب کا لفظ استعمال کیا ہے

عالم الغيب والشهادة(الحشر : ٢٢)

عالم غيب السموات والارض(فاطر :38)

قل لا يعلم من فى السموات والارض الغيب الا الله(النمل:65)

ان الله يعلم غيب السموات والارض(الحجرات :18)

وغیرہا آیات دلالت کررہی ہیں کہ علم غیب اور عالم الغیب کے الفاظ اللہ ہی کے لیے ادا کیے جاسکتے ہیں۔یہی بات کئی محققین کے قلم سے زیب قرطاس ہوتی ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

الوجدان الصريح يحكم بان العبد عبدوان ترقى وان الرب رب وان تنزل وان العبد قط لاتصف بالوجوب او باالصفات الازمة للوجوب ولا يعلم الغيب ينطبع شئى فى لوح صدره وليس ذالك علما بالغيب انماذلك يكون من ذاته(یعنی علم غیب از خود ہوتا ہے نہ کہ کسی کا عطا کردہ)فالا نبياء والا ولياء يعلمون لامحالة بعض مايغيب عن العامة(تفهيمات الهيه ج1ص145)

اور علامہ شامیؒ فرماتے ہیں

"فعلم الله المذكورهوالذى يمدح به واخبرفى الآيتين المذكورتين بانه لايشاركه فيه احد فلايعلم الغيب الاهوو ماسواه ان علم جزئيات منه فهو باعلامه واطلاعه لهم وحينئذ لايطلق انهم يعلمون الغيب اذلاصفة لهم يقتدرون بها على الا ستقلال بعلمه(یعنی یہ ان کی کوئی ایسی صفت نہیں ہے کہ جس سے وہ مستقل طور پر کسی چیز کو جان سکیں)ايضاً هم ما علمو اوا نما علموا (رسائل ابن عابدين ج 2ص313)

علامہ عبدالعزیز پرھارویؒ لکھتے ہیں

"واما علم بحاسة او ضرورة(بداهة عقل)اودليل فليس بغيب ولا كفر فى دعواه ولا فى تصديقه على الجزم فى اليقينى والظن عند ا المحققين وبهذاالتحقيق اند فع الاشكال فى الامور التى يزعم انها الغيب وليست منه لكو نها مدرك بالسمع اوالبصر اوالدليل فاحد همااخبار الانبياء لا مستفادة من الوحى ومن خلق العلم الضرورى فيهم او من انكشاف الكوائن على حواسهم (نبر اس على شرح القائد ص343)

بنوری ٹاون کا فتویٰ

خلاصہ یہ ہے کہ "علم غیب" باری تعالیٰ کا خاصہ ہے، جو اللہ کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے، البتہ انبیاء کرامؑ خصوصاً رسول اللہ ﷺ کو بے شمار اخبارِ غیب عطا دی گئی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ایسے علوم عطا فرمائے ہیں کہ تمام مخلوق مل کر کسی نبی کے علم کی ہم سری کرنا تو درکنار پاسنگ تک بھی نہیں پہنچ سکتی۔ فقط واللہ اعلم۔

فتویٰ نمبر:144004201615

دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاون

اب معلوم ہوگیا کہ انبیاء علیھم السلام کی باتوں کو اور خبروں کو علم غیب نہیں کہا جائیگا۔ کیونکہ یہ علم خدا کی طرف سے ملتا ہے اور اگر ذاتی ہوتا تو اسے علم غیب کہتے۔

علم غیب عطائی کی وضاحت

سیفی اور بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو علم الغیب عطائی دیا ہے لیکن علم غیب عطائی چاہے کُلّاً ہو یا جزءً ہو اس کو شرعاً علم غیب نہیں کہتے۔ اب سوال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی کون سی صفت ذاتی ہے؟

آپ ﷺ کا وجود مبارک ذاتی ہے یا عطائی؟

اگر عطائی ہے تو آپ نے "لستُ بموجودٍ" کہہ کر ذاتی وجود کی نفی کیوں نہ کی، آپ ﷺ کی رسالت ذاتی ہے یا عطائی؟

اگر عطائی ہے تو "لستُ برسول" فرماتے اور ذاتی رسول کی نفی فرماتے قرآن کریم آپ کو ذاتی طور پر حاصل ہوا یا عطیہ خداوندی ہے؟

اسی طرح سے آپ ﷺ کی باقی صفات، اخلاق کریمانہ سب اگر عطائی ہیں تو آپ نے کسی کی بھی نفی کیوں نہ کی؟

الغرض جب آپ ﷺ کا وجود مبارک ہی ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے تو موصوف عطائی کی کوئی صفت ذاتی نہیں ہوسکتی بلکہ یہ

فرق سوائے سادہ لوح مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے علاوہ کچھ نہیں۔

امامِ اہلِ سنت مولانا سرفراز صفدرؒ کی وضاحت

امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ لکھتے ہے

کیا آنحضرت ﷺ کا اپنا وجود مبارک ذاتی تھا؟

بلکہ عطائی تھا تو آپ نے علم غیب کی طرح اپنے وجود کا کیوں انکار نہ فرمایا؟

یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ "لست بموجود" یعنی میں موجود نہیں ہوں؟

اور کیا آنحضرت ﷺ کی نبوت اور رسالت ذاتی تھی یا خدا کی طرف سے عطا ہوئی تھی؟

اگر ذاتی نہ تھی اور یقیناً نہ تھی تو آپ نے اپنی نبوت اور رسالت کا انکار کیوں نہ کر دیا؟ العیاذ باللہ۔

اور کیا قرآن کریم آپ کو ذاتی طور پر حاصل ہوا تھا یا خدا تعالیٰ کا عطیہ تھا؟

اگر ذاتی طور پر حاصل نہ ہوا تھا اور حقیقت بھی یہی ہے تو آپ نے علم قرآن کی نفی کیوں نہ کی؟

اور کیوں نہ فرمایا کہ میرے قرآن کریم نہیں؟ معاذ اللہ تعالیٰ۔

اور کیا آپ کو احادیث اور احکام شریعت کا علم ذاتی طور پر حاصل ہوا تھا؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آپ نے اس کی نفی کیوں نہ کی؟ وجہ فرق بالکل بین ہونی چاہیے۔

کیا جب موصوف خود عطائی ہو تو اس کی کسی صفت کے ذاتی ہونے کا احتمال ناشی عن دلیل ہوسکتا ہے جب اس کا احتمال ہی نہیں تو ذاتی اور عطائی کا فرق بے کار رہوا۔ کیونکہ علم ذاتی باجماع مسلمین اور باتفاق فریقین ایک ذرہ کا بھی کسی کو نہیں ہوسکتا تو پھر اس کا درمیان میں لانا کیونکر صحیح ہوا؟

اور اگر ایک شخص یہ کہے میں اللہ تعالیٰ کو ذاتی طور پر الٰہ اور خالق کائنات تسلیم کرتا ہوں مگر آنحضرت ﷺ کو عطائی طور پر الٰہ اور خالق کائنات مانتا ہوں تو کیا وہ مسلمان رہے گا؟

اور اگر رہے گا تو کس دلیل سے؟

اور اگر وہ مسلمان نہیں تو فرمایئے کہ اس بے چارے نے خدا تعالیٰ کا ذاتی خاصہ جناب نبی کریم ﷺ کے لئے تو تسلیم نہیں کیا پھر وہ کافر کیسے ہوا؟

اور اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کو تو مستقل اور تشریعی نبی مانتا ہوں مگر مرزا غلام احمد قادیانی کو (جو درحقیقت ثلاثون کذابون دجالون کی مد میں ہے) بالتبع اور غیر تشریعی نبی مانتا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ اس کی نبوت آنحضرت ﷺ کی نبوت

کا فیض اور ظل ہے کیا ایسا شخص مسلمان رہے گا یا نہیں؟

اس کا جواب فریق مخالف کو سوچ کر بتانا ہوگا کہ حق کا ساتھ دینا ہے یا صدائے باطل ہی بلند کرنی ہے۔(مستفاد از اظہار العیب فی اثبات علم الغیب)

نبی کا مطلب کیا ہیں؟

اب سب سے بڑی سمجھنے والی بات یہ ہے کہ نبی کو وحی سے ہر بات اللہ کی طرف سے بتائی جاتی ہے اور اسکو خبر بولتے ہیں۔ہر نبی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ اللہ ان کو وحی سے بتاتے ہیں۔جو چیز وحی سے بتادی جائے اس کو غیب کی خبر بولتے ہیں۔غیب پر اطلاع کیا جانا بولتے ہیں لیکن اس کو علم غیب نہیں بولتے ہیں۔کیونکہ بیچ میں وحی کا واسطہ آ گیا۔اسی طرح جو جو نبی بتاتے ہیں چاہے آنے والے وقت کے بارے میں، چاہے قیامت کے بارے میں۔یہ سب اللہ پاک وحی سے نبی کو خبر کرتے ہیں نہ کہ نبی بغیر وحی کے اپنی طرف سے۔اللہ پاک یہ علم کسی کو عطا نہیں کرتے بلکہ مطلع کرتے ہیں جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے۔

وماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فامنوا باللہ ورسلہ الخ (آل عمران 179پارہ4)

ترجمہ:اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ مطلع کرے تم کو غیب پر لیکن ہاں جس کو خود چاہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں ان کو منتخب فرما لیتا ہے۔

مراد غیب کی باتیں وحی سے نبی یا رسول کو اطلاع کی جاتی ہیں نہ کہ غیب کا علم اللہ نبی کو عطا فرماتے ہیں۔کیونکہ غیب کے علم میں کسی چیز وحی یا خبر کا واسطہ نہیں ہوتا جو کہ صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے کسی مخلوق کا نہیں۔مزید اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول الخ

ترجمہ:۔غیب کا جاننے والا وہ ہی ہے،سو مطلع نہیں فرماتا وہ اپنے غیب پر کسی کو،سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔(سورہ جن 26,27 پارہ۲۹)

انباء الغیب اور اعطاء الغیب کا فرق

آپ سب دیکھ سکتے ہیں کہ اللہ پاک قرآن پاک میں جگہ جگہ مطلع کرنے کا بتا رہے ہیں نہ کہ علم غیب عطا کرنے کا۔مطلع کا مطلب اس چیز پر اطلاع کیا جانا مزید اس کو سمجھنے کے لئے اللہ پاک کا فرمان دیکھیں ایک اور جگہ اللہ پاک فرماتے ہیں۔

"وماھو علیٰ الغیب بضنین" یہ نبی غیب کی خبریں بتانے میں بخیل نہیں۔(التکویر24)

غیب کی خبریں نبی کوکون دیتا ہے؟

اللہ تعالیٰ۔

کیسے دیتا ہے؟

بذریعہ وحی۔

جب وحی بیچ میں آ گئی تو یہ علم غیب نہ رہا اللہ کی طرف سے خبر کہلایا۔

نبی کو اللہ تعالیٰ، اپنی ذات، فرشتوں، جنت و دوزخ کے غیب کی خبر دیں تو وہ انباء الغیب یا اطلاع عن الغیب کہلائے۔ اور نبی کے ذریعے سے خبریں ساری امت تک پہنچ جائیں تو امت کو کیوں علم الغیب یا اطلاع عن الغیب نہیں کہا جاتا؟

ان شاء اللہ اگر آپ نے غور سے پڑھ لیا ہے ایک بار تعصب کی پٹی ہٹا کر تو علم غیب اور علم غیب کی خبر میں فرق کو سمجھ جائیں گے اور اور گواہی دیں گے کہ علم غیب صرف اللہ کے پاس ہے اور وہ اپنے نبیوں و رسولوں میں سے جسے منتخب کر لیتا ہے اسے غیب کی خبریں بتا دیتا ہے۔ جتنا اللہ چاہتا ہے اتنا بتا دیتا ہے۔ اب سب کو سمجھ آ گئی ہوگی کہ ایک طرف اللہ کیوں فرماتے ہیں کہ غیب کا علم صرف میرے پاس ہے اور دوسری طرف نبی اور رسول، قیامت کی نشانیاں، جنت، دوزخ آ گے والے حالات واقعات کیسے بتا دیتے ہیں؟

علم غیب کیا ہیں؟

علم غیب خود جاننے ہی کو کہتے ہیں مخلوق پر کوئی غیب کی بات کھلے تو کوئی عاقل اسے علم غیب نہیں کہتا، اسے اس کے سبب نسبت کرتے ہیں، ہر شخص یہی سمجھے گا کہ خدا کے بتلانے سے ایسا ہوا ہے، **علم غیب اپنے علم کو کہتے ہیں جو بات عالم بالا سے لوح قلب پر اترے اسے علم غیب نہیں کہتے، وہ اس کا محض ایک عکس ہوتا ہے،**

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ لکھتے ہیں وجدان صریح بتلاتا ہے کہ بندہ کتنی روحانی ترقی کیوں نہ کر جائے بندہ ہی رہتا ہے اور رب اپنے بندوں کے کتنا قریب کیوں نہ ہو جائے وہ رب ہی رہے گا، بندہ واجب الوجود کی صفات یا وجوب کی صفات لازمہ سے کبھی متصف نہیں ہوتا، علم غیب وہ جانتا ہے جو از خود ہو کسی دوسرے کے بتلانے سے نہ ہو ورنہ انبیاء و اولیاء یقیناً ایسی بہت سی باتیں جانتے ہیں جو دوسرے عام لوگوں کی رسائی میں نہ ہوں۔(تفہیمات الٰہیہ: ۱/۲۴۵)

پتہ چلا کہ غیب کی بات معلوم ہونے میں اگر کوئی اس کا بتلانے والا ہو تو اسے علم غیب نہیں کہتے نہ علم غیب کی کوئی عطائی قسم ہے بلکہ اسے خبر غیب کہا جائے گا، اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے ہیں

ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک (آل عمران: ۴۴)

ترجمہ: یہ خبریں ہیں غیب کی ہم بھیجتے ہیں تیرے پاس۔

جب حضور اکرم ﷺ کے لیے بھی صرف خبر غیب ہے علم غیب نہیں تو اور کون ہے جو علم غیب کا دعویٰ کرے، علم غیب صرف خدا کیلئے ہے جو ہر بات کو خود جانے، اس تفصیل سے علم غیب کے معنی معلوم ہو گئے کہ وہ اپنے طور پر کسی غیب کی بات کو جانتا ہے سو کسی مخلوق کے لیے خواہ پیغمبر ہو یا کوئی فرشتہ یا کوئی جن علم غیب کا دعویٰ بالکل غلط ہوگا۔

علم کی اضافت غیب کی طرف

علم کا لفظ جب غیب کی طرف مضاف ہو تو یہ اسی علم کے لیے آتا ہے جو اپنا ہو کسی کا عطا کردہ نہ ہو، حضرت علامہ ابن عابدینؒ الشامی لکھتے ہیں بیشک انبیاء واولیا کا علم خدا تعالیٰ کے بتلانے سے ہوتا ہے اور ہمیں جو علم ہوتا ہے وہ انبیاء واولیا کے بتلانے سے ہوتا ہے اور یہ علم اس علم خداوندی سے مختلف ہے جس کے ساتھ صرف ذات باری تعالیٰ متصف، خدا تعالیٰ کا علم اس کی ان صفات قدیمہ ازلیہ دائمہ وابدیہ میں سے ایک صفت ہے جو تغیر اور علامات حدوث سے منزہ ہے اور کسی کی شرکت اور نقص انقسام سے بھی پاک ہے وہ علم واحد ہے اس سے خدا تعالیٰ تمام معلومات کلیہ وجزئیہ ماضیہ ومستقبلہ کو جانتا ہے، نہ وہ بدیہی ہے نہ نظری اور نہ حادث، بخلاف تمام مخلوق کے علم کے کہ وہ بدیہی ونظری اور حادث ہے، جب یہ بات ثابت ہوگئی تو خدا تعالیٰ کا علم مذکور جس کے ساتھ وہ لائق ستائش ہے اور جس کی مذکورہ دو آیتوں میں خبر دی گئی ہے ایسا ہے کہ اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں، سو غیب صرف خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے، خدا تعالیٰ کے علاوہ اگر بعض حضرات نے غیبی باتیں جانیں تو وہ خدا تعالیٰ کے بتلانے اور اطلاع دینے سے جانیں۔

ان اللہ سبحانہ تعالیٰ منفرد بعلم الغیب المطلق وانما یطلع رسلہ علی بعض غیبہ المتعلقۃ بالرسالۃ اطلاعا جلیا واضحا لاشک فیہ بالوحی الصریح (مجموعہ رسائل ابن عابدین شامیؒ ج ۲ ص ۳۱۳، ۳۱۴)

اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ علم غیب رکھتے ہیں کیونکہ یہ ان کی کوئی ایسی صفت نہیں جس سے وہ مستقل طور پر کسی چیز کو جان لیا کریں اور یہ بات بھی ہے کہ انہوں نے اسے خود نہیں جانا بلکہ انہیں یہ باتیں بتلائی گئی ہیں۔ علامہ شامی کے اس بیان کے بعد کسی اور وضاحت کی ضرورت نہیں رہ جاتی، فقہاء کی بات آپ کے سامنے آ چکی۔

علم غیب کے مدعی کا حکم

اب آیئے کتب عقائد میں دیکھئے "شرح عقائد نسفی" کی مشہور شرح "النبراس" میں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ غیب وہ ہے جو

ہمارے حواس اور علم بہدیہی اور نظری سے غائب ہو، بیشک قرآن نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ سب سے اس علم غیب کی نفی کی ہے، پس جو دعویٰ کرے کہ وہ علم غیب رکھتا ہے تو وہ کافر ہو جائیگا اور جو ایسے شخص کی تصدیق کرے وہ بھی کافر ہو جائے گا باقی جو علم حواس خمسہ میں سے کسی حاسہ (دیکھ کر یا سن کر یا چھو کر یا سونگھ کر یا چکھ کر) یا بداہت سے یا کسی دلیل سے حاصل ہو وہ غیب نہیں کہلاتا اور نہ محققین کے نزدیک ایسے علم کا دعویٰ کرنا کفر ہے اور نہ ایسے دعویٰ کی (یقینی امور میں یقین کے ساتھ اور ظنی امور میں ظن کے ساتھ) تصدیق کرنا کفر ہے، اس تحقیق سے ان امور سے متعلق اشکال رفع ہو گیا جن کے بارے میں گمان کیا جاتا ہے کہ وہ علم غیب میں سے ہیں حالانکہ وہ علم غیب میں سے نہیں، اس لیے کہ وہ سمع و بصر یا دلیل سے حاصل ہوئے ہیں، انہی امور میں سے اخبار انبیاء بھی ہیں، انبیاءؑ کی خبریں وحی سے مستفاد ہوتی ہیں یا نبیوں میں علم ضروری پیدا کر دیا جاتا ہے یا ان کے حواس پر حقائق کائنات کا انکشاف ہوتا ہے۔ (النبر اس علی شرح العقائد: ۵۷۴)

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظامؒ سے جو بھی خبریں منقول ہیں وہ سب اللہ کے بتلانے سے تھیں اور یہ بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی مقرب بندے پر ایک ہی دفعہ غیب کے جملہ دروازے کھول دے کہ آئندہ اسے غیب کی بات جاننے میں کسی ذریعہ علم کا احتیاج نہ رہے بلکہ مختلف موقعوں پر حسب ضرورت اور بتقاضائے مصلحت انہیں کچھ نہ کچھ اطلاع بخشی جاتی تھی، خود حضور ﷺ ہی کو دیکھئے تئیس ۲۳ سال میں وحی قرآن "نجماً نجماً" اترتی رہی اور اس طرح وحی قرآنی کی تکمیل فرمائی گئی بالتدریج یہ سلسلہ وحی جاری رہا۔

فتویٰ جات فقہاء کرام اور نفی علم غیب

غیر اللہ کے لیے علم غیب کے اثبات کا حکم

امام حسن بن منصور المعروف بقاضی خان فرماتے ہیں:

رجل تزوج امراة بغير شهود فقال الرجل وامراة خدارا و پيغمبر راه گواه كرديم قالو ايكون كفر لانه اعتقدان الرسو لﷺ يعلم الغيب وهو ماكان يعلم الغيب حين كان فى الاحياء فكيف بعد الموت(فتاوى قاضى خان ج4ص468,469)

علامہ عبدالرشید ابوالفتح ظہیر الدین الولوالجی الحنفی تحریر فرماتے ہیں:

تزوج امراة ولم يظهر شاهد فقال:تزوجتك بشهادةالله ورسوله كفرلا نه يعتقد ان النبىﷺ الغيب اذلا شهادة لمن لاعلم له به ومن اعتقدهذا كفر(فتاوىٰ ولوجيه بحواله ازالة الريب)

ابوحنیفہ ثانی علامہ ابن نجیم المصری رقمطراز ہیں: **وفى الحانية والخلاصة لو تزوج بشهادة الله ورسوله لا**

ينعقد ويكفر لا عتقاده ان النبی يعلم الغيب (البحر الرائق: ج2 ص551 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

فتاویٰ عالمگیری میں موجود ہے:

رجل تزوج امراۃ ولم يحضر الشهود قال خدایر اور رسول راگواه کردم اوقال خدای راو فرشتکان راگواه کردم کفرولو قال فشته دست راست راگواه کردم وفرشته دست جُب راگواه کردم لایکفر (فتاویٰ عالمگیریه: ج2ص288قدیمی کتب خانه)

علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں:

علم المغيبات الاماعلمه الله تعالیٰ به احیانا وذکر الحنفية تصريحا با لتكفير باعتقادان النبی ﷺ يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لا يعلم من فی السموٰت والارض الغيب الاالله كذافی المسامرة (المسامرة شرح المسايرة فی العقائد: ص197،198)

ملاعلی القاری فرماتے ہیں: ثم اعلم ان الانبیاءؑ لم يعلمو الالمغيبات من الاشياء الاماعلمهم الله تعالیٰ احيانا وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبی ﷺ يعلم الغيب الاالله كذا فی المسامرة (شرح فقہ اکبر ص151)

علامہ محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردری البزازی لکھتے ہیں:

تزوجها بشهادة الله ورسوله عليه الصلاة والسلام لا ينعقد ويخاف عليه الكفر لا نه يو هم انه الصلاة والسلام يعلم الغيب (فتاوی بزازيه: ج1ص107،108قدیمی کتب خانه)

وذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد ان النبی ﷺ يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالیٰ :قل لايعلم من فی السموات والارض الغيب الاالله.(شرح فقه الاكبر،ص ۱۸۵ اشرفی دیوبند)

واما من قال:ان نبينا اوغيره احاط بالمغيبات علماً كما احاط علم الله بهافقد كفر(حاشية الصاوی علی جلالين ۱۸۸/۲)

من قال ارواح المشايخ حاضرة تعلم يكفر . (البحر الرائق ، كتاب السير ، باب احكام المرتدين ، كوئٹه ۱۲۴/۵ ، زكريا ۵ /۲۰۹ ، بزازيه ، النوع الثانی : فيما يتعلق فالله تعالیٰ ، جديد (زكريا ۱۸۲/۳ ، و علی هامش الهندية ، زكريا ۳۲۶/۲)

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا فتویٰ

جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم الغیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ کے برابر دوسرے کا علم وہ بے شک کافر ہے اس کی امامت اور اس سے میل جول محبت مودت سب حرام ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رشیدیہ 105)

علم غیب خاصہ حضرت حق است جل شانہ خاصۃ الشی ما یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ۔ عقیدہ فقیر ہمیں است فقیر غلام فرید بقلم خود سکنہ کوٹ مٹھن وچا چڑان ریاست بہاولپور از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بندہ کو آپ کے کارڈ کا مضمون معلوم ہوا جو کچھ آپ نے لکھا ہے درست ہے۔ علم غیب خاصہ حق تعالیٰ نے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

علم اللہ تعالیٰ کا ازلی اور ابدی اور محیط کل شئے کا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس طرح علم اور قدرت خاصہ حق تعالیٰ کا ہے کسی دوسرے کو اس میں شریک کرنا خواہ نبی ہو خواہ ولی ہو اور اس بات پر اعتقاد رکھنا شرک ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور عبادت میں اور کو شریک کرنا ہاں بعضے وقائع گذشتہ اور حوادث آیندہ کا احوال اس کے بندگان خاص کو اللہ کے بتلانے سے حاصل ہوتا ہے سو اس طرح کا علم حضرت ذات مقدس میں سب سے کامل تر ہے نہ یہ کہ مانند علم خدا تعالیٰ کے ہووے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **قل لا اقول لکم عندی خزائن الله والا اعلم الغیب** الا یہ پس جو زید کہتا ہے حق ہے اور عمرو جو کہتا ہے باطل ہے فقط۔ محمد صدر الدین ۱۳۴۰ صدر صدور۔ حررہ المسکین محمد صدر الدین دہلوی۔ الجواب صحیح۔

بعضے شخص کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ﷺ کو آخر عمر میں کل غیب عنایت فرمائے ہیں سو یہ بات محض غلط ہے حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضرت ﷺ قیامت کے دن اپنی امت کو تین نشانیوں سے پہچانیں گے ایک تو نورانیت اعضاء وضو سے، دوسرے داہنے ہاتھ ہونا نامہ اعمال کا، اور تیسرے آگے دوڑنا اولاد کا اور قیامت کے دن بعضے شخصوں کو حضرت پہچانیں گے اور فرشتے ان کو دور کریں گے حضرت فرمادیں گے یہ لوگ میرے ہیں فرشتے کہیں گے کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے کیا کیا بدعتیں نکالی تھیں چنانچہ پھر حضرت بھی ان سے بیزار ہوں گے مفصل یہ مضمون دریافت کرنا چاہئے تو مشکوۃ شریف میں کتاب الطہارت اور باب الحوض والشفاعت کی حدیثوں سے اچھی طرح ثابت ہے کہ جناب ﷺ کو قیامت تک بھی علم محیط کل شئی کا حاصل نہیں اور ایسا علم خاصہ جناب باری تعالیٰ کا (ہے والسلام علی من اتبع الہدی محمد قطب الدین عفی عنہ۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص 127)

غیب کی ہر اطلاع تعلیم الٰہی سے ہی ہوگی

اس میں کلام نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کو وہ انبیاء کرام ہوں یا اولیاء عظام وحی، الہام یا کشف سے غیبی امور پر اطلاع بخشتے ہیں، کوئی ان میں سے کسی غیبی بات کو از خود نہیں جان سکتا نہ کسی کے پاس غیب جاننے کی کوئی کنجی ہے کہ جب چاہے از خود غیب کی بات جان لے۔ جب درمیان میں وحی، الہام یا کشف وغیرہ آجائے تو پھر اس علم کو علم غیب نہیں کہا جاتا۔ بلکہ اطلاع علی الغیب وغیرہ کہا

جاتا ہیں۔ جو کہ سیفی اور بریلوی حضرات اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔اس لیے تعلیم الٰہی جملہ مواقع ضرورت میں کارفرما رہتی ہے،مولانا اسمعیل حقیؒ نے بجا لکھا ہے۔

ومـاروی عن الانبیاء والا ولیاء من الاخبار عن الغیوب فبتعلیم الله تعالیٰ اما بطریق الوحی اوبطریق الالهام والکشف(تفسیر روح البیان،باب سورة لقمان: ۷/۹۷)

ترجمہ:انبیاء کرام واولیا عظام سے جو بعض غیبی خبریں مروی ہیں خدا تعالیٰ ان کی وحی یا الہام یا کشف کے ذریعہ تعلیم فرماتے۔

حضور پیغمبر ﷺ کی اخبار غیبیہ اور اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ

جب جملہ انبیاء کرام اور اولیاء اللہ خبر خداوندی سے ہزاروں غیوب پر اطلاع پاتے رہے تو ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جو پیغمبروں اور ولیوں کے سردار ہیں،اللہ تعالیٰ نے لاکھو کروڑوں غیوب پر اطلاع دی،اس باب میں علماء دیوبند کا عقیدہ خصوصیت سے لائق توجہ ہے۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کا عقیدہ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (م ۱۲۹۷ھ)ایک مقام پر لکھتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ "**علمت علم الاولین والآخرین** "بشرط فہم اسی جانب مشیر ہے شرح اس معمہ کی یہ ہے کہ اس ارشاد سے ہر خاص وعام کو یہ بات واضح ہے کہ علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور لیکن یہ سب علوم رسول اللہ ﷺ میں مجتمع ہیں،سو جیسے علم سمع اور ہے علم بصر اور پر بایں ہمہ قوت عاقلہ اور نفس ناطقہ میں یہ سب علوم مجتمع ہیں،ایسے ہی رسول اللہ ﷺ اور باقی انبیاء کو سمجھئے۔(تحذیر الناس:٦)

مولانا انور شاہ کشمیریؒ کا عقیدہ

رئیس المحدثین امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے بھی فرمایا'' **فاعلم ان الله سبحانه من علی نبیه ﷺ بالف الف غیوب لایدری قدرهاالاهو**"(فیض الباری شرح صحیح البخاری:۴/۲۵۸)

ترجمہ:سو جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ پر لاکھوں کروڑوں مغیبات ظاہر کر کے احسان فرمایا جن کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اور فرماتے ہیں کہ کسی پیغمبر کو اتنے علوم نہ بخشے گئے جتنے آپ ﷺ کو عطا فرمائے گئے اور یہ کہ آپ کا علم مبارک اولین وآخرین سے زائد اور فائق تھا۔'' **ان النبی ﷺ قد بلغ من علمه مبلغالم یبلغه نبی**"(فیض الباری شرح صحیح البخاری،حدیث

نمبر:۳۰۵۷،شاملہ،القسم:شروح الحدیث)

مہتمم دارالعلوم دیوبند مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ کا عقیدہ

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی سابق نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند اپنے ایک قصیدہ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھتے ہیں

کم غیو با بعدہ انبا بھا تحتوی البشر یٰ وانباء الوھل

(لامیۃالمعجزات)

متعدد اخبار غیبیہ ہیں جن کی خبر آپ نے دی اور وہ آپ کے بعد ظہور پذیر ہوئیں، یہ بشارت اور خوفناک باتوں ہر وہ طرح کی باتوں پر مشتمل تھیں۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا عقیدہ

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اکوان غیبیہ کی کلیات واصول کی علم حق تعالیٰ نے اپنے ساتھ مختص رکھا، ہاں جزئیات منتشرہ پر بہت سے لوگوں کو، حسب تعداد اطلاع دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے بھی اتنا وفر اد اور عظیم الشان حصہ ملا جس کا کوئی اندازہ نہیں ہوسکتا۔(تفسیر عثمانی اواخر سورہ لقمان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باعلام الٰہی جن غیبی امور کی خبر دی واقعات نے ان کی عملی تصدیق کردی، جب خبر واقع کے بالکل مطابق نکلے تو اس سے یقین ہو جاتا ہے۔ کہ ان خبروں کے پیچھے بیشک اطلاع خداوندی کارفرما ہے کیونکہ وہی ایک ذات ہے جو عالم الغیب ہے اور غیب کی چابیاں اسی کی پاس ہیں، قرآن حکیم میں ہے۔

وعنده مفا تح الغیب لا یعلم ما فی البر وا لبحر وما تسقط من ورقة الا یعلمها ولا حبة فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یا بس الا فی کتاب مبین (الانعام : ۵۹)

اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے کے تمام مخفی اشیاء کے ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ دریا میں ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین (لوح محفوظ) میں مرقوم ہے۔(ماخوذ: از انوار اسلام)

علم غیب کس کو ہیں؟

اللہ کی طرح کا علم کسی مخلوق کو نہیں ہے، غیب کا معلوم کرنا بھی انسان کے اختیار سے باہر ہے اس کی کنجیاں حق تعالیٰ نے اپنے پاس رکھی ہیں، کسی بڑے سے بڑے انسان یا مقرب ترین فرشتے کو بھی غیب کے معلوم کرنے کا اختیار نہیں دیا گیا کہ جب چاہیں اپنی مرضی سے غیب معلوم کرلیں اور جب چاہیں نہ کریں بلکہ اللہ اپنی مرضی سے کبھی کسی کو غیب کی جس قدر بات بتانا چاہتا ہے بتا دیتا ہے۔ یہ غیب کا بتا دینا اللہ کے ارادے پر موقوف ہے، کسی کی خواہش پر نہیں، رسول اللہ ﷺ کو بار بار ایسا اتفاق ہوا کہ آپ ﷺ کو کوئی بات دریافت کرنے کی خواہش ہوئی مگر وہ بات آپ ﷺ کو معلوم نہ ہوسکی پھر جب ارادہ الٰہی ہوا تو فوراً بتادی گئی۔ عہد رسالت میں منافقوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پر الزام لگایا اس سے آپ ﷺ کو سخت صدمہ ہوا، آپ ﷺ کئی دنوں تک اللہ کے حکم کے منتظر رہے، پھر جب حق تعالیٰ نے چاہا تو وحی بھیج کر بتایا کہ منافق کذاب ہیں، صدیقہؓ پاک دامن ہیں، اب ایک مسلمان موحد کا یہ عقیدہ ہونا ضروری ہے کہ اللہ نے غیب کے خزانوں کی کنجیاں اپنے ہی پاس رکھی ہیں، ان خزانوں کا کسی کو خزانچی نہیں بنایا، وہ خود اپنے ہاتھ سے قفل کھول کر جس کو جس قدر چاہے دیدے، اس کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے؟۔ (رسالۃ التوحید، علم الغیب خاص باللہ تعالیٰ: ۱/ ۲۵)

علم غیب کا دعویٰ کرنے والا

اس سے معلوم ہوا کہ جو یہ دعویٰ کرے کہ میں ایسا علم جانتا ہوں جس سے غیب معلوم کرلیتا ہوں اور ماضی و مستقبل کی باتیں بتا سکتا ہوں، وہ جھوٹا ہے اگر کسی نبی یا ولی یا جن یا فرشتہ یا امام یا بزرگ یا پیر یا شہید یا نجومی یا فال کھولنے والے یا پنڈت یا کسی عامل وغیرہ کو ایسا مان لے کہ وہ امور سے متعلق یا بیماری وغیرہ سے متعلق یا سحر وغیرہ سے متعلق کچھ باتیں غیب کی جان لیتا ہے تو ماننے والا شرک کرنے والا ہوگا اور قرآنی آیت "**وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو** "(الانعام: ۵۹) کا انکار کرتا ہے، اگر اتفاق سے کسی عامل وغیرہ کی بات صحیح بھی ہوجائے تو اس سے ان کی غیب دانی ثابت نہیں، کیونکہ زیادہ تر ان کی باتیں غلط ہی ہوتی ہیں معلوم ہوا کہ علم غیب ان کے بس کی بات نہیں، اٹکل کبھی ٹھیک اور کبھی غلط بھی ہوجاتا ہے۔ (رسالۃ التوحید، من ادعی لنفسھا واعتقد لنفسہ فی حد علم الغیب: ۱/ ۶۷)

(ماخوذ: از انوار اسلام ص75)

علم غیب اور اظہار غیب میں فرق

عالم الغیب صرف خدا کی ذات ہے وہ اپنے غیب کا اظہار قطعی درجے میں اپنے رسولوں پر ہی کرتے ہیں، وہ اظہار غیب سے سرفراز ہوتے ہیں، یہ علم غیب نہیں اظہار غیب ہوتا ہے، عالم الغیب صرف خدا کی ذات ہے، علم غیب اسی کے پاس ہے اور وہی اپنے مقربین پر غیب ظاہر فرماتا ہے"**عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احداء الا من ارتضى من رسول**"۔"(الجن: ۲۶، ۲۷)

ترجمہ: جاننے والا بھید کا سو نہیں دیتا اپنے بھید کی کسی کو مگر جو پسند کر لیا کسی رسول کو۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ بھی لکھتے ہیں پس مطلع نمی کند بر غیب خاص خود ہیچکس را مگر کسے را کہ پسند مے کند آں کس رسول باشد خواہ از جنس ملک وخواہ از جنس بشر مثل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اوراظہار بعضے از غیوب خاصہ خود مے فرماید"۔(تفسیر عزیزی ،پارہ:۲۹،صفحہ:۱۷۳)

ترجمہ: پس حق تعالیٰ شانہ اپنے غیب خاص پر اپنے پسندیدہ بندوں کے سوا کسی کو مطلع نہیں فرماتا اور وہ پسندیدہ بندے اس کے رسول ہیں،خواہ جنس ملائک سے ہوں خواہ جنس بشر سے،جیسا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھے اللہ تعالیٰ اپنے ان خاص بندوں پر بعض مغیبات خاصہ ظاہر فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ استثناء منقطع ہے اور"**من ارتضیٰ من رسول**" سے لے کر سارا جملہ مستثنیٰ ہے

والمعنی :ان الا طلاع بهذه الصفة يختص بالانبياء عليهم السلام،والمراد منها القطع ،فالا طلاع على سبيل القطع من خواص الانبياء.(فيض البارى شرح صحيح البخارى :۳۷۵/۷)

خلاصہ یہ کہ بایں طور اطلاع حضرات انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے اور اس مراد قطع ویقین ہے پس یقینی اطلاع خواص انبیاء میں سے ہی ہوگی۔(انور اسلام ص۴۲۰)

خدا کے سوا کسی کو علم غیب نہیں

ہمارے پیرومرشد حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ لکھتے ہے:اگر رسول خدا ﷺ کو علم غیب ہوتا،تو ہار کا بھی علم ہوتا اور آپ بتادیتے کہ ہار اونٹ کے نیچے ہے۔کیا نبی ایسا کرسکتا ہے کہ اس کو علم ہو کہ ہار اونٹ کے نیچے ہے اور صحابہ بے چین ہوں،پریشان ہوں اور وہ نہ بتائے؟(آداب عشق رسول ﷺ ص37 مؤلف:حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب۔(ناشر:کتب خانہ مظہری کراچی پاکستان)

﴿علمائے دیوبند کے مختلف تفصیلی فتاویٰ جات﴾

فتویٰ دارالعلوم دیوبند

(Fatwa:436-405/H=4/1439)

عرف شرع میں علم غیب سے مراد اللہ پاک کا علم ذاتی ہوتا ہے جو کسی کا عطاء کیا ہوا نہیں ہوتا اور اس پر غیب کا اطلاع بندوں کی

نسبت سے ہوتا ہے تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

(۱) اما الغیب فما غاب عن العباد من امر الجنة وامر النار وما ذکر فی القرآن ج ۱ ص ۴۰

یعنی غیب وہ ہے کہ جو بندوں سے پوشیدہ ہو جیسے جنت وجہنم کے حالات ومعاملات اور جو کچھ کہ قرآن شریف میں بیان کیا گیا ہے (ابن کثیر)

(۲) اللہ پاک کا علم ذاتی ہے علم ذاتی کسی کو نہیں دیا جاتا البتہ اس علم کے مطابق بعض جزئیات کا علم حضرات انبیاء علیہم السلام اور ان حضرات کے توسط سے دیگر لوگوں کو عطاء ہوتا ہے اس کو اطلاع علی الغیب کہا جاتا ہے اس طرح تعبیر اور یہ فکر صحیح ہے آپ (سائل) نے جو تعبیر کی ہے وہ صحیح نہیں بلکہ موہم ہے۔

(۳) قال اللہ تعالیٰ وعلمناہ من لدنا علما (سورة الکھف)

(۴) بحوالہ مرقاة حاشیہ مشکاة میں ھے فان حصل (العلم) بواسطة البشر فھو کسبی والا فھو العلم اللدنی المنقسم الی الوحی

والالھام والفراسة اھ (حاشیہ، ٦ ص ٣٢)

وحی، الہام، فراست سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ علم لدنی کہلاتا ہے اور غیب کا علم وہ ہے کہ جس کی تفصیل نمبر ایک کے تحت لکھ دی پس اللہ پاک کا علم ذاتی علم غیب ہے اور حضرات انبیاءؑ کو وحی سے اور دیگر لوگوں کو الہام وفراست سے جو علم حاصل ہو وہ علم لدنی ہے اور دونوں میں فرق عظیم ظاہر ہے اور مغیبات کا کسی کو علم ہو جانا یہ اطلاع علی الغیب ہے۔

(۵) بعض علوم غیبیہ پر آپ ﷺ کو مطلع فرمایا گیا ان مغیبات کا علم تھا۔

یہ تقریر و تفصیل کس شخص نے آپ کو بتلائی ہے اس سے حوالہ طلب کیجیے اور پورا حوالہ نیز ضروری عبارت نقل کروا کے بھیجئے اس کے بعد ان شاء اللہ تفصیل سے جواب لکھ دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم، (دارالافتاء دارالعلوم دیوبند)

کیا علم غیب کے متعلق آیات متعارض ہیں؟

محمد سلمان منصور پوری کا فتویٰ

سوال [۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ قرآن کریم میں بعض آیتوں میں حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم غیب نہیں اور بعض آیتوں میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں غیب کا جاننے والا ہوں اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں وغیرہ۔ ان آیتوں سے علم غیب کا ثبوت ملتا ہے لیکن اس طریقہ سے آیتوں میں تضاد اور ٹکراؤ پیدا ہو رہا ہے۔ اور قرآن پاک میں تضاد کی کوئی گنجائش ہی نہیں اور قرآن پاک کی کسی ایک آیت

کا بھی انکار کفر ہے اور ہمارے بعض علماء نے اللہ کے سوا کسی اور کے لئے علم غیب ثابت کرنے والوں کو مشرک کہا ہے، تو کیا مشرک کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی: رحمت علی موضع گوپی ٹھاکردوارہ

بسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق:

سائل کو جن آیات کے اندر تعارض نظر آرہا ہے وہ دراصل علم غیب کی حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے ہوا ہے اس لئے علم غیب کی حقیقت جاننا ضروری ہے، **علم غیب کی حقیقت یہ ہے کہ غیب کی باتوں کو بلا کسی کنکشن اور واسطہ کے جان لیا جائے**، نہ بیچ میں فرشتہ کا واسطہ ہو اور نہ وحی کا واسطہ، اسی طرح نہ کسی ٹیلیفون کے تار کا واسطہ ہو اور نہ موبائل کے ٹاور کا اس میں کوئی دخل ہو اور نہ فضاء وخلا میں سٹیلائٹ کا واسطہ ہو اور نہ ہی الٹرا ساؤنڈ کا آلہ ہو اور اس طرح کا علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں جیسا کہ قرآن کریم کی بہت سی آیتوں میں ثابت کیا گیا ہے۔

وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو. (سورة الانعام، آیت: ۵۹)

قل لا يعلم من فى السموت والارض الغيب الا الله. (سورة النمل، آیت النمل، آیت: ۶۵)

فقل انما الغيب لله فاتنظر وا انى معكم من المنتظرين. (سورة يونس، آیت: ۲۰)

ولله غيب السمٰوٰت والارض. (سورة النحل، آیت: ۷۷)

يوم يجمع االله الرسل فيقول ماذا اجبتم قالوا الاعلم لنا انک انت علام الغيوب. (سورة مائدة، آیت: ۱۰۹)

ولله غيب السمٰوٰت والارض ابصربه واسمع. (سورة الهود، آیت: ۱۲۳)

له غيب السمٰوٰت والارض ابصربه واسمع. (سورة الكهف، آیت: ۲۶)

اور جن آیتوں سے اللہ کے برگزیدہ پیغمبروں کے عالم الغیب ہونے کا شبہ ہو رہا ہے، اس کی وجہ فہم اور سمجھ کی کمی ہے، علم غیب کی جو تعریف کی گئی ہے، اس تعریف کے دائرہ میں رہ کر آیتوں کو سمجھا جائے تو قطعاً یہ شبہ پیدا نہیں ہوسکتا، تمام آیتوں کے اندر کسی نہ کسی کنکشن اور واسطہ کا ذکر ہے اور جب واسطہ اور کنکشن آجائے تو اس سے علم غیب کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔

ولعل الحق ان يقال: ان علم الغيب المنفى عن غيره جل وعلا هو ماكان للشخص لذاته أى بلاواسطه فى ثبوته له. الىٰ قوله فلايقال انهم علموا الغيب بذلک المعنى، ومن قاله كفر قطعاً، وانما يقال انهم اظهروا وأواطلعوا على الغيب أو نحو ذلک مما يفهم الواسطة فى ثبوت العلم لهم، ويؤيد ماذكر انه لم يجىء

فی القرآن الکریم نسبة علم الغیب الی غیرہ تعالیٰ اصلاً،وجاء الاظهارعلی الغیب لمن ارتضی سبحانه من رسول.(روح المعانی،سورة النمل:۶۵،زکریا ۱۱/۱۸،مصری ۲۰/۱۸)

وماکان الله لیطلعکم علی الغیب ولکن الله یجتبی من رسوله من یشاء.[آل عمران، آیت : ۱۷۹]

عالم الغیب فلا یظهر علی غیبهٖ احد االامن ارتضٰی من رسول.[سورة الجن،آیت:۲۷]

ان دونوں آیتوں کے اندر یہ بیان کیا گیا ہے کہ علم غیب کا جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ پیغمبروں کووحی یا فرشتہ کے ذریعہ غیب کی جو باتیں چاہتا ہے بتادیتا ہے ***لیکن پیغمبروں کا یہ جاننا بالواسطہ ہوااس لئے یہ علم غیب کے دائرہ میں داخل نہیں ہوسکتا*** جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشادفرمایا ہے: **ویعلم ما فی الارحام** ۔[سورۃ لقمان، آیت:۳۴] یعنی عورت کے پیٹ میں کیا ہے،اس کواللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے،اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا،جب کہ الٹراساؤنڈ کےآلہ کے واسطے سےایک غیرمسلم بھی بتادیتا ہے کہ عورت کے پیٹ میں بچہ زندہ ہے یا مردہ،لڑکا ہے یالڑکی، کتنی عمر کا بچہ ہے،حالانکہ کوکوئی بھی علم غیب نہیں کہتا کیوں کہ اس میں آلہ کا واسطہ آ گیا،اسی طرح سائنس داں آلات کے ذریعہ سے یہ بتلا دیتے ہیں کہ فلاں تاریخ میں اتنے بج کر اتنے منٹ پرسورج گرہن ہوگا اوراتنی دیرتک رہے گا، پھراسی کے مطابق سورج گرہن ہوتا ہے،ان تمام باتوں کے بتادینے کے باوجودان کوکوئی عالم الغیب نہیں کہتااس لئے کہ اس میں سائنسی آلات کا واسطہ ہے،اسی طرح اللہ کے برگزیدہ پیغمبروں کو جوغیب کی باتیں حاصل ہوتی ہیں، وہ اللہ کےفرشتوں کےواسطہ بذریعہ وحی حاصل ہوتی ہیں ۔**[وما هو علی الغیب بضنین** [سورۃ التکویر ،آیت:۲۴)

یہاں لفظ ’’غیب‘‘ سے وحی مراد ہے، یعنی حضوراکرم ﷺ قرآن کریم اوروحی کی باتیں پہنچانے میں کوتاہی نہیں کرتے ۔

وما هوعلی الغیب بضنین ای لیس هو ببخیل عن تبلیغ مایوحی الیه وتعلیمه.(تفسیر مظهری، سورة کویر،آیت:۲۴،زکریا قدیم ۱۰/۲۱۱،جدید زکریا ۱۰/۱۸۲)

وما هو علی الغیب بضنین :عن مجاهد قال:لایضن علیکم بما یعلمبل یعلم الخلق کلام الله واحکامه .(تفسیر قرطی،سورة تکویر،(آیت :۲۴،مکتبه دارالکتب العلمیة بیروت ۱۹/۱۵۸)

لہٰذا جوشخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کے لئے علم غیب کو ثابت کرے گا،گویا کہ وہ قرآن کریم کی نص قطعی کا انکار کرنے والا ہوگا۔اورنص قطعی کا انکار موجب کفر ہے،ایسا شخص جب تک اس عقیدہ سے توبہ نہ کرلےاس کے ساتھ نکاح اوررشتہ کرنا جائز نہیں ۔اور اس کو سلام کرنا بھی درست نہیں۔(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱/۴۸۳،غیر مقلدین کے چھپن اعتراضات کے جوابات/۱۵۱تا۱۵۴)

ولا تنکحواالمشرکات حتٰی یومن ولا تنکحواالمشرکین حتّٰی یومنوا[سورة البقرة،آیت: ۲۲۱)

واما التسليم على اهل الذمة فقد اختلفو افيه،قال بعضهم :لا باس بان يسلم عليهم ،وقال بعضهم لا يسلم عليهم.(الهندية، /كتاب الكراهية،الباب السابع فى السلام ،زكريا قديم۵(۳۲۵،جديد۵/۳۷۷)

وردالنصوص بان ينكر الاحكام التى دلت عليها النصوص القطعية من الكتاب والسنة كحشر الاجساد،مثلاً كفر لكونه تكذيبا صريحاللـه تعالىٰ ورسوله عليه السلام.(شرح العقائد،نعينيه ديوبند/۱۲۲)فقط والله سبحانه وتعالىٰ اعلم كتبه:شبير احمد قاسمى عفاالله عنه۵/۸/۱۴۲۱ھ

علم غیب کی حقیقت

علم غیب کسے کہتے اس کی کیا حقیقت ہے؟

جب تک واضح نہ ہوجائے تو بات ادھوری رہ جاتی ہےاس لئے پہلے علم غیب کی حقیقت واضح ہوجانی چاہئے، **علم غیب کا مطلب اور حقیقت یہ ہے کہ غیب کی باتوں کو بلا کسی کنکشن اور واسطہ کے جان لیا جائے**، نہ بیچ میں فرشتہ کا واسطہ ہواور نہ وحی کا واسطہ ہو،اسی طرح نہ کسی ٹیلیفون کے تار کا واسطہ ہواور نہ موبائل کے ٹاور کا اس میں کوئی دخل ہواور نہ فضاءاور خلا میں سٹیلا ئٹ کا واسطہ ہواور نہ ہی الٹرا ساؤنڈ کے آلہ کا واسطہ ہو،غرضیکہ کسی قسم کے واسطہ،کنکشن اور آلہ کے بغیر غیب کی باتوں کو جان لینے کا نام علم غیب ہے؛ لہٰذا وحی کے واسطے یا فرشتے اور مخلوق کے واسطے سے غیب کی باتیں معلوم ہوجانا علم غیب نہیں ہے،اسی طرح ٹیلیفون کے تار کنکشن سے یا موبائل فون کے ٹاوراور سیٹلا ئٹ کے واسطے سے ایشیاء میں رہ کرایک منٹ میں امریکہ کی بات معلوم ہوجائے تو یہ علم غیب نہیں ہےاور نہ ہی دنیا میں کوئی اس کو علم غیب کہتا ہے،اسی طرح الٹرا ساؤنڈ کے آلہ کے واسطے سے عورت کے پیٹ میں بچہ زندہ ہے یا مردہ،لڑکا ہے یا لڑکی،کتنی عمر کا بچہ ہے،کوئی غیر مسلم بھی بتا دیتا ہے،اس کو کوئی علم غیب نہیں کہہ سکتا؛ بلکہ علم غیب تو وہ ہے جو کسی قسم کے کنکشن،آلہ اور واسطے کے بغیر معلوم ہوجائے اور یہ علم غیب صرف خدائے وحدہ لاشریک لہ کی صفت خاصہ ہے،کائنات میں کسی مخلوق کو یہ علم حاصل نہیں،نہ نبی کو حاصل ہےاور نہ کسی ولی کو اور نہ کسی تجربہ کار سائنسداں کو، نیز مخصوص فرشتہ اور وحی کے ذریعہ سے غیب کا علم جو نبی کو حاصل ہوتا ہے وہ کسی غیر نبی کو حاصل نہیں ہوسکتا ہےاور حضور اکرم ﷺ کو جتنی بھی معلومات حاصل ہوئیں وہ سب کی سب وحی کے واسطہ اور کنکشن سے ہوئی ہیں؛ **اس لئے حضور اکرم ﷺ کو اللہ کا عطا کیا ہوا علم حاصل تھا اور علم غیب کی جو تعریف کی گئی ہے کہ جو بغیر کسی واسطے اور کنکشن کے کسی کو حاصل ہو تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے**؛ اس لئے استفتاء میں جو باتیں مذکور ہیں وہ خود حضرت سید الکونینؐ کی تعلیمات اور کتاب وسنت کے خلاف ہیں؛ اس لئے ایسے شخص کو اپنے ایمان کی حفاظت کی فکر کرنی چاہئے۔

[قل لا اقول لكم عندى خزائن الله ولا اعلم الغيب. [سورئه هود: ۳۱قل لا املک لنفسى نفعا ولا ضر االا ما شاى اللـه ولو كنت اعلم الغيب لا تن كثرت من الخير وما مسنى السوى ان انا الا نذير وبشير

[لقوم یومنون.[سورۃ الاعراف،الآیۃ:۱۸۸

ولعل الحق ان یقال ان علم الغیب المنفی عن غیرہ جل وعلا ھو ماکان للشخص لذاۃ ای بلا واسطہ فی ثبوۃ لہ الخ.(روح (المعانی،سورۃ النمل :۶۵،زکریا ۱۱/۱۸)

اعلـم ان الانبیـاء لم یعلمو االمغیبھات من الاشیاء الا ما اعلمھم االلہ احیانا،وذکر الحنفیۃ تصریحا بـالتـکفیر باعتقاد ان النبیﷺ یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ:{قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ}.(شـرح فـقـہ الاکبـر،اشـرفی دیوبند/۱۸۵)فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفااللھعنہ ۲/رجب ۱۴۳۱ھ(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۵۸۱۰)

حضورﷺ کو علم غیب حاصل تھا یا نہیں؟

ہر جگہ حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہونے کی صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، یہ کسی انسان کی صفت نہیں ہے، آقائے نامدار علیہ الصلوۃ والسلام کو انہیں چیزوں کا علم تھا جن کو اللہ کے بتلایا اور اللہ تعالیٰ نے اخیر عمر میں آپﷺ کو اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا تھا، پس یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علوم ہیں، آقائے نامدار علیہ الصلاۃ والسلام پر بعض دفعہ اللہ تعالیٰ نے دور کی چیزیں منکشف فرمائیں، جیسا کہ بخاری شریف ۱/ ۵۴۸ میں ہے کہ معراج کے بعد آپﷺ حطیم کعبہ میں تشریف فرما تھے، اللہ تعالیٰ نے آپﷺ کے لئے بیت المقدس کی ہر ایک چیز منکشف فرمائی، آپﷺ نے ہر ایک چیز دیکھ دیکھ کر بیان فرمادی، اسی طرح بخاری شریف ۲/۶۱۱ میں ہے کہ غزوۂ موتہ کے موقع پر حضرت زید بن حارثہؓ، پھر حضرت جعفر طیارؓ، پھر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت کو اللہ تعالیٰ نے آپﷺ پر منکشف فرمایا، پھر آپﷺ نے صحابہؓ کو بتلایا، یہ نہ تو علم غیب ہے اور نہ ہی اس سے آپﷺ کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوتا ہے؛ بلکہ جس موقع پر اللہ تعالیٰ نے چاہا آپﷺ پر بطور معجزہ مختلف چیزیں منکشف فرمائیں؛ لیکن جب اللہ نے نہ چاہا آپﷺ پر کوئی چیز منکشف نہ ہوئی، اس پر بہت ساری دلیلیں ہیں، جن میں سے ہم آٹھ دلیلیں پیش کرتے ہیں

(۱) مسلم شریف ۲/۵۴ میں ہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن سہلؓ اور محیصہ بن مسعودؓ خیبر پہنچے، وہاں پہنچ کر جب الگ الگ ہوگئے ،تو عبداللہ بن سہلؓ کو کسی نے قتل کردیا لیکن قاتل کا پتہ کہیں نہ چل سکا اور نہ ہی آپﷺ نے کسی کو قتل کرتے ہوئے دیکھا، پھر آپﷺ نے ان یہودیوں سے قسمیں لیں؛ لیکن قاتل کا پتہ نہ چل سکا، اگر آپﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو قاتل کا ضرور پتہ لگ جاتا اور قسمیں لینے کی ضرورت نہ پڑتی۔

(۲) بخاری شریف ۲/۵۸۶ میں ہے کہ بیر معونہ میں ستر کبار صحابہؓ کو شہید کیا گیا؛ لیکن آپﷺ کو نہ خود ہی ان کی شہادت کا علم ہوا اور نہ ہی آپﷺ نے ان کو شہید کرتے ہوئے دیکھا بلکہ حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کی اطلاع کے بعد معلوم ہوا، اگر

آپ ﷺ عالم الغیب ہوتے تو آپ ﷺ کو ضرور پتہ چل جاتا۔

(۳) بخاری شریف ۲/۶۱۰ میں ہے کہ قبیلہ عرینہ کے لوگوں نے آپ ﷺ کے چرواہے کو قتل کیا اور جانور لے کر چلے گئے لیکن آپ ﷺ کو نہ لے جاتے وقت معلوم ہوسکا اور نہ آپ ﷺ نے قتل کرتے ہوئے دیکھا بلکہ بعد میں صحابہؓ نے اطلاع کی۔

(۴) بخاری شریف ۲/۶۱۰ میں ہے کہ غزوہ خیبر میں ایک یہودی عورت زینب بنت حارث نے آپ ﷺ کو زہر آلود بکری کا گوشت پیش کیا، آپ ﷺ کو زہر کا علم نہ ہوا اس لئے ایک لقمہ اٹھالیا اور صحابہؓ نے بھی کچھ تناول فرمایا، اس کے بعد ایک لقمہ نوش فرماتے ہوئے آپ ﷺ کو احساس ہوا۔

(۵) بخاری شریف ۲/۶۱۲ میں ہے کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے کفار مکہ کو خط روانہ کیا، جس کا علم آپ ﷺ کو نہ ہوا بلکہ جب وہ عورت روضہ خاخ میں پہنچی تو آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوا، اس سے پہلے آپ ﷺ کو علم نہ ہوسکا۔

(۶) بخاری شریف ۲/۵۹۳ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت کا مشہور واقعہ ہے جس کی حقیقت کا آپ ﷺ کو علم نہ ہوسکا اور آپ ﷺ تقریباً چالیس دن تک پریشان رہے بعد میں قرآن پاک کی آیت کے ذریعہ معلوم ہوا۔

(۷) بخاری شریف ۲/۶۶۳ میں ہے کہ غزوہ بنی مصطلق میں حضرت عائشہؓ کا ہار گم ہوا، جس کا علم آپ ﷺ کو نہ ہوا، جس کی وجہ سے سارا قافلہ پریشان ہوا اور بعد میں وہ ہار اونٹ کے نیچے ملا۔

(۸) بخاری شریف ۲/۸۵۸ میں آپ ﷺ پر جادو کا مشہور واقعہ موجود ہے، جادو کس طرح کیا گیا اور کس نے کیا آپ ﷺ کو اس کا علم نہ ہوسکا اور نہ آپ ﷺ نے کسی کو جادو کرتے ہوئے دیکھا بلکہ بعد میں وحی کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ایک یہودی لبید بن عاصم نے جادو کیا تھا۔ ان کے علاوہ بھی بہت سارے واقعات ہیں، جن سے یہ بات واضح ہوجاتی کہ آپ ﷺ عالم الغیب نہیں ہیں اور نہ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو آخر عمر میں ما کان وما یکون کا علم غیب عطا کیا گیا تھا، یہ صحیح نہیں ہے، اس پر آپ ﷺ کے تین واقعات ہیں جن سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ آپ ﷺ کو اخیر عمر میں بھی علم غیب عطا نہیں کیا گیا تھا۔

(۱) بخاری شریف ۲/۹۵۶ میں آپ ﷺ کی مرض الوفاۃ کا واقعہ ہے۔ آپ ﷺ پر تین مرتبہ غشی طاری ہوئی، تو ہر مرتبہ پوچھتے تھے کہ نماز ہوئی یا نہیں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کو علم غیب عطا نہیں کیا گیا۔

(۲) بخاری شریف ۲/۹۶۶ میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ قیامت کے دن میرے سامنے سے میری امت کی ایک جماعت کو جہنم میں ڈالنے کے لئے لے جایا جائے گا، تو میں کہوں گا اے اللہ! یہ میرے امتی ہیں تو کہا جائے گا آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیسی بدعات ایجاد کیں، چنانچہ ان کو آپ ﷺ کے سامنے سے کھینچ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(۳) بخاری شریف ۲/۱۱۱۸ میں شفاعت کے بارے میں آپ ﷺ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس دن میرے دل میں حمد وثنا کے ایسے الفاظ ڈالیں گے کہ جن کے ذریعہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور وہ الفاظ مجھے ابھی معلوم نہیں ہیں، اس وقت

معلوم ہوں گے۔الغرض نبی کریم ﷺ کے لئے علم غیب مان کر ہر جگہ حاضر وناظر اور آپ ﷺ کو عالم الغیب کہنا قرآن،احادیث شریفہ اوراجماع کے خلاف ہے، چنانچہ مسلم شریف ۱/ ۹۸ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں جو شخص یہ کہے کہ محمد ﷺ کل کی غیبی خبروں کا علم رکھتے ہیں،اس نے اللہ پر بہتان باندھا،اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں کہ آسمانوں اورزمینوں کے مغیبات کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔آخرحدیث عائشہ:''ومن زعم انه يخبر بما يكون في غد فقط اعظم على الله الفرية،والله يقول:قل لا يعلم من في السموت والارض الغيب الا الله. (مسلم شریف،الایمان،باب معنیٰ قول اللہ عزوجل:''ولقدرآہ نزلۃ اخریٰ''...النسخۃ الہندیۃ ۱/ ۹۸،بیت الافکار،رقم:۱۷۷،بخاری شریف التفسیر سورۃ (النجم۲/ ۷۲۰،رقم:۴۶۶۷،ف:۴۸۵۵)

اس لئے جو شخص ایسے عقائد رکھتا ہواس کے ایمان کا خطرہ ہے،فوراًتوبہ کر کے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اورآئندہ ایسے عقائد کے قریب بھی نہ جائے، نیز ایسا شخص جب تک ان عقیدوں سے توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔

اعلـم ان الانبيـاء لـم يـعلمو االمغيبات من الاشياء الا ما اعلمهم الله احيانا،وذكر الحنفية تصر يحا بـالتـكـفير باعتقاد ان النبي ﷺ يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ:قل لا يعلم من في السموات والارض الغيب الا الله.(شرح فقه اكبر/ ۱۸۵)

قـل لا امـلـک لـنفسي نفعا ولا ضراا لا ما شاى الله ولو كنت اعلم ا لغيب لستكثرت من الخير وما مسني السوى ان انا الا نذير وبشير لقوم يو منون.[سورة الاعراف،الآية:۱۸۸)

هـذا اذالـم يـو د الـفسـق او البـدعة الـى حـدالـكفر،اما اذاادى اليه فلا كلام في عدم جواز الصلوة خلفه.(شرح عقائد جديد،نعيميه/ ۱۶۰)

وانـمـا يجوز الاقتداء به مع الكراهة اذالم يكن ما يعتقده يودى الى الكفر عند اهل السنة والجماعة ،امـا لـو كان موديا الى الكفر فلا يجوز اصلا. (حلبى كبير،فصل في الامامة،الاولى بالامامة، اشرفى وسهيل/ ۵۱۴)فـقـط والـله سبحانه وتعالىٰ اعلم كتبه :شبير احمد قاسمى عفاالله عنه۷/جمادى الثانى ۱۴۲۱ھ:الف فتوىٰ نمبر: ۶۷۴۸/۳۵)الجواب صحيح)احقر محمد سلمان منصور پورى غفرله ۷/ ۶/ ۱۴۲۱ھ

کیا اللہ کے رسول ﷺ کو علم غیب عطا کیا گیا تھا؟

ذاتی اورکلی طور پر علم غیب تو صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے؛لیکن اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بہت سی غیبی باتوں کا علم عطا فرمادیا تھا،مگراس علم کی وجہ سے آپ کوذاتی اعتبار سے عالم الغیب نہیں کہا جاسکتا۔

[وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو(سورة الانعام ،آيت : ۵۹قالت عائشة-)

من حدثک انه یعلم مافی غد فقد کذب ،ثم قرات :وماتدری نفس ماذاتکسب غدا.[لقمان:۳۴]
ومن حدثک انهکتم فقد کذب.الحدیث (بخاری شریف،التفسیر سورۃ النجم ۲/۷۲۰،رقم:۴۶۶۷، ف : ۴۸۵۵ والحاصل ان الانبیاء لم یعلمو االمغیبات من الاشیاء الا بما اعلمهم الله تعالی 'احیانا ، وقد صرح علما ئناالحنفیة بتکفیر من اعتقد : ان النبی صلی الله علیه وسلم یعلم الغیب لمعا رضة قوله تعا لی قل لا یعلم من فی السمو 'ت والا رض الغیب الا الله . (شر ح الشفا ء ۲/ ۴۶۲) فقط والله سبحا نه وتعالی اعلم کتبہ:شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ:الف فتویٰ نمبر:۵۸۶۲/۳۴)الجواب صحیح)احقرمحمدسلمان منصور پوری غفرلہ۱۹/۷/۱۴۱۹ھ

کیاانبیاءکرامؑ کے پاس علم غیب تھا؟

(۱)فتویٰ دارالعلوم دیوبند

علم غیب سے مرادآپ کےنزدیک کیا ہے؟کلی یا جزئی،اگرکلی ہےتو یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے،یہ شمولی ہمارے نبی محمدعلیﷺ کسی نبی کوبھی کلی علم غیب نہیں دیا گیا۔الخ،واللہ تعالیٰ اعلم دارالافتاء،دارالعلوم دیوبند

(۲)فتویٰ دارالعلوم دیوبند

علم غیب کےسلسلے میں جمہورعلماءامت کاعقیدہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت کےسواغیب کوکوئی نہیں جانتا،نہ نبی نہ ولی،بہت سی آیات واحادیث اورعلماءامت کی تصریحات اس پر دال ہیں،قرآن شریف میں ہے:

(۱)وعنده مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو(الا نعام: ۵۹:)

(۲)قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضر االا ما شاء الله ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر وما مسنی السوء"(الاعراف ۱۸۸)

(۳) ما ادری ما یفعل بی ولا بکم"(الاحقاف ۹)

(۴) قل لا یعلم من فی السما وات والارض الغیب الا الله وما یشعرون ایان یبعتون"(النمل۶۵)

(۵)قل لا اقول لکم عندی خزآئن الله ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک"(الانعام(۵۰)

(۶)ان الله عنده علم الساعة وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ما ذا تکسب غداوماتدری نفس بای ارض تموت.(لقمان)

وعن عائشہؓ قالت من زعم انه يخبر بما يكون فی غد فقد اعظم على الله الفرية والله تعالىٰ يقول :قل لا يعلم من فی السماوات والارض الغيب الا الله(مسلم شريف: ١/١٥٩)

وقال ملا على القاری الحاصل ان الانبياء لم يعلموا المغيبات من الاشياء الا ما اعلمهم الله تعالىٰ احيانا (شرح فقه اكبر: ١٨٥)

واضح رہے کہ اللہ رب العزت نے سید الاولین والآخرین ﷺ کو شان نبوت کے لائق اپنی ذات وصفات اور امور اخرویہ سے متعلق اتنے علوم عطا فرمائے کہ دیگر تمام انبیاء وملائکہ اور تمام جن وبشر کے علوم کی حیثیت ایسی ہے جیسے بحر ناپید کنار کے سامنے ایک قطرہ کی ہوتی ہے، مگر یہ سب اللہ رب العزت کے عطا فرمانے سے ہے **یہی وجہ ہے کہ اتنے مغیبات کے علم کے باوجود لفظ علم الغیب کہنا آپ کی ذات مقدس کے واسطے جائز نہیں؛ کیونکہ حضور ﷺ کا علم غیب ذاتی نہیں ہے بلکہ بتعلیم اللہ تعالیٰ ہے اور علم الغیب اس کو کہتے ہیں جس کا علم ذاتی اور بغیر تعلیم کے ہو اور یہ صرف اللہ رب العزت کے ساتھ خاص ہے اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے علم الغیب کا اطلاق صرف اپنے لیے کیا ہے، لہٰذا کسی اور کو اس میں شریک کرنا جائز نہیں، جس طرح اللہ کے علاوہ کسی اور کو خالق، رزاق، خدا و معبود کہنا ممنوع ہے۔** واللہ تعالیٰ اعلم، دارالافتاء **دارالعلوم دیوبند**

فتاوی قاسمیہ

فتاوی قاسمیہ میں لکھا ہے۔ ذاتی اور کلی طور پر علم غیب تو صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بہت سی غیبی باتوں کا علم عطا فرما دیا تھا، مگر اس علم کی وجہ سے آپ کو ذاتی اعتبار سے عالم الغیب نہیں کہا جا سکتا۔ **[وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو** ۔[سورۃ الانعام، آیت:۵۹ قالت عائشہؓ:**من حدثك انه يعلم ما فی غد فقد كذب، ثم قرات : وما تدری نفس ما ذا تكسب غدا**۔[لقمان:۳۴]**ومن حدثك انه كتم فقد كذب ۔الحديث** (بخاری شریف، التفسیر سورۃ النجم ۲/۷۲۰، رقم:۶۶۷، ف:۴۸۵۵**والحاصل ان الانبياء لم يعلموا المغيبات من الاشياء الا بما اعلمهم الله تعالىٰ احيانا، وقد صرح علماء نا الحنفية تكفير من اعتقد :ان النبی ﷺ يعلم الغيب لمعارضة قول تعالىٰ(قل لا يعلم م فی السمٰوٰت والارض الغيب الا الله** ۔(فتاوی قاسمیہ جلد 1 ص 410 مؤلف: حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی صاحب (ناشر: مکتبہ اشرفیہ دیوبند الھند)

(۳) بنوری ٹاؤن کا فتویٰ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب، سرور کونین سیدنا ومولانا حضرت محمد ﷺ کو تمام جہانوں سے بڑھ کر علم عطا فرمایا، تمام کائنات مل کر بھی رسول اللہ ﷺ کے علم کا تصور نہیں کر سکتی، اسی طرح ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے اتنا وسیع علم عطا فرمایا کہ انبیاء کرامؑ کے علاوہ

تمام مخلوقات مل کر اس مقام تک نہیں پہنچ سکتیں، اور پھر رسول اللہ ﷺ کو تمام انبیاء کرامؑ پر فضیلت بخشی، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے "علم" (اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت) میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے، جو کسی کا عطا کیا ہوا نہیں ہے، جو اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ ہمیشہ سے اور ہمیشہ ہمیشہ تک ہر چیز کے بارے میں حاصل ہے، اس علم کے حصول میں کسی بھی قسم کا واسطہ نہیں ہے، جس کی خبر اللہ تعالیٰ کو کسی نے نہیں دی۔ شریعت کے عرف میں "علم غیب" سے یہی مراد ہوتا ہے اور اس پر غیب کا اطلاق بندوں کی نسبت سے ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم جو بلا واسطہ، کسی کے بتائے بغیر ہمیشہ سے ہمیشہ تک کے لیے حاصل ہے، اس میں کوئی بھی شریک نہیں ہوسکتا۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کو اور ان کے واسطے امتوں کو جنت، جہنم اور قبر کے احوال نیز بہت سی وہ "، " باتیں بتائی ہیں جو پردہ غیب میں ہیں۔ جنہیں "اخبار غیب ، انباء الغیب یا اطلاع علی بعض المغیبات کہا جاتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو جتنا چاہتے ہیں اخبار غیب عطا فرماتے ہیں، لیکن غیب کی خبر کو غیب کا علم نہیں کہا جاتا کیونکہ یہ علم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے حاصل ہوتا ہے اور بسا اوقات جبرئیل امین کا بھی درمیان میں واسطہ آجاتا ہے، لہٰذا ان اخبار غیب کو علم غیب کہا جاسکتا۔ اسے (بلاتشبیہ) ایک مثال کے ذریعے سمجھئے ایک وہ شخص ہے جو کوئی چیز ایجاد کرے یا کوئی سائنسی تجربہ کر کے جدید ٹیکنالوجی حاصل کرے اور دوسرا شخص وہ ہے جو پہلے شخص سے ٹیکنالوجی حاصل کر کے وہی چیز بنائے، یا دنیا میں سب سے پہلے اس ٹیکنالوجی کی خبر دے اس کی تشہیر کرے۔ ظاہر ہے کہ دنیاوی نظم کے تحت ایجاد موجد کی ہی کہلائے گی، اور خبر دینے والے یا اس ایجاد کو نقل کر کے اشیاء بنانے والے کو موجد نہیں کہا جائیگا۔ اسی طرح بلاتشبیہ سمجھ لیجئے کہ ایک غیب کا براہ راست بلاواسطہ علم ہے، اور دوسرا انہی مغیبات میں سے بعض اشیاء کے بارے میں خبر دینا ہے۔

علم غیب اور اخبار غیب کا فرق

علم غیب اور اخبار غیب کا فرق قران مجید نے بھی واضح کیا ہے، ذیل میں دونوں طرح کی آیات ذکر کی جاتی ہیں مذکورہ تشریح کی روشنی میں دونوں آیات اپنی جگہ واضح ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"قل لااقول لکم عندی خرائن الله ولااعلم الغیب ولااقول لکم انی ملک (الانعام : ۵۰)

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ میں غیب جانتا ہوں، نہ ہی میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

سیدنا نوح علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب اللہ تعالیٰ نے یوں نقل فرمایا ہے

"ولااقول لکم عندی خزائن الله ولااعلم الغیب ولااقول انی ملک (هود : ۳۱)

ترجمہ: میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ میں غیب جانتا ہوں نہ ہی میں فرشتہ ہوں۔

سورۃ النمل میں ہے"قل لایعلم من فی السموات والارض الغیب الاالله"(النمل ۶۵)

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔

سورہ اعراف میں ہے: قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضراالا ما شاء الله ولو کنت اعلم الغیب لا تکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان ان الا نذیر وبشیر لقوم یومنون(الاعراف:188)

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ میں اپنے لیے نہ تو نفع کا مالک ہوں، اور نہ ہی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے، اور اگر میں غیب جانتا تو میں بہت زیادہ خیر حاصل کرتا، اور مجھے برائی چھوتی ہی نہیں، میں تو ڈرانے والا اور خوس خبری دینے والا ہوں ایمان والوں کو۔

یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ بہت سے مواقع پر رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچائی گئی۔ مثلاً: آپ ﷺ کے پاس کچھ لوگ آئے اور انہوں نے خود کو مسلمان ظاہر کیا، اور کہا کہ قوم میں تبلیغ دین اور قرآن کریم سکھانے کی ضرورت ہے، آپ ﷺ قراء و علماء کرام کو ساتھ بھیج دیں، اس طرح کے دو واقعے پیش آئے جن میں آپ ﷺ کے صحابہ کرام کو راستے میں دھوکے سے شہید کر دیا گیا۔ ظاہر بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ دشمن کی سازش کو جانتے ہوئے اپنی امت کے ان منتخب لوگوں کو ہرگز ان کے حوالے نہ فرماتے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو گوشت میں زہر دیا گیا اور آپ ﷺ نے ایک لقمہ منہ میں لیا بھی، جسے تھوک دیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس گوشت نے خبر دی کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے، اور مرض وفات میں آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ مجھے خیبر کے زہر کا اثر محسوس ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ پہلے سے علم ہوتا تو حضور ﷺ ہرگز زہر آلود گوشت تناول نہ فرماتے۔ جب کہ دوسری طرف بے شمار مواقع پر قبل از وقوع واقعہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اطلاع دے دی، اور آپ ﷺ نے قیامت تک پیش آنے والے بے شمار احوال کی امت کو خبر دے دی، بلکہ جنت وجہنم میں داخلے تک مراحل کی بے شمار غیبی خبریں پہنچا دیں، غزوہ تبوک کے موقع پر فرمایا اما انها ستهب الليلة ريح شديدة فلا يقو من احد ومن كان معه بعير فليعقله"(صحیح البخاری:1481، صحیح مسلم 1392)

ترجمہ: خبردار! آج رات سخت آندھی چلے گی، لہٰذا کوئی بھی کھڑا نہ ہو اور جس کے پاس اونٹ ہو، اسے باندھ لے۔

اور پھر اسی طرح ہوا۔ اسی طرح غزوہ بدر کے موقع پر آپ ﷺ نے کفار کے سرداروں کے قتل کی جگہیں متعین فرما دیں، چنانچہ وہ اپنے مقتل سے ایک سوت ادھر اُدھر نہ ہو پائے۔ آپ ﷺ نے ایک موقع پر طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس میں قیامت تک آنے والی ہر قابل ذکر جماعت اور گروپ کا ذکر فرمایا اور اس کے امیر (لیڈر) کا نام بھی بتایا، اور ایک موقع پر آپ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے تو دونوں ہاتھوں میں دو رجسٹر تھے، دائیں ہاتھ والے کی بابت فرمایا کہ اس میں اہل جنت کے نام ہیں، جب کہ بائیں ہاتھ والے کی بابت فرمایا کہ اس میں اہل جہنم کے نام ہیں، پھر ان دونوں رجسٹروں کو اشارہ سے چھوڑ دیا اور وہ غائب ہو گئے۔ اور آپ ﷺ نے دجال کے آنے سے پہلے قسطنطنیہ کی فتح کی بشارت دی، اور مغرب کی فتح کے بعد جب دجال کے ظہور کی باطل خبر دنیا میں پھیلے گی اس وقت مسلمانوں کی فاتح فوج جن افراد کو دجال کی خبر کی تحقیق کے لیے روانہ کرے گی، حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے

فرمایا میں ان کو ان کے نام سے جانتا ہوں۔اس طرح کی بے شمار خبریں اور آپ ﷺ کے معجزات ہیں۔

چنانچہ اللہ جل وعلا سورہ آل عمران آیت نمبر 44 اور سورہ یوسف آیت نمبر 102 میں فرماتے ہیں

" ذلک من انباء الغیب نوحیه الیک "

ترجمہ: یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جسے ہم آپ (ﷺ) کی طرف وحی کرتے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے

اماالغیب فما غاب عن العباد من امر الجنة و امر النار وماذکر فی القرآن ج ا ص ۴۰

یعنی غیب وہ ہے کہ جو بندوں سے پوشیدہ ہو جیسے جنت وجہنم کے حالات ومعاملات اور جو کچھ کہ قرآن شریف میں بیان کیا گیا ہے (ابن کثیر)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہے

ولا اقول لکم عندی خزائن الله ولا اعلم الغیب اخبر بتذلله وتو اضعه لله عزوجل ،وانه لا یدعی مالیس له من خزائن الله،وهی انعامه علی من یشاء من عباده،وانه لا یعلم الغیب،لان الغیب لا یعلمه الا الله عزوجل ولا اقول لکم عندی خزائن الله ولا اعلم الغیب

''میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ ہی میں غیب جانتا ہوں یہ فرما کر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی اور بے بسی کا تذکرہ کیا ہے، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کے خزانے آپ ﷺ کے پاس نہیں ہیں، آپ ﷺ ایسا دعویٰ بھی نہیں کرتے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا انعام ہوتا ہے، جس بندے پر چاہے کرے۔ یہ بھی بتایا کہ آپ ﷺ غیب نہیں جانتے، کیونکہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔(الجامع لاحکام القرآن: 27،26/9)

<u>خلاصہ یہ ہے کہ "علم غیب" باری تعالیٰ کا خاصہ ہے، جو اللہ کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے، البتہ انبیاء کرامؑ خصوصاً رسول اللہ ﷺ کو بے شمار اخبارِ غیب عطا دی گئی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ایسے علوم عطا فرمائے ہیں کہ تمام مخلوق مل کر بھی کسی نبی کے علم کی ہمسری کرنا تو در کنار پاسنگ تک بھی نہیں پہنچ سکتی۔ فقط واللہ اعلم</u>

(فتویٰ نمبر: 144004201615 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن)

<u>حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا فتویٰ</u>

حضرت تھانویؒ لکھتے ہے:

<u>اگر قصداً ہو اور علم وقدرت کا بھی اعتقاد ہو اور نصوص معارضہ میں تاویل کرے تو اشد بدعت ہے۔</u>

(تتمہ رابعہ ص۲۹/۹ امداد الفتاویٰ جدید۔ جدید مطول حاشیہ شبیر احمد القاسمی جلد 12 ص 70 جمادی الاولی ۱۴۳۴ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنے کا حکم

پہلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ شرعی محاورہ میں ''عالم الغیب'' صرف اسی ہستی کو کہا جاتا ہے جس کو ذاتی طور پر بلا واسطہ غیب کا علم ہو اور یہ شان صرف اللہ جل شانہ کی ہے، **اس لئے رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب کہنا موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے**۔(کتاب النوازل جلد2 ص174)

کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا کیا گیا تھا؟

سوال ۲۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کہتا ہے کہ اللہ کے رسول کو علم غیب تھا، دوسرا شخص کہتا ہے اللہ کے رسول کو علم غیب نہیں تھا۔ اس کا جواب کلام پاک اور حدیث پاک سے دیں۔ المستفتی: نور محمد امروہہ گیٹ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق:

ذاتی اور کلی طور پر علم غیب تو صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بہت سی غیبی باتوں کا علم عطا فرمادیا تھا، مگر اس علم کی وجہ سے آپ کو ذاتی اعتبار سے عالم الغیب نہیں کہا جاسکتا۔

وعنده مفا تيح الغيب لا يعلمها الا هو.(سو رة الانعا م ، آيت : ۵۹)

قالت عائشه ؓ:من حدثک انه يعلم مافی غد فقد كذب،ثم قرات :وماتدری نفس ماذاتكسب غدا.[لقمان:۳۴]

ومن حدثک انه كتم فقد كذب.الحديث (بخاری شريف،التفسير سورة النجم۲/ ۷۲۰،رقم: ۴۶۶۷،ف:۴۸۵۵)

والحاصل ان الانبياء لم يعلموا المغيبات من الاشياء الابما اعلمهم الله تعالیٰ احيانا،وقد صرح علماء نا الحنفية بتكفير من اعتقد ان النبی ﷺ يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لا يعلم من فی السمٰوٰت والارض الغيب الا الله.(شرح الشفاء ۲/ ۴۶۲)فقط والله سبحانه وتعالیٰ اعلم كتبه:شبير احمد قاسمی عفاالله عنه ۲۰ ؍رجب ۱۴۱۹ھ ،الف فتویٰ نمبر: ۵۸۶۲/۳۴)الجواب صحيح)احقر محمد سلمان منصور

پوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۴۱۹ھ)

کیا حضور علیہ السلام کو علم تھا؟

سوال ۲۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور محمد مصطفیٰ علیہ السلام کو علم غیب تھا یا نہیں؟ المستفتی: فرقان احمد دلپت پور مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق:

علم غیب کے بارے میں پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ علم غیب کسے کہتے ہیں؟

اس کے بعد اصل مسئلہ سمجھا جاسکتا ہے، واضح رہے کہ علم غیب کا مطلب اور حقیقت یہ ہے کہ غیب کی باتوں کو بلا کسی کنکشن اور واسطہ کے جان لیا جائے، نہ بیچ میں فرشتہ کا واسطہ ہو اور نہ وحی کا واسطہ ہو، اسی طرح نہ کسی ٹلیفون کے تار کا واسطہ ہو اور نہ موبائل کے ٹاور کا اس میں کوئی دخل ہو اور نہ فضاء اور خلا میں سٹیلا ئٹ کا واسطہ ہو اور نہ ہی الٹرا ساونڈ کے آلہ کا واسطہ ہو، غرضیکہ کسی قسم کے واسطہ اور کنکشن اور آلہ کے بغیر غیب کی باتوں کو جان لینے کا نام علم غیب ہے لہٰذا وحی کے واسطے یا فرشتے یا مخلوق کے واسطے سے غیب کی باتیں معلوم ہوجانا علم غیب نہیں ہے، اسی طرح ٹیلیفون کے تار کنکشن سے یا موبائل فون کے ٹاور اور سیٹلا ئٹ کے واسطے سے ایشیاء میں رہ کر ایک منٹ میں امریکہ کی بات معلوم ہوجائے تو یہ علم غیب نہیں ہے، اور نہ ہی دنیا میں کوئی اس کو علم غیب کہتا ہے، اسی طرح الٹرا ساؤنڈ کے آلہ کے واسطے سے عورت کے پیٹ میں بچہ زندہ ہے یا مردہ، لڑکا ہے یا لڑکی، کتنی عمر کا بچہ ہے، کوئی غیر مسلم بھی بتا دیتا ہے، اس کو کوئی علم غیب نہیں کہہ سکتا بلکہ <u>علم غیب تو وہ ہے جو کسی قسم کے کنکشن آلہ اور واسطے کے بغیر معلوم ہوجائے اور یہ علم غیب صرف خدائے وحدہ لاشریک لہ کی صفت خاصہ ہے، کائنات میں کسی مخلوق کو یہ علم حاصل نہیں</u>، نہ نبی کو حاصل ہے اور نہ کسی ولی کو اور نہ کسی تجربہ کار سائنسداں کو، نیز مخصوص فرشتہ اور وحی کے ذریعہ سے غیب کا علم جو نبی کو حاصل ہوتا ہے وہ کسی غیر نبی کو حاصل نہیں ہوسکتا ہے اور حضور اکرم علیہ السلام کو جتنی بھی معلومات حاصل ہوئیں وہ سب کی سب وحی کے واسطہ اور کنکشن سے ہوئی ہیں اس لئے حضور اکرم علیہ السلام کو اللہ کا عطا کیا ہوا علم حاصل تھا اور علم غیب کی جو تعریف کی گئی ہے کہ جو بغیر کسی واسطے اور کنکشن کے کسی کا عطا کیا ہوا ہو وہ صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور اسی کا نام علم غیب ہے۔ "**عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احد االا من ارتضی من رسول**(سورۃ الجن، آیت: ۲۶-۲۷)

ولعل الحق ان یقال: ان علم الغیب المنفی عن غیره جل وعلا هو ما کان للشخص لذاته ای بلا واسطة فی ثبوة له. (روح المعانی، سورة النمل: ۶۸، زکریا ۱۱/۱۸)

یخبر هم انه لا قدرة له علی التصرف فی خزائن الله ولا یعلم من المغیب الا ما اطلعه الله

علیہ۔(مختصر تفسیر ابن کثیر،سورۃ ھود: ۳۱،دارالقرآن الکریم بیروت ۲/۲۱۸،ومثلہ فی شرح الفقہ الاکبر /۱۸۵،اشرفی دیوبند)فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ ۳/رجب ۱۴۳۱ھ:الف فتویٰ نمبر:۹۳/۱۰۱۱)(الجواب صحیح)احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

کیا آپ ﷺ عالم الغیب تھے؟

سوال۳۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سرکار دو عالم اماموں کے امام اعظم،رسول اللہ ﷺ کو علم غیب تھا یا نہیں؟ جیسے کہ اللہ پاک کو ہے یا اللہ پاک کے ذریعہ سے رسول اللہ ﷺ کو علم غیب معلوم ہوتا تھا یا نہیں؟ المستفتی:عبدالسلام اندھیری ویسٹ ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق:

آپ ﷺ کے مراتب نبوت کے لئے جس قدر علم کی ضرورت تھی وہ حاصل تھا البتہ جمیع ماکان ومایکون کا علم حاصل نہیں تھا، چنانچہ خداوند قدوس نے آپ ﷺ کو یہ قدرت نہیں دی تھی کہ جونسی بات جب چاہیں معلوم کرلیں کیونکہ یہ صفت صرف خدائے پاک کی ہے البتہ باطلاع خدا آپ ﷺ کو اکثر غیوب کا علم حاصل تھا۔(مستفاد: فتاویٰ احیاء العلوم ۱۵۶)

اعلم ان الانبیاء لم یعلموا االمغیبات من الاشیاء الا ما علمھم اللہ احیانا ،وذکر الحنفیۃ تصر یحا با عتقاد ان النبی ﷺ یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ:قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ.(شرح فقہ الاکبر،اشرفی دیوبند/۱۸۵)

وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو.[سورۃ الانعام،آیت : ۵۹]

قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ.(سورۃ النمل،آیت :۲۵)

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہٖ احد االا من ارتضٰی من رسول.(سورۃ الجن،آیت : ۲۶-۲۷)

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب.(سورۃ الانعام، آیت:۵۰،سورۃ الھود آیت: ۳۱
)

وما کا ن اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن ااllah یجتنی من رسلہ من یشاءء.(آل عمران، الآیۃ: ۱۷۹)

یخبر ھم انہ لا قدرۃ لہ علی التصرف فی خزائن االلہ ولایعلم من المغیب الا مااطلعہ اللہ علیہ.(مختصر تفسیر ابن کثیر ،دارالقرآن الکریم ۲/۲۱۸)

والحاصل ان الانبياء لم يعلمو االمغيبات من الاشياء الا بما اعلمهم الله تعالیٰ احیانا،وقد صرح علماء ناالحنفية بتكفير من اعتقد ان النبی ﷺ يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لا يعلم من فی السمٰوٰت والارض الغيب الا الله [سورة النمل،آیت:٦٥](شرح الشفاء٢/٤٦٢)،بحوالہ فتاویٰ بسم االله ١/٣٩٢)فقط والله سبحانه وتعالیٰ اعلم کتبه:شبیر احمد قاسمی عفاالله عنه٢٥ /٥ /١٤٢١ھ:الف فتویٰ نمبر:٣١/٥ ٤٠٢٥)(الجواب صحیح)احقر محمد سلمان منصور پوری غفرله

نبی اکرم ﷺ کے لئے علم غیب ماننا اور علماء دیو بند کو کافر کہنے والے کا حکم

سوال۱۳۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(۱) کہ اگر کوئی شخص نبی کریم ﷺ کو حاضر وناضر سمجھتا ہو اور علم غیب بھی مانتا ہو۔

(۲) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ،حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ،حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ،حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ،حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ اور موجودہ علمائے دیوبند کو اور مسلک دیوبند پر چلنے والے تمام لوگوں کو برملا مائک پر کافر،نجدی،ایمان سے خارج بتاتا ہو،تو کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

(۳) مندرجہ بالا عقیدہ رکھنے والے کی اگر موت واقع ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب سے مرحمت فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں المستفتی:محمد عباس،گرام راجیو ال،بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق:

(۱-۲) ایسا شخص جو نبی کریم ﷺ کے متعلق حاضر وناظر اور علم غیب ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو،وہ فاسق اوضلالت وگمراہی میں مبتلا ہے اور ایسے پاکباز علماء ومشائخ کو برملا کافر کہنا خود اس کے ایمان کے لئے خطر ہے اس لئے ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں ہے،اس کی جگہ کسی متبع شریعت شخص کو امام بنایا جائے۔

وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبی ﷺ يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالیٰ:قل لا يعلم من فی السمٰوٰت والارض الغيب الاالله.(شرح فقه الاكبر،اشرفی دیوبند١٨٥)

(واما من قال:ان نبينا اوغيره احاط بالمغيبات علما كما احاط علم الله بها ،فقد كفر.(حاشية الصاوی علی جلالين٢/١٨٨)

من قال ارواح المشايخ حاضرة تعلم يكفر.(البحرالرائق،كتاب السير،باب احكام المرتدين

،کوئٹہ۵/۱۲۴،زکریا۵/۲۰۹،بزازیہ، النوع الثانی :فیما یتعلق باللہ تعالیٰ،جدید زکریا ۱۸۲/۳،وعلی هامش الهندیة،زکریا ۳۲۶/٦) والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف ما یعتقده اهل السنة والجماعة،وانما یجوز الا قتداء به مع الکراهة اذالم یکن مایعتقده یودی الی الکفر عند اهل السنة والجماعة،اما لوکان مودیا الی الکفر فلا یجوز اصلا.(حلبی کبیر،فصل فی الامامة الاولیٰ بالامامة،اشرفی دیوبند/۵۱۴،شرح العقائد،نعینیه دیوبند/ ۱۲۰)

عن عبداللہ بن مسعودؓقال:قال رسول اللہ ﷺ:سباب المسلم فسوق وقتاله کفر.(ترمذی،باب ماجاء فی سباب المومن فسوق،النسخة الهندیة۲ /۲۹،دارالسلام،رقم:۲٦۳۵،بخاری شریف،الادب،باب ماینهی عن السباب واللعن۲/۸۹۳،رقم :۵۸۰۹،ف:٦۰۴۴)

عن الحسن قال: سمعت انس بن مالکؓقال:لعن رسول اللہ ﷺثلاثة:رجل ام قوما وهم له کار هون...وفی حاشیته:کارهون:ای لامرمذموم فی الشرع.(ترمذی،الصلاة،باب ماجاء فیمن ام قوماوهم له کارهون،النسخة الهندیة ۱/۸۲-۸۳،دارالسلام،رقم:۳۵۸)

فان کانت البدعة تکفره فالصلاة خلفه لا تجوز.(البحر،کتاب الصلاة ،باب الامامة،زکریا ۱/۶۱۱،کوئٹہ ۱/۳۴۹)

وقال علیه السلام:أیما امری قال لا خیه یا کافر،فقد باء بها احد هما،ان کان کما قال والا رجعت علیه.(مسلم شریف،الایمان،باب بیان حال ایمان من قال لاخیه المسلم:یاکافر (النسخة الهندیة /۵۷،بیت الافکار،رقم:۶۰)

والتحقیق ان الحدیث سیق لزجرالمسلم عن ان یقول ذلک لاخیه المسلم،معنی الحدیث:فقد رجع علیه تکفیره،فالر اجع التکفیر لاالکفر.(فتح الملهم ،باب بیان من قال لا خیه المسلم:یاکافر،اشرفیه دیوبند ۱/۵۳۵)

قال الرملی.ان کراهة تقدیم الفاسق والمبتدع کراهة التحریم.(منحة الخالق،کتاب الصلاة،باب الامامة،زکریا ۱/۶۱۱،کوئٹہ۱/۳۴۹حلبی کبیر،فصل فی الامامة،اشرفیه دیوبند/۵۱۳،هدایه،باب الامامة،اشرفی دیوبند ۱/۱۲۲،شامی ،باب الامامة،کراچی ۱/۴۱۳، زکریا ۲/۲۹۹)

وجملة ان کان من اهل قبلتنا ولم یغل حتی لم یحکم بکفره تجوز الصلاة خلفه وتکره.(حاشیة چپلی علی تبیین الحقائق،باب الامامة،ملتان ۱/۱۳۴،زکریا دیوبند ۱/۳۴۶،فتاویٰ محمودیه

ڈابھیل ۲/۲۶۰،۲/۲۶۷،۴۶۷،احسن الفتاویٰ،زکریا ۱/۳۶،باقیات فتاویٰ رشیدیہ ۱۴-۱۵)

(۳) ہمارے اکابر اہل سنت والجماعت کی رائے یہ ہے کہ فاسق اور گمراہ کی بھی نماز جنازہ پڑھ لی جائے، حتی کہ قطاع الطریق (ڈاکو) کی نماز جنازہ کی بھی گنجائش قرار دی گئی ہے؛ اس لئے ایسے فاسق اور بدترین آدمی کی بھی نماز جنازہ پڑھنے کی گنجائش ہے، کسی کا دل نہ چاہے تو نہ پڑھے اور اگر کوئی اس کی نماز جنازہ پڑھ لے تو اس کو گنہگار نہیں کہا جائے گا۔

قال علیہ الصلاۃ والسلام صلوا علی کل بر وفاجر. (ابوداؤد،الصلاۃ،النسخۃ الھندیۃ ۱/۳۴۳،دارالسلام،۵۹۴،سنن الدار قطنی بیروت ۲/۴۴،رقم ۱۷۵۰،السنن الکبریٰ للبیھقی جدی ۵/۳۲۳،رقم: ۶۹۳۲،قدیم: ۳/۱۲۱)

عن ابن سیرین قال: ما اعلم ان احدامن اھل العلم ولا التا بعین ترک الصلاۃ علی احد من اھل القبلۃ تأثما. (مصنف ابن ابی شیبۃ،باب فی الرجل یقتل نفسہ،والنفساء من الزنا ھل یصلی علیھم،موسسۃ علوم القرآن بیروت۷/۳۸۵،رقم:۱۱۹۷۷)

والصلاۃ واجبۃ علی کل مسلم براکان اوفا جرا،وان عمل الکبائر. (ابوداؤد،الجھاد،باب فی الغزومع ائمۃ الجور ۲/۳۵۰،دارالسلام،رقم:۲۵۳۳)

واما اذا قتلو ابعد ثبوت ید الامام علیھم فانھم یغسلون ویصلی علیھم ،وھذا تفصیل حسن اخذبہ کبار المشایخ لان قتل قاطع الطریق فی ھذہ الحالۃ حد او قصاص ،ومن قتل بذلک یغسل ویصلی علیہ. (شامی،باب صلاۃ الجنائز،مطلب ھل یسقط فرض الکفایۃ بفعل الصبی؟کراچی۲/۲۱۰،زکریا ۳/۱۰۷،تبیین الحقائق،باب الشھید،ملتانی ۱/۲۵۰،زکریا دیوبند۵۹۶،البحر/۱ الرائق،کتاب الجنائز ،باب صلاۃالشھید،کوئٹہ۲/۲۰۰،زکریا۲/۳۴۹،۳۵۰،۳۵۰)فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم کتبہ :شبیر احمد قاسمی عفاللہ عنہ۲۲؍محرم الحرام۱۴۳۵ھ(الف فتویٰ نمبر:۱۱۴۰۵/۴۰)

علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز کا حکم

سوال۳۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید جس کا عقیدہ ہے کس صرف بتوں سے مانگنا اور ان کو پوجنا، انہیں سجدہ کرنا ممنوع ہے اور انبیاءؑ واولیاء کرام سے مانگنا، ان کو سجدہ کرنا انہیں پکارنا منع نہیں ہے، انبیاء واولیاء کرام سارے جہاں میں تصرف کرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں کر ڈالتے ہیں، اللہ نے انہیں اسے خوبی سے نوازا ہے، اولیاء اللہ روزی رسا، مشکل کشا، مرادوں کو پوری کرنے والے ہیں اور حضور ﷺ حاضر وناظر اور علم غیب پر مطلع ہیں اور اپنے غلاموں کو اطلاع

کرتے ہیں۔ زید مسجد کا پیش امام ہے اور مسجد کا سارا نظام اذان، جماعت، تکبیر صلوۃ وغیرہ مندرجہ بالا عقیدہ کی روشنی میں ادا ہوتے ہیں؟ بکر جو مندرجہ بالا عقائد کو شرک اور بدعت سمجھتا ہے، تو بکر کے لئے اس امام کے پیچھے جمعہ وفرض نماز پڑھنا شرع کی روشنی میں کیسا ہے؟ جب کہ زید کے پیچھے نماز نہ پڑھنے پر بکر مجبور ہے کہ وہ تنہا ہی نماز ادا کرے اور جماعت کے ثواب سے محروم رہے، جواب سے مطلع فرمائیں نوازش ہوگی۔ المستفتی: مشکور احمد فیض آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق:

زید کا عقیدہ غلط ہے اور اس کا دعویٰ نصوص شرعیہ اور احادیث نبویہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ اور مذکورہ عقیدہ رکھنے والے شخص کے ایمان سلب ہو جانے کا خطرہ ہے، چنانچہ علماء نے اس کی صراحت کی ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کے علم غیب کا عقیدہ رکھے اور انبیاءؑ واولیاء کرام کو نفع ونقصان کا مالک جانے تو اس کے ایمان سلب ہو جانے کا خطرہ ہے اس لئے کہ یہ عقیدہ قرآن کے معارض ہے۔

وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبی ﷺ يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالیٰ: قل لا يعلم من فی السمٰوٰت /والارض الغيب الا الله. (شرح فقه الاكبر، اشرفی ديوبند ۱۸۵) كذافی الشامی، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب فی دعویٰ علم الغيب لا تكثرت من الخير مسنی السوی ان انا الا نذير وبشير لقوم يومنون. [سورة الاعراف، الآية: ۱۸۸]

میں حضور ﷺ سے اختیار نفع وضرر کی نفی فرمائی گئی ہے، تو جب حضور ﷺ عالم الغیب نہیں اور نہ ہی کسی کو نفع ونقصان پہنچانے کے مالک ہیں، تو اولیاء کرام کو کیسے روزی رسا، مشکل کشا اور مرادوں کو پورا کرنے والا کہا جا سکتا ہے لہٰذا جو شخص ایسا عقیدہ رکھے اس کے ایمان کے سلب ہو جانے کا خطرہ ہے اور زید چونکہ مذکورہ عقائد رکھتے ہوئے نماز پڑھتا ہے اس لئے اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی، ایسے شخص کو امامت سے ہٹا کر کسی دوسرے صحیح العقیدہ اور متبع سنت آدمی کو امام تجویز کریں، ورنہ سب لوگ گنہگار رہوں گے۔

وما نقل عن بعض السلف من المنع من الصلوة خلف المبتدع محمول على الكراهة الصلوة اذ لا كلام فی كراهة الصلوٰة خلف الفاسق والمبتدع، هذا اذالم يؤدالفسق او البدعة الى حد الكفر، اما اذا ادى اليه فلا كلام فی عدم جواز الصلوة. (شرح عقائد، قديم/ ۱۲۱، جديد، نعيميه ديوبند ۱۵۹، كذا فی الشامی، كتاب الصلاة، باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام، زكريا ۲/ ۲۹۹، كراچی ۱/ ۵۶۰)

والمراد بالمبتدع من يعتقد شيئا على خلاف ما يعتقده اهل السنة والجماعة،وانما يجوز الاقتداء به مع الكراهة اذالم يكن ما يعتقده يودی الی الكفر عند اهل السنة والجماعة،اما لو كان موديا الى الكفر فلا يجوز اصلا.(حلبی كبير،فصل فی الامامة الاولى بالامامة،اشرفی دیوبند ۵۱۴،شرح العقائد،نعیمیه دیوبند/۱۶۰)فقط والله سبحانه وتعالیٰ اعلم كتبه:شبير احمد قسمی عفالله عنه ۱۱/جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۱۶۳/۴۰۶۳)(الجواب صحیح)احقر محمد سلمان منصور پوری غفرله (۱۱/۶/۱۴۱۵ھ(فتاویٰ قاسمیه جلد 1ص419)مؤلف:حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی صاحب)-(ناشر:مکتبه اشرفیه دیوبند الهند-)

حضور کے لئے علم غیب کو ثابت کرنا

سوال(۵۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے عمر کو قرآن وحدیث سے حضور کے علم غیب ہونے کا ثبوت دیا،عمر نے جواب دیا کہ حضور کے علم غیب کو نہیں مانتا،تو اس صورت میں اس کو کافر کہیں گے یا مسلمان؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق:

علم غیب کلی؛اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لئے ثابت کیا ہی نہیں جاسکتا،قرآن کریم کی واضح آیتیں ثابت کرتی ہیں کہ اللہ رب العزت کے علاوہ دنیا میں کوئی شخص خواہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو،عالم الغیب نہیں ہے۔ارشاد ربانی ہے

[وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو][الانعام : ۵۹)

[ولله غيب السمٰوٰت والارض واليه يرجع الا مر كله][هود:۲۳]

قل لا يعلم من فی السمٰوٰت والارض الغيب الا الله][النمل:۶۵]

خود جناب رسول اللہ کے قول وفعل سے ثابت ہے کہ آپ علم غیب کلی سے متصف نہیں تھے،آپ سے قرآن کریم میں کہلوایا گیا۔

قل لا اقول لكم عندی خزائن الله ولا اعلم الغيب}[الانعام ۵۰)

نیز فرمایا گیا[ولو كنت اعلم الغيب لا تكثرت من الخير}[الاعراف:۱۸۸}

البتہ اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب کی بہت سی باتوں (قبر کے حالات، جنت اور جہنم کے

حالات،محشر کے حالات،محشر کے حالات،اسی طرح دنیا کے فتنوں وغیرہ کی پیشین گوئیوں)پر مطلع فرما دیا تھا،مگر ظاہر ہے کہ بعض حالات کے علم کی وجہ سے آپ کو عالم الغیب نہیں کہا جا سکتا؛لہٰذا مسئلہ وصورت میں اگر عمر نے حضور کے لئے علم غیب کلی کا انکار کیا ہے تو وہ بلا شبہ مسلمان ہے اور اس کا عقیدہ قرآن وسنت کے موافق ہے،اور زید نے اگر حضور کے لئے علم غیب کلی کا ثبوت کیا ہے تو وہ غلطی پر ہے،حضور کو علم غیب ذاتی سے متصف ماننا شرک ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ۱۰۳)،فتاویٰ محمودیہ۱/۱۱۱)

عن عائشة الله عنها قالت:من حدثك انه يعلم الغيب فقد كذب،وهو يقول لا يعلم الغيب الا الله.(بخاری شريف ۲/۱۰۹۸،حديث :۷۰۸۳)

اخبرني ابو الزبير انه سمع جابر بن عبدالله يقول :سمعت النبيﷺيقول:قبل ان يموت بشهر:تسئلوني عن الساعة،وانما علمها عند الله.(مسلم شريف ۲/۳۱۰)

عن ابن شهاب ان سهل بن سعد الانصاری اخبره ان رجلا اطلع من حجرفي باب رسول الله اومع رسول اللهﷺ مدرىً يرجل به راسه،فقال له رسول اللهﷺ:لو اعلم انک تنظرني طعنت به عينک.(مسلم شريف ۲/۲۱۲)فقط والله تعالىٰ اعلم كتبه :احقر محمد سلمان منصور پوری غفرله ۲۴/۳/۱۴۱۶ه)

ابوجہل کے ہاتھ میں کنکریوں سے کلمہ پڑھوانے پر حضورﷺ کے علم غیب کا ثابت ہونا؟

سوال(۵۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:ایک شخص کا یہ دعویٰ ہے کہ نبی اکرم عالم الغیب تھے کیونکہ اپنے چچا ابوجہل کے ہاتھ میں کنکریوں سے کلمہ پڑھوایا،حالانکہ اس وقت کوئی جبرئیل نہیں آئے تھے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق:

کنکریوں سے کلمہ کی آواز آنا معجزہ سے متعلق واقعہ ہے،اس سے پیغمبرؑ کے عالم الغیب ہونے پر استدلال صحیح نہیں،اور شرعاً عالم الغیب اس کو کہا جاتا ہے جس کو بغیر کسی واسطے کے غیب کی باتوں کا تفصیلی علم ہو،اس اعتبار سے یہ خصوصیت صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کے لئے خاص ہے،اور حضور اکرم کو جن غیب کی باتوں کا علم ہوا اور بلا واسطہ نہیں تھا بلکہ وحی کے ذریعہ تھا،اور وہ علم بھی جزئی تھا کلی نہیں تھا،اس لئے آپکی ذات اقدس پر عالم الغیب کا اطلاق درست نہ ہوگا۔

[وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبي من رسله من يشآىء}[آل عمران:۱۷۹]

بالجملة علم الغيب بلا واسطة كلا اوبعضا مخصوص بالله جل وعلا،لا يعلمه احد من الخلق

اصلا. (روح المعانی،نمل: ۲۵، ۲۰/۱۲ بیروت)

لو تزوج بشهادة الله ورسوله لا ینعقد،ویکفر لا عتقاده ان النبی یعلم الغیب. (البحر الرائق،کتاب النکاح کوئٹه ۱۵۵/۳ ،وکذا فی العالمگیریة ۲۶۶/۲)

وبالجملة فالعلم بالغیب امر تفرد به سبحانه وتعالیٰ،ولهٰذا ذکر فی الفتاویٰ:ان قول القائل عند رؤیة هالة القمر: ای دائرته یکون مطر اً،فادعی علم الغیب لا بعلامته کفر،وذکر الحنفیةتصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی ﷺ :یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ: {قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا الله}[نمل :۶۵](شرح فقه اکبر ۱۵۱ ،بحواله فتاویٰ محمودیه ۴۸۳/۱)فقط والله تعالیٰ اعلم املاه:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرله ۱۰/۳/۱۴۳۴ه الجواب صحیح:شبیر احمد عفاالله عنه.

آنحضرت کے علم غیب کا عقیدہ

سوال(۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:تقویۃ الایمان میں علامہ اسماعیل شہیدؒ نے ہرمخلوق بشمول حضور اکرم ﷺ کے علم غیب کی نفی کی ہے،حتی کہ یہاں تک لکھ دیا ہے کہ ’’اگرکسی نبی یاولی یاجن یافرشتے یاامام یاامام کے بیٹے یاپیر یاشہید کو یانجومی رمال جفال کو یافال کھولنے والے کو یاپنڈت کو یا بھوت پریت کو یاپریوں کو ایسامان لیاجائے تو ماننے والا مشرک ہوجاتا ہے‘‘۔(تقویۃ الایمان ۳۰،مطبوعہ فیصل پبلی کیشنز دیوبند)

تو سوال یہ ہے کہ نبی اکرمؐ کوعلم غیب حاصل ہے یانہیں؟اورآپ کو عالم الغیب کہا جاسکتا ہے یانہیں؟تشفی بخش جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق

’’تقویۃ الایمان‘‘ کی مذکورہ عبارت میں حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے یہ بات بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی بلکہ کسی بھی مخلوق کوکلی علم غیب عطانہیں کیا ہے؛ لہٰذا کسی مخلوق کے لئے علم غیب کلی کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں البتہ اللہ جب چاہتا ہے کسی کو کچھ غیبی باتوں کا علم عطافرمادیتا ہے اور ہمارے سرکار حضرت محمد مصطفی ﷺ کو اللہ نے سب سے زیادہ علم غیب عنایت فرمایا ہے لیکن بایں ہمہ تمام علم غیب عنایت نہیں کیا گیا۔ چنانچہ علامہ موصوفؒ اس عبارت سے کچھ اوپر ہی لکھتے ہیں:

سو یقین رکھنا چاہئے کہ غیب کے خزانہ کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے،اس نے کسی کے ہاتھ میں نہیں دی،اورکوئی اس کا خزانچی نہیں،مگر اپنے ہی ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا جس کو چاہے بخش دے،اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑسکتا‘‘۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کو بہت سی غیبی باتوں کا علم یقیناً عطا فرمایا گیا؛ لیکن تمام خذانہ غیب آپ کے حوالہ نہیں کیا گیا تھا، یعنی علم غیب کلی آپ کو حاصل نہ تھا، یہی اہل سنت والجماعت کا متفقہ موقف ہے، اس بات سے حضور اکرم ﷺ کی عظمت اور علم میں نہ تو کچھ کمی آتی ہے اور نہ آپ کی توہین ہوتی ہے۔ اگر اس بات سے حضور اکرم ﷺ کی عظمت اور علم میں نہ تو کچھ کمی آتی ہے اور نہ آپ کی توہین ہوتی ہے اگر اس بات سے حضور پرنور ﷺ کی توہین ہوتی تو نہ صرف یہ کہ علامہ اسماعیل شہیدؒ نے ایسی توہین کا ارتکاب کیا ہے بلکہ علامہ احمد رضا خا بریلوی بھی اسی توہین کے مرتکب ہیں اس لئے کہ وہ بھی اپنی کتاب ''الدولۃ المکیۃ'' کے صفحہ ۲۵ پر یہی بات لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کو تمام غیوب کا علم نہیں تھا، موصوف فرماتے ہیں:

فانا لا ندعی انه ﷺ قد احاط بجمیع معلومات الله سبحانه وتعالیٰ، فانه محال للمخلوق.

(ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ رسول خدا ﷺ کا علم شریف تمام معلومات الٰہیہ کو محیط ہے کیونکہ یہ تو مخلوق کے لئے محال ہے۔

اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں: **ولا نثبت بعطاء الله تعالیٰ ایضا الا البعض**''۔

اور ہم عطاء الٰہی سے بھی بعض علم (ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع)

خالص الاعتقاد ۳۳۲۳ پر فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ کا علم بھی جمیع معلومات الٰہی کو محیط نہیں''۔

نیز ''تمہید ایمان'' اور اسی کے صفحہ ۲۴ پر ہے: ''اور جمیع معلومات الٰہیہ کو علم مخلوق کا محیط ہونا بھی باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے''۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ علامہ احمد رضا خان بریلوی بھی حضور ﷺ کو جمیع غیوب کا عالم نہیں مانتے ہیں بلکہ تمام غیوب کے تفصیلی علم کا حصول نہ صرف آپ کے لئے بلکہ ہر مخلوق کے لئے محال ہے اور اس کا عقیدہ رکھنا باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے، یہی بات بعینہٖ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ بھی فرماتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حقیقت یہی ہے کہ آپ علیہ السلام عالم الغیب نہ تھے (جیسا کہ خان صاحب خود اعتراف کرتے ہیں) اور قرآن واحادیث اور اجماع سلف سے یہی معلوم ہوتا ہے؛ لہٰذا اس کے خلاف جو بھی عقیدہ رکھے گا یا کسی انسان یا بھوت پری کو عالم الغیب مانے گا وہ مشرک اور کافر ہوگا۔ (مستفاد: فیصلہ کن مناظر ۱۶۹)

اب قرآن کریم کی چند ایسی آیات پیش کی جارہی ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو علم غیب کلی نہیں دیا گیا تھا۔

[وعنده مفاتیح الغیب لا یعلمها الا هو][الانعام: ۵۹]

ولله غیب السمٰوٰت والارض والیه یرجع الامر کله}[هود: ۱۲۳)

له غیب السمٰوٰت والارض ابصربه واسمع}[کهف: ۲۶}

ولله غیب السمٰوٰت والارض وما امر الساعة الا کلمح البصر}[النحل: ۷۳}

قل لا يعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا الله }[نمل:٦٥}

قل لا اقول لکم عندی خزآئن الله ولا اعلم الغیب}[الا انعام:٥٠}

ولو کنت اعلم الغیب لا تکثرت من الخیر وما مسنی السوی}[الا عراف:١٨٨}

وما دری ما یفعل بی ولا بکم ان اتبع الا مایوحی الی وما انا الا نذیر مبین}[الاحقاف:٩}

ان الله عنده علم الساعةوینزل الغیث،ویعلم مافی الارحام ،وما تدری نفس ماذا تکسب غدا،وما تدری نفس بای ارض تموت،ان الله علیم حکیم.[لقمان :٣٤]

یسئلک الناس عن الساعة قل انما علمها عندا لله وما یدریک لعل الساعة تکون قریب }[الاحزاب:٦٣}

یسئلونک عن الساعة ایان مرسها فیم انت من ذکرها الی ربک منتها ها انما انت منذرمن یخشاها}[النازعت:٤٢-٤٣-} [٤٤-٤٥]

ومن اهل امدینه مردواعلی النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم}[التوبة:١٠١}

ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علم غیب ذاتی صرف اللہ ہی کو حاصل ہے،اسی کی ذات عالی کے ساتھ خاص ہے،اس کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں۔

وبالجملة علم الغیب بلا واسطة کلا اوبعضا مخصوص بالله تعالیٰ لا یعلمه احد من الخلق اصلا(روح المعانی ١١/٢٠،نمل:٦٥)

ولا اعلم الغیب ای ولا اقول لکم انی اعلم الغیب انما ذاک من علم الله تعالیٰ ولا اطلع منه الا علی ما اطلعنی علیه.)(تفسیر ابن کثیر انعام :٥٠ ٢/ ١٨١)

نیز احادیث مبارکہ میں بھی بکثرت یہ مضمون وارد ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کو ذاتی طور پر علم غیب حاصل نہیں۔اس سلسلہ میں چند احادیث شریفہ ذیل میں درج ہیں

(١) عن عائشه الله عنها قالت :من حدثک انه یعلم الغیب فقد کذب،وهو یقول لا یعلم الغیب الا الله.(بخاری شریف (١٠٩٨/٢،حدیث: ٧٠٨٣)

(٢) اخبرنی أبوالزبیر انه سمع جابر بن عبدالله یقول :سمعت النبی ﷺیقول قبل ان یموت بشهرتسئلونی عن الساعة،وانما علمها عندالله.(مسلم شریف ٣١٠/٢)

(٣) عن ابن شهاب ان سهل بن سعد الانصاری اخبره ان رجلا اطلع من جحرفی باب رسول الله

اومع رسو ل الله ﷺمدریً یر جل به رأسه ،فقال له رسول الله ﷺ:لو اعلم انک تنظرنی طعنت به عینک .(مسلم شریف ۲۱۲/۲)

نیز ذخائرحدیث میں ایسے واقعات بھرے پڑے ہیں جوآپ ﷺ سے علم غیب کی نفی کرتے ہیں،مثلاً

حضرت عائشہؓ پر تہمت کا واقعہ۔(بخاری ۶۹۶/۲)

سفر کے دوران حضرت عائشہؓ کے ہار گم ہونے کا واقعہ (بخاری ۴۸/۱)

بیر معونہ میں ستر صحابہ کے قتل ہونے کا واقعہ۔(مشکوۃ شریف ۵۴۲)

اورفقہاءکرام بھی آپ ﷺ کوعالم الغیب ماننے والےکوکافرقراردیتے ہیں:وذکر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبی ﷺیعلم الغیب.(شرح فقہ اکبر۱۸۵)

وحاصله ان دعویٰ علم الغیب معارضة لنص القرآن فی کفر بها.(شامی زکریا ۳۸۵/۶)فقط والله تعالیٰ اعلم کتبه :احقر محمد سلمان منصور پوری غفرله ۱۹/۳/۱۴۳۰ھ الجواب صحیح :شبیر احمد عفاالله عنه (کتاب النوازل جلد 2ص165)مؤلف:مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری صاحب(ناشر :المرگز العلمی للنشر والتحقیق مراد آباد)

حضور کے لئےعلم غیب ماننے والامسلمان ہے یانہیں؟

سوال(۵۷):- کیافرماتے ہیں علماءدین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک بریلوی اپنی تقریر میں یہ کہہ رہاتھا کہ حضور ﷺ کوعلم غیب ہے لہٰذا جوحضور کے لئے علم غیب مانے کیاایساانسان مسلمان ہے یانہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق

اس میں کوئی شک نہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو بہت سی غیب کی باتوں کاعلم عطاءکیا گیا ہےلیکن آپ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کوعلم غیب کلی حاصل تھاجیسے اللہ کوحاصل ہے یہ یقیناً شرک ہے،قرآن کی واضح آیات سےاس کی نفی ہوتی ہے،اگرکوئی جاہل نبی اکرم ﷺ کے لئےعلم غیب کلی کا اعتقاد رکھتا ہے،تو اسکے کفر میں کوئی شبہ نہیں ،اوراگر جزئی علم غیب کا قائل ہےتو وہ کافرتو نہیں البتہ اس بنیاد پر بھی پیغمبرؑ کوعالم الغیب کہنا صحیح نہیں کیونکہ عالم الغیب اسے ہی کہاجاسکتا ہے جسےعلم غیب کلی حاصل ہواور یہ اللہ کے ساتھ خاص ہے۔

[ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر][الاعراف:۱۸۸}

قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا الله} [النمل:٦٥]

قل لا اقول لکم عندی خزائن الله ولا اعلم الغیب}[الانعام :٥٠]

وفی حدیث جبرئیل: "ماالمسئول عنها باعلم من السائل"(مشکوۃ شریف ١١،صحیح مسلم)

عن عائشہؓ قالت:..من حدثک انہ یعلم الغیب فقد کذب،وھو یقول :لا یعلم الغیب الا الله.(بخاری شریف ١٠٩٨/٢)

ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلم المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمھم الله تعالیٰ احیانا ،وذکر الحنفیة تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبیؐ یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ {قل لا یعلم من فی السمیٰوٰت والارض الغیب الا الله.[النمل:٦٥](شرح الفقه الاکبر اشرفی ١٨٥ ،کفایت المفتی ١٨٢/١ ،فتاویٰ رشیدیه ص:٨٧،محمودیه ڈابھیل ٤٨٨/١)فقط والله تعالیٰ اعلم کتبه:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرله ١٢/١/١٤٣٠ھ الجواب صحیح :شبیر احمد عفالله عنه

نبی اکرم علیہ السلام کو علم غیب کلی حاصل نہ تھا

سوال(۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی درج ذیل عبارتوں کے بارے میں کیا اس عبارت میں حضورﷺ کے علم کی توہین کی گئی ہے؟ پھر یہ کہ آپﷺ کی ذات مقدس پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہوتو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب،اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہے تو حضورﷺ کی ہی کیا تخصیص ہے،ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہرصبی،مجنون، بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے(حوالہ حفظ الایمان ۱۵،مطبوعہ دارالکتاب دیوبند)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق

سوال میں مذکور عبارت حفظ الایمان مکتبہ نعمانیہ ص:۱۰/ پر ہے۔معترض صاحب اگر یہاں پر بغیر کانٹ چھانٹ کے پوری عبارت نقل کردیتے اور جہاں پر عبارت کا مفہوم پورا ہوتا ہے وہاں تک نقل کردیتے ،تو مفہوم بالکل واضح ہوکر سامنے آجاتا کہ اس عبارت سے حضورﷺ کے علم کی اہانت نہیں ہورہی ہے بلکہ ایک حقیقت واضح کی جارہی ہے۔دراصل یہ عبارت حضرت نے یہ بحث کرتے ہوئے لکھی ہے کہ جس طرح حضور اکرمﷺ کو خاتم النبیین ،سید المرسلین وغیرہ الفاظ سے یاد کرسکتے ہیں کیا اسی طرح "عالم الغیب" کا اطلاق آپ کی ذات پر درست ہے یا نہیں؟ البتہ حضور اکرمﷺ کو علم غیب حاصل تھا یا نہیں؟ پھر کل علم غیب حاصل تھا یا بعض؟

یہ بحث وہاں پرنہیں کی ہے، یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے اصل عبارت کا مطلب سمجھیں، جودرج ذیل ہے آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پرعلم غیب کاحکم کیا جانا (یعنی آنخضرت ﷺ کو عالم الغیب کہنا اور آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا) اگر بقول زید صحیح ہو،تو دریافت طلب (اسی زید سے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد (یعنی اس لفظ غیب سے جولفظ عالم الغیب میں عالم کے بعد واقع ہے اور جس کی وجہ سے وہ آنخضرت ﷺ کو عالم الغیب کہتا ہے) بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں (یعنی تم حضور ﷺ کو بعض علوم غیب کی وجہ سے عالم الغیب کہتے ہواور تمہارا یہی اصول ہے کہ جس کو بعض غیب کی باتیں بھی معلوم ہوں گی اس کو تم عالم الغیب کہو گے) تو اس میں (یعنی مطلق بعض غیب کے علم میں اور اس کی وجہ سے عالم الغیب کہنے میں) حضور ﷺ کی ہی کیا تخصیص ہے؟ ایسا (بعض) علم غیب (کہ تم کسی کو عالم الغیب کہنے کے لئے بعض غیب پوشیدہ) باتوں کا علم اس کے لئے کافی سمجھتے ہو) تو زید وعمر وبلکہ ہرصبی ومجنون ؛ بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے''۔(معترض نے یہیں تک عبارت نقل کی ہے (حالانکہ اس کا مفہوم آگے جا کر پورا ہوتا ہے،حضرت آگے فرماتے ہیں کیونکہ ہر شخص کوکسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ (تمہارے اس ''اصول کی بنا پر کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے بھی عالم الغیب کہا جا سکتا ہے) سب کو عالم الغیب کہا جائے''

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ ہے کہ کل علم غیب کی وجہ سے آپ ﷺ کو عالم الغیب کہا جائے ، دوسری یہ کہ بعض علم غیب کی وجہ سے، پہلی شق تو اس لئے باطل ہے کہ آپ ﷺ کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ وعقلیہ سے ثابت ہے،اور دوسری اس لئے باطل ہے کہ بعض غیب کا علم (یعنی پوشیدہ باتوں کو جاننا) دنیا کی دوسری حقیر چیزوں کو بھی ہے،اس اصول پر تو سب کو عالم الغیب کہنا پڑے گا جو ہر طرح سے باطل ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کو عالم الغیب کہنا درست نہیں ہے۔(مستفاد: فیصلہ کن مناظرہ ۱۶۴-۱۶۷)

ظاہر ہے کہ اس تقریر میں پیغمبرؑ کے لیے اہانت کا کوئی پہلو نہیں نکلتا (فقط واللہ تعالیٰ اعلم)۔

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہٖ احدا. الا من ارتضی من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصدا}[الجن: ۲۶،۲۷]

وماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاءء (ال عمران : ۱۷۹)

قال العلامۃ الآلوسیؒ: فاللہ سبحانہ وتعالیٰ عالم کل غیب وحدہ،فلا یطلع علی ذٰلک المختص علمہ بہ تعالیٰ اطلا عاکا ملا احد امن خلقہ،لیکون الیق بالتفر دو ابعد عن تو ھم مساواۃ علم خلقہ لعلمہ سبحانہ،وانما یطلع جل وعلا اذاا طلع من شاء علی بعضہ مما تقتضیہ الحکمۃ التی ھی مدار سائر افعالہ عزوجل....ای لکن الرسول المرتضٰی یظھرہ جل وعلا علی بعض الغیوب المتعلقۃ برسالتہ.(روح المعانی

۲۹/ ۹۶ داراحیاء التراث العربی،الجن: ۲۶-۲۷

(و لاأعلم الغیب): أی ولا أقول لکم انی أعلم الغیب انما ذاک من علم الله عزوجل ولا أ طلع منه الا علی ما اطلعنی علیه . (تفسیر ابن کثیر ۱۸۱/۲ ۔مکتبه دار الفیحاء)

ثم ان الا نبیاء یعلمو ن کثیرامن الغیب بتعر یف الله تعالیٰ ایا ھم. (الجا مع الا حکا م القرا ن الکریم للقرطبی لقما ن : ۳۴، ۲۱/ ۶۹ ادا رالفکر بیروت ،فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ۱/ ۴۷۱،فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۱۸/ ۲۵۵)

واما من قال:ان نبینا او غیره احاطه بالمغیبات علماً کما احاط علم الله بها،فقد کفر.(حاشیة الصاوی علی الجلالین۲/ ۱۸۸)فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبه:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرله ۱۹/ ۳/ ۱۴۳۰ھ الجواب صحیح :شبیر احمد عفاالله عنه

کیا حضرت تھانویؒ نے حضور کے علم کو مجنون اور پاگل کے علم سے تشبیہ دی ہے؟

سوال(۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ رضا خانیوں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے آنحضرت ﷺ کے علم کو مجنون اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دی ہے،اس بارے میں حفظ الایمان کی عبادت پیش کرتے ہیں اس الزام کی کیا حقیقت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق

الزام مذکورہ کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت تھانوی قدس سرہ سے کسی شخص نے تین سوال کئے تھے،ان میں تیسرا سوال یہ تھا کہ رسول اللہ علیہ وسلم کو ’’عالم الغیب‘‘ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

حضرت تھانویؒ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں؟ اور اس کی دو دلیلیں تحریر فرمائیں

پہلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ شرعی محاورہ میں ’’عالم الغیب‘‘ صرف اسی ہستی کو کہا جاتا ہے جس کو ذاتی طور پر بلا واسطہ غیب کا علم ہو اور یہ شان صرف اللہ شانہ کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

[ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثر ت من الخیر]’[الا عرا ف : ۱۸۸]

قل لا یعلم من فی السموٰت والا رض الغیب الا الله] [النمل : ۶۵]

[قل لا اقول لكم عند ی خزا ئن الله ولا اعلم الغيب] [الا نعا م : ۵۰]

[وفـی حديث جبرا ئيل : " ما المسئو ل عنها با علم من السا ئل " . (صحيح مسلم رقم ۱ ، مشكو ة شريف ۱۱)

عن عا ئشه رضی الله عنها قالت :من حدثک أنه يعلم الغيب فقد كذب ، وهو يقول :لا يعلم الغيب الا الله . (بخاری شريف ۱۰۹۸/۲)

ثم اعلم أ ن الا نبيا ء لم يعلم المغيبا ت من الا شيا ء الا ما أ علمهم الله تعالی أحيا نا ، و ذكر الحنفيه تـصـر يـحـا با لتكفير با عتقا و أن النبی عليه الصلا ة والسلا م يعلم الغيب لمعا رضة قوله تعالیٰ[قل لا يعلم من فـی السـمـوٰت والا رض الغيب الا الله . [النمل : ۶۵] (شر ح الفقه الا كبر اشر فی ۱۸۵ ، كفا يت المفتی ۱۸۲/۱، (رشيد يه ص : ۸۷ ، بحوا له : محمو ديه ڈابهيل ۱ /۴۸۸)

اوردوسری دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اگر رسول ﷺ کوتمام غیوب کا تفصیلی علم ہے، جیسا کہ خدا تعالیٰ کو ہے، تو یہ خیال قران و حدیث کے خلاف ہے، جیسا کہ قران کریم میں ہے

[وعنده مفا تح الغيب لا يعلمها الا ّهو] [الا نعام : ۵۹]

[قل لا اقول لكم عندی خزائن الله ولا اعلم الغيب] [الا نعا م : ۵۰]

[ولو كنت اعلم الغيب لا استكثرت من الخير وما مسنی السوی] [الا عرا ف : ۱۸۸]

اسی طرح اور بے شمار آیات واحادیث موجود ہیں، اور اگر غیوب جاننے کی وجہ سے عالم الغیب کہا جائے، تو ایسے غیب کی کچھ باتوں کا علم تو ہر کس و ناکس کو حاصل ہے، ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسروں سے مخفی ہے، اسی طرح ہر حیوانات کو کچھ چیزیں ایسی معلوم ہیں جو لوگوں کو نہیں، تو اس غلط نظریہ سے لازم آئے گا کہ آنحضرت ﷺ کی طرح ہر حیوان کو بھی عالم الغیب کہا جائے، اس میں حضور ﷺ کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب تو زید، عمر، بکر، ہر صبی، مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی ہے۔ اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی وعقلی سے ثابت ہے۔ (حفظ الایمان امدادیہ دیو بند ۹)

خود حضرت تھانویؒ ''بسط البنان'' میں دوسری دلیل کی عبارت کا تسلی بخش جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لفظ ''ایسا'' ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نہیں آتا بلکہ اہل لسان اپنے محاورات میں بولتے ہیں ''اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے'' تو کیا یہاں خدا تعالیٰ کے قادر ہونے کو دوسروں کے قادر ہونے سے تشبیہ دینا مقصود ہے؟ ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں؟ (بسط البنان مع حفظ الایمان ۱۲۰۱۱)

خلاصہ کلام حفظ الایمان کی عبارت بالکل واضح اور صاف ہے، اور ایسے علم غیب سے غیب کی کچھ باتوں کا علم مراد ہے، اس کا

واضح قرینہ حضرت کا یہ جملہ ہے ''کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسروں سے مخفی ہے''لیکن خان صاحب اپنی عادت کے مطابق ''حسام الحرمین''میں اس جملہ کو حذف کر کے آگے پیچھے کی عبارت نقل کی ہے،اور قائل کی مراد کے خلاف لفظ ''ایسا علم غیب'' سے حضور ﷺ کا علم شریف مراد لے کر ایک کفریہ مضمون کشید کیا،اور یہ الزام حضرت تھانویؒ کے سر تھوپا ہے،حضرت تھانویؒ نے اپنی کسی بھی تصنیف میں ہرگز یہ نہیں لکھا ہے کہ جیسا علم رسول اللہ ﷺ کو ہے ویسا تو ہر بچہ اور ہر پاگل کو بلکہ ہر جانور اور چوپائے کو بھی حاصل ہے بلکہ اس کے برخلاف حضرت تھانویؒ نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا کنایۃً ایسی بات کہے وہ کافر ہے۔حضرت خود فرماتے ہیں:''یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو در کنا میرے قلب میں بھی اس مضمون کا خطرہ نہیں گذرا،اب جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارہ ایسی بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور ﷺ کی''۔(بسط البنان مع حفظ الایمان ۱۱)

پھر اس کتاب کے اخیر میں ہے کہ ''بفضلہٖ تعالیٰ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ ﷺ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''(مستفاد: چھٹا محاضرہ بر موضوع رد رضا خانیت ۳۹-۴۱،فتاویٰ محمودیہ ۱/۱۶۹-۱۷۲،ایضاً ۹۲/۱۶)

امید ہے کہ اس وضاحت سے آنجناب کو تسلی ہوجائے گی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۵/۳ھ(کتاب النوازل جلد 2 ص 174)مؤلف:مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری صاحب-(ناشر:المرکز العلمی للنشر والتحقیق مراد آباد،انڈیا-)

علم غیب ذاتی وعطائی کی حقیقت

سوال ۳۶:کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:کہ زید کا کہنا ہے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں:ایک ذاتی،ایک عطائی۔اور یہ دعویٰ کر کے کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو عطائی علم غیب حاصل ہے؛اس لئے آپ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کریں زید کا قول کہاں تک درست ہے۔المستفتی:محمد رضوان الحق گڈا بہار

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق:ہر جگہ حاضر وناظر اور عالم الغیب کی صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے،یہ کسی انسان کی صفت نہیں ہے،آقائے نامدارؐ کو ان ہی چیزوں کا علم تھا جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اخیر عمر میں آپ ﷺ کو اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا،یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علوم ہیں..............................(الی ان قال)

الغرض نبی کریم ﷺ کے لئے علم غیب مان کر ہر جگہ حاضر وناظر ماننا اور آپ ﷺ کو عالم الغیب کہنا قرآن،احادیث شریفہ

اوراجماع کے خلاف ہے چنانچہ مسلم شریف ا/ ۹۸ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: جو شخص یہ کہے کہ محمد ﷺ کل کی غیبی خبروں کا علم رکھتے ہیں، اس نے اللہ پر بہتان باندھا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کے مغیبات کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ آخر حدیث عائشہ:''

ومن زعم انه يخبر بما يكون فى غد فقط اعظم على الله الفرية،والله يقول:قل لا يعلم من فى السمٰوٰت والارض الغيب الا الله.مسلم شريف ،كتاب الايمان ،باب معنى قول الله عزوجل:''ولقد راه نزلة اخرى''النسخة الهندية ا /٩٨ ،بيت الافكار،رقم :٢٧٧،بخارى شريف،التفسير ،سورة الحج ٢/ ٧٢٠،رقم :٤٦٦٧،ف:٤٨٥٥) فقط والله سبحانه وتعالىٰ اعلم كتبه :شبير احمد قاسمى عفالله عنه ٢٦/جمادى الثانى ١٤٢١ه :الف فتوىٰ نمبر :٣٥/ ١٦٧٩)الجواب صحيح) احقر محمد سلمان منصور پورى غفرله ٢٦/٦/ ١٤٢١ه (فتاوىٰ قاسميه جلد1ص 429)مؤلف :حضرت مولانا مفتى شبير احمد القاسمى صاحب-(ناشر:مكتبه اشرفيه ديوبند الهند-

مفتی شبیر احمد قاسمی کا فتویٰ

آپ ﷺ کو''ما کان وما یکون'' کا اتنا علم حاصل ہے کہ جتنا اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی عطا فرمایا ہے۔ انسان کے دلوں کی باتوں کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے، یہ عالم الغیب اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے اور دوسروں کے حالات بغیر کسی کنکشن کے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں، اگر حضور ﷺ کو وحی کے ذریعہ کسی کے دل کی بات معلوم ہو جائے تو اس میں کوئی اشکال نہیں لیکن بغیر وحی اور بغیر فرشتوں کے اسی طرح بغیر کسی کنکشن کے آپ کو کسی کے دل کی بات معلوم نہیں ہوتی لہٰذا بلا کسی کنکشن کے دوسروں کے دلوں کی بات معلوم ہونے کا عقیدہ رکھنا سخت خطرناک ہے، اس سے توبہ کرنا لازم ہے، اس سلسلے میں قرآن آیات اور فقہی جزئیات ملاحظہ فرمائیے

[قال الله تبارک وتعالىٰ:قل لا يعلم من فى السماوات والارض الغيب الا الله.[النمل :٦٥]

والانبياءؑ لم يعلموا المغيبات من الاشياء الا ما علمهم الله تعالىٰ احيانا ،وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبى ﷺ يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ:قل لا يعلم من فى السماوات والارض الغيب الا الله.(شرح فقه اكبر جديد /١٨٥)

حقيقة الشرک ان يعتقد انسان فى بعض المعظمين من الناس الاثار العجيبة الصادرة منه،انما صدرت لكونه متصفا بصفة من صفات الكمال مما لم يعهد فى جنس الانسان،بل يختص بالواجب جل مجده

لا یوجد فی غیرہ.(حجۃ اللہ البالغۃ،۱۸۳/۱،مکتبہ حجاز دیوبند ۱۸۴/۱)فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفااللہ عنہ ۲۵/شبیر احمد قاسمی عفااللہ عنہ ۲۵/ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ الف فتویٰ نمبر: ۱۱۷۹۶/۴۱)الجواب صحیح)احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۱۲/۱۴۳۵ھ

مفتی سلمان منصور پوری کا فتویٰ

فتاویٰ رشیدیہ کے جس فتویٰ کا حوالہ سوال میں دیا گیا ہے وہ مطلق نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے۔ناقل نے فتویٰ کو ناقص نقل کر کے غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے،اگر پورا جواب پڑھا جائے تو اصل حقیقت واضح ہوجائے گی۔حضرت کا جواب درج ذیل ہے جب انبیاءؑ کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ''دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے اور جو یہ عقیدہ نہیں کر کے کہے تو کفر نہیں،مگر کلمہ مشابہ بکفر ہے الخ(مجموعۃ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ ۳۳۱/۴،فتاویٰ دارالعلوم ۲۳۴/۱۸،فرقہ بریلویت پاک وہند کا تحقیقی جائزہ ۲۳۰-۲۸۰)فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۳/۱۴۳۰ھ الجواب صحیح:شبیر احمد عفااللہ عنہ(کتاب النوازل جلد 2 ص 179)مؤلف:مولانا مفتی سیف محمد سلمان منصور پوری صاحب۔(ناشر :المرکز العلمی للنشر والتحقیق مرادآباد،انڈیا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ختم شد☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تراویح پر اجرت لینے دینے کا مسئلہ

تراویح پڑھانے پر اجرت اور نذرانہ لینا کیسا ہے؟

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا فتویٰ

(1) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں تراویح میں جو کلام اللہ پڑھے یا سنے اس کی اجرت دینا حرام ہے۔ (فتویٰ رشیدیہ ۳۹۲)

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کا فتویٰ

(2) حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں: اجرت دے کر قرآن سننا شرعاً جائز نہیں، لینے والا دینے والا دونوں گنہگار ہیں اور اگر بغیر تعیین اجرت سنایا جائے اور ختم قرآن کے بعد بطور تبرع دیا جائے تو اصح قول کی بنا پر یہ صورت بھی ناجائز ہے (فتاویٰ مظاہر علوم ۱/ ۴۸)

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا فتویٰ

(3) حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: حاصل جواب یہ ہوا کہ رواج مذکورہ فی السوال محض باطل اور مخالف شرع ہے اور ایسا ختم ہرگز موجب ثواب نہیں، بلکہ موجب معصیت ہے (امداد الفتاویٰ ۱/ ۴۸)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ کا فتویٰ

(4) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں: قرآن مجید تراویح میں سنانے کی اجرت لینا دینا جائز نہیں ہے (کفایت المفتی ۵ء۲/۳)

مفتی عزیز الرحمٰنؒ کا فتویٰ

(5) حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ فرماتے ہیں: اجرت پر قرآن شریف پڑھنا درست نہیں ہے اور اس میں ثواب نہیں ہے اور بحکم ''المعروف کالمشروط''، جن کی نیت لینے دینے کی ہے وہ بھی اجرت کے حکم میں ہے اور ناجائز ہے۔ اس حالت میں صرف تراویح پڑھنا اور اجرت کا قرآن مجید نہ سننا بہتر ہے اور صرف تراویح ادا کر لینے سے قیام رمضان کی فضیلت حاصل ہو جائیگی۔ (فتاویٰ دار العلوم ۴/ ۲۴ء)

مفتی اعظم پاکستان کا فتویٰ

(6) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: چھوٹی سورتوں سے نماز تراویح ادا کریں، اجرت دے کر قرآن نہیں سنیں ا/ کیونکہ قرآن سنانے پر اجرت لینا اور دینا حرام ہے۔(جوہر افقہ ۳۸۲)

اور امداد المفتیین میں فرماتے ہیں: اجرت لے کر قرآن پڑھنا اور پڑھوانا گناہ ہے اس لئے تراویح میں چند مختصر سورتوں سے بیس رکعت پڑھ لینا بلا شبہ اس سے بہتر ہے کہ اجرت دے کر پورا قرآن پڑھوائیں۔(امداد المفتیین ۳۵)

مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا فتویٰ

(7) حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی ''فرماتے ہیں: محض تراویح میں قرآن سنانے پر اجرت لینا اور دینا جائز نہیں، دینے والے اور لینے والے دونوں گنہگار ہوں گے۔اور ثواب سے محروم رہیں گے۔اگر بلا اجرے سنانے والا نہ ملے تو ''الم ترکیف'' سے تراویح پڑھیں (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ ص ۱۷۱)

مفتی رشید احمدؒ کا فتویٰ

(8) حضرت مفتی رشید احمد صاحب فرماتے ہیں خدمت کے نام سے نقد یا کپڑے وغیرہ دینا بھی معاوضہ ہی ہے اور اجرے طے کرنے کی بہ نسبت زیادہ قبیح ہے اس لئے کہ اس میں دو گناہ ہیں۔ایک قرآن سنانے پر اجرت کا گناہ اور دوسرا جہالت اجرت کا گناہ (احسن الفتاویٰ ۳/۵۱۴)

مفتی محمد یاسینؒ کا فتویٰ

(9) حضرت مفتی محمد یٰسین صاحب فرماتے ہیں: تراویح میں ختم قرآن پر اجرت مقرر کرنا خواہ صراحۃ ہو جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں یا بطور عرف وعادت ہو جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں یا بطور عرف وعادت ہو جیسا کہ عموماً آج کل رائج ہے، دونوں صورتوں میں جائز نہیں۔(فتاویٰ احیاء العلوم ا/ ۱۹۸)

مفتی عبدالرحیمؒ کا فتویٰ

(10) حضرت مفتی عبدالرحیم صاحبؒ فرماتے ہیں: بے شک تراویح میں اجرت لینا دینا ناجائز ہے لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں اس سے اچھا یہ ہے کہ الم ترکیف سے تراویح پڑھی جائے،(فتاویٰ رحیمیہ ۹/۱۳۴)

فتویٰ دار العلوم دیو بند

(ا) تراویح پر اجرت لینے والے کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔اگر کوئی حافظ بغیر اجرت کے پڑھانے پر راضی نہ

ہوتو الم ترکیف سے تراویح پڑھی جائے ،یا چند مختصر سورتوں سے تراویح کی نماز ادا کرلی جائے ،اگر اس پر بھی کوئی راضی نہ ہوتو تنہا بیوی کے ساتھ تراویح کی جماعت کر سکتے ہیں: لیکن ایسے شخص کا نہ ملنا جو الم ترکیف یا چند مختصر سورتوں سے تراویح کی نماز پڑھا سکے نادر الوقوع ہے۔ واللہ اعلم (دارالافتاء دارالعلوم دیوبند، جواب #46908)

(۲) تراویح کے نام سے چندہ دینا درست نہیں ہے، اور حافظ صاحب کو وہ روپیہ لینا بھی جائز نہیں ہے۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند جواب نمبر 54456

(Fatwa ID:1207-1207/M=9/1435-u)

بریلویوں کا فتویٰ

(11) کہ بریلوی مکتب فکر کے بھی مشہور و معروف عالم جناب مولانا مفتی امجد علی صاحب قادری اعظمی کا ایک فتویٰ بعینہ یہاں لکھ دیا جائے تا کہ بریلوی مکتب فکر کے لوگ بھی اس مسئلہ سے متنبہ ہو جائیں اور اج کل اکثر رواج ہو گیا ہے کہ حافظ قرآن کو اجرے دے کر تراویح پڑھواتے ہیں یہ ناجائز ہے دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار ہیں اجرت صرف یہی نہیں کچھ ملتا ہے۔ اگر چہ اس سے طے نہ ہوا، یہ بھی ناجائز ہے، کیونکہ ''المعروف کالمشر وط'' الصریح یفوق الدلالۃ'' (بہار شریعت قادری بکڈ پوق ۴/۳۵)

اب اس تفصیل سے واضح ہو گیا

کہ تمام فقہا متقدمین اور متاخرین اور تمام مستند اکابر اہل فتاویٰ کا اجماع اور اتفاق اس بات پر ہے کہ تراویح میں ختم قرآن کر کے اجرت لینا اور دینا دونوں حرام اور گناہ عظیم ہیں اس لئے مسلمانوں کو اس کے خلاف فتویٰ سے متنبہ ہو جانا اور اس عمل سے دوری اختیار کرنا لازم اور ضروری ہے فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ختم شد☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مروج وجد، رقص کا حکم

سیفی بریلویوں کا مروج وجد، رقص بلکل ناجائز ہے اور تصوف کے نام پر بدنماداغ ہے۔اس لئے اس طرح کے خرافات اور بے ہودہ کاموں سے بچنا ضروری ہے۔امام قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ رقص اور تواجد کے موجدین اصحاب سامری تھے انہوں نے رقص اور تواجد کو کفار کا دین کہا ہے۔

حقیقی وجد اور مصنوعی وجد کا معیار

حقیقی وجد اور مصنوعی، جھوٹی وجد کے بارے میں محمد بن سیرین کا قول اہم حیثیت رکھتا ہے، محمد بن سیرین سے کسی نے بیان کیا کہ یہاں کچھ لوگ ہے جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو ان کی عجیب حالت ہو جاتی ہے ادھر ادھر اچھلتے کودتے ہیں زمین پر گرتے ہیں گویا ان کو مرگی ہوگئی ہے۔آپ نے فرمایا کہ سب ڈرامہ بازی ہے اگر یہ واقعی وجد میں ہوتے ہیں تو ایسا کرو کہ انہیں گھر کی چھت پر بیٹھا کر ان کے سامنے قرآن پڑھا جائے اگر وہاں سے بھی اپنے آپ کو زمین پر گرادیا تو ہم سمجھیں گے کہ واقعی سچے ہیں اگر نہیں تو یہ کیا بات ہوئی کہ یہاں وجد آجاتا ہے ہوش میں نہیں ہوتے اور چھت پر انسانوں کی طرح بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔(کف الرعاع ص۴۹)

پس آپ اندازہ لگائے کہ سیفی بریلویوں کا یہ وجد حقیقی وجد ہے یا مصنوعی، جھوٹی وجد ہے، اس کا معیار محمد بن سیرین نے بتادیا۔اگر سیفی بریلویوں کا یہ وجد حقیقی وجد ہے تو ان کو چاہیے کہ کبھی یہ مجلس کسی اونچی جگہ پر یا صاحب وجد کو دیوار پر بیٹھایا جائے پھر دیکھتے ہیں کہ صاحب وجد دیوار سے کیسے نیچے حالت وجد میں کودتا ہے۔

مروج وجد اور رقص کا موجد کون؟

رقص اور تواجد کی بنیاد اصحاب سامری نے رکھا ہے جب انہوں نے بچھڑے کے گرد رقص اور تواجد کرنا شروع کیا تھا اس کے بارے میں علامہ قرطبیؒ نے کیا خوب لکھا ہے۔

مذهب الصوفية بطالة وجهالة وضلالة وماالاسلام الاكتاب الله وسنة رسوله واماالرقص والتواجد فأول من احدثه اصحاب السامری لمااتخذلهم عجلاجسداله خوار قاموايرقصون حواليه ويتواجدون ،فهودين الكفاروعبادالعجل (الجامع لاحكام القرآن ص ۲۱۷،۲۱٦ ج٦ سورة طٰهٰ آيت ۹۰)

امام قرطبیؒ کا فیصلہ

جاہل صوفی جو وجد کے نام پر رقص کرتے ہیں سیٹیاں (چیخ وپکار) بجاتے ہیں تالیاں بجاتے ہیں یہ تمام امور گناہ کبیرہ ہیں ۔اس قسم کی خرافات سے عقل مند بچتے ہیں ۔ یہ حرکتیں کرنے والا ان مشرکین مکہ کے مشابہ ہے جو بیت اللہ کے پاس تاڑیاں اور سیٹیاں بجاتے تھے۔امام قرطبیؒ کا قول دیکھ لیجئے ۔

فـفيه رد علىٰ الجهال من الصوفية الذين يرقصون ويصفقون ويصعقون .وذالک كله منكريتنزه عن مثله العقلاء ،ويتشبه فاعله بالمشركين فيماكانوايفعلونه عندالبيت (تفسيرقرطبی ص ۳۴۴ ج۴)

رقص کی چٹائی پر نماز پڑھنے سے فقہاء کی ممانعت

احناف کے نزدیک اس چٹائی پر نماز نہ پڑھی جائے جس پر رقص کیا گیا ہو اور اس چٹائی کی دھونے کا حکم دیا ہے۔اور مالکیہ کے نزدیک جو شخص اس طرح کے مجالس میں حاضر ہوجائے تو اس شرکت سے وہ فاسق ہوجاتا ہے۔اور جو اس کو رقص کو حلال سمجھے تو مرتد ہوجاتا ہے۔اور شوافع کے نزدیک اسلامی حکومت پر لازم ہے کہ ان بے ہودہ اور حرام کام سے لوگوں کو روکے۔

قـالـت الـحـنـفية الـحـصيـر الـذى رقـصـوا عليه لايصلى عليه حتىٰ يغسل وقالت المالكية من حضر هٰذاالسـمـاع الـمـعهـود يصيرفاسقا،وان اعتقدحله صارمرتداوقالت الشافعية يجب علىٰ ولاة الاموردعهم وقـالـت الـحـنابلة ان الشاهداذاحضرمعهم سقطت عدالته ومثلهٗ فى تبيين المحارم (بريقه محموديه فى شرح طريقه محمديه وشريعة نبوية ص ۵۵،۵۶ ج۶)

☆☆☆☆☆ختم شد☆☆☆☆☆

﴾عمامہ کی شرعی حیثیت﴿

اہل بدعت کا موقف

اہل بدعت کے نزدیک عمامہ باندھنا سنت موکدہ ہے اس کے بغیر نماز مکروہ ہے اور نماز کے لئے عمامہ ضرور باندھنا چاہیے۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند کے نزدیک عمامہ پہننا مسنون ہے لیکن یہ سنن عادیہ میں سے ہے ہمارے اکابر رحمہم اللہ میں سے اکثر حضرات عمامہ کا استعمال فرماتے تھے اور اس وقت بھی اکثر اکابر عمامہ استعمال فرماتے ہیں بعض مستقل پہنتے ہیں اور بعض کبھی کبھی ،ایک دوسرے پر نکیر نہیں کرتے ،عمامہ کی ترغیب دینے کی اجازت ہے لیکن اُسے واجب یالازمی قرار دینا اور تشدد اختیار کرنا اور جو نہ پہنے اُس کی تحقیر کرنا صحیح نہیں ہے۔

سنت کی دو قسمیں

(۱)سنن ہدیٰ (۲)سنن زوائد

(۱)سنن ہدیٰ:یعنی عبادات وغیرہ سے متعلق موکدہ سنتوں کا ترک موجب مواخذہ ہے۔

(۲)سنن زوائد:یعنی نبی کریم ﷺ کے لباس ،قیام ،قعود وغیرہ سے متعلق سنتیں استحباب کے درجہ کی ہیں،اُن کو اختیار کرنا بہتر ہے،لیکن اُن کے ترک پر نکیر نہیں کی جائے گی۔(شامی،کتاب الطہارۃ،مطلب فی السنۃ وتعریفہا ص۲۱۸ ج۔۱)

عمامہ نہ پہننے پر نکیر کرنا

شیخ الاسلام لکھتے ہیں۔''بدگویند،بدگفتند بدی است''جو شخص عمامہ نہ پہنے تو کوئی حرج نہیں،لیکن اس کو برا سمجھنا،برا کہنا،یا اس پر نکیر کرنا خود منکر ہے اور برا ہے۔اصول یہ ہے کہ غیر منکر پر نکیر کرنا خود منکر ہے یعنی جو چیز شرعا منکر نہیں ہے اس پر دینی نقطہ نظر سے نکیر کرنا خود منکر ہے ،عمامہ پہننا حضور نبی کریم ﷺ کی سنت ہے ،لیکن واجب نہیں ، بلکہ سنن زوائد میں سے ہے ،لہٰذا جو شخص عمامہ پہنتا ہے،ان شاءاللہ اس کو اجر وثواب ملے گا،اور اگر کوئی شخص نہیں پہنتا تو کوئی گناہ نہیں اور کراہت بھی نہیں،اور پہننا مباح ہے،اب اگر ایک شخص ایک ایسا کام کر رہا جو شرعا مباح ہے،شریعت میں اس کام کو لازم نہیں کیا۔اس کام کو لازم سمجھنا اور جو آدمی اس کام کو نہ کرے اس پر نکیر کرنا،یہ خود منکر اور بدعت ہے اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے لازم نہیں کیا،تو تم کہاں سے خدائی فوجدار آ گئے ہو!اور اس کو لازم کر رہے ہو۔(درس ترمذی،ابواب اللباس ص332/5)

عمامہ پہنے بغیر نماز پڑھانے کا حکم

عمامہ پہنے بغیر نماز پڑھنا اور پڑھانا بلا کراہت جائز ہے، (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند فتویٰ نمبر ۲۳۹)

عمامہ کے بغیر نماز کی کراہت کا مسئلہ

ابوالحسنات عبدالحئی لکھنویؒ نے لکھا ہے:

وقد سئلت غير مرة عن الصلوٰة بغير عمامة ،هل تكره؟ كماهو المشهور بين العوام فتجسسته في كتب الفقه فلم اجد سوى قولهم المستحب ان يصلى في ثلاثة اثواب ازار وقميص وعمامة ،وهو لايدل علىٰ كراهة الصحة بدونها، كماحرره بعض علماء عصرنا ظانا ان ترك المستحب مكروه وذالک لانه قدصرح في البحر الرائق وغيره ان ترک المستحب لاتلزم منه الكراهة مالم يقم دليل خارجي عليه.(نفع المفتي والسائل ،المكروهات المتفرقه ص ٧٠)

فتویٰ دارالعلوم دیوبند

اوکلکم یجد ثوبین وغیرہ احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ عمامہ ضروریات صلوٰۃ یا امامت سے نہیں ہے ۔واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند یعنی عزیز الفتاویٰ ص مبوب، مکمل، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی شروط الصلوٰۃ ۲۱۶ ج ۱)

عمامہ کی فضیلت والی احادیث سے متعلق اہم وضاحت

عمامہ سے متعلق جتنی احادیث ہیں ان میں سے اکثر کی سندوں پر کلام ہے لیکن جتنے طرق ہیں ان کی کثرت سے ضعف دفع ہوجاتا ہے، چنانچہ علامہ مناویؒ نے عمامہ کے احادیث سے متعلق کلام کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

والعمامة سنة لاسيماللصلوٰة بقصدالتجمل ،لاخبار كثيرة فيها،واشتدادضعف كثيرمنهايجبره كثرة طرقها،وزعم وضع اكثرهاتساهل(شرح الشمائل للمناوى على هامشه جمع الوسائل ص ٣٠٢)

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح البخاری میں عمامہ کا باب باندھا ہے اور ابن عمرؓ کی حدیث لائے ہیں کہ احرام والا آدمی قمیص، عمامہ اور پاجامہ نہیں پہن سکتا ہے عمامہ کے فضائل میں امام بخاریؒ کے شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں اترتی ہے (علامہ عینیؒ، ابن حجرؒ اور علامہ قسطلانیؒ نے بھی یہ بات لکھی ہے:

فكانه لم يثبت عنده علىٰ شرطه في العمامة شئى

اس لئے امام بخاریؒ نے احرام والی حدیث لائے اوراس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ عمامہ عام حالات میں مسلمانوں کا طریقہ ہے، اس کواستعمال کرنا چاہیے مگر حالت احرام میں استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

عمامہ کا حکم

ابن الحاجؒ نے مدخل میں عمامہ کومباح لکھا ہے:

اذاکان نفس لبس العمامة من باب المباح(الدعامه ص ۱۰۱)

عمامہ پہننا مباح امور میں سے ہے۔

علامہ مناویؒ نے فیض القدیر میں لکھا ہے:

وفی ھٰذاوماقبلہ ندب العمامة بقصدالتجمل ونحوہ وانه یحصل السنة بکونهاعلیٰ الراس اونحوقلنسوة تحتها(فیض القدیر ،حرف العین)

شیخ الاسلام کا فتویٰ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ کہتے ہیں کہ:

اگر یہ حدیث ثابت ہوتو پھر یہ حضوراقدس ﷺ کی سنت عادیہ ہے۔اورایک سنت عادیہ کوبحیثیت سنت کے اختیار کرنا بیشک باعث اجروثواب ہے ۔اس کا کسی کوانکارنہیں،لیکن محل کلام یہ ہے کہ: آیا یہ ایسی چیز ہے جس کوواجبات کی طرح التزام کی جائے اور جوترک کرے اس پرنکیر کی جائے ، یہ بات درست نہیں ۔(درس ترمذی،ابواب اللباس)

☆☆☆☆☆☆☆☆ختم شد☆☆☆☆☆☆

﴿مروجہ تبلیغ پر اعتراض﴾

ترجمان سیفیت وبریلویت کے نزدیک تبلیغ صرف علماء کا کام ہے عوام یا عام آدمی تبلیغ نہیں کرسکتا بلکہ عام آدمی کا تبلیغ اشد حرام ہے۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اہل باطل کا عرصہ دراز سے یہ اعتراض تبلیغی جماعت پر ہورہا ہے کہ تبلیغ علماء کا کام ہے جاہلوں کا کام تبلیغ کرنا نہیں۔ یہ اعتراض دراصل تبلیغ ووعظ میں فرق نہ کرنیکی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ وعظ درحقیقت صرف عالموں کا کام ہے جاہلوں کو وعظ کہنا جائز نہیں اس کے لیے عالم ہونا بہت ضروری ہے تاکہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ شریعت کے موافق ہو۔ کوئی چیز اس میں قرآن وحدیث کے خلاف نہ کہی جاسکے، اور تبلیغ جس کے معنی صرف پیام پہنچا دینے کے ہیں کوئی پیام کسی کے ہاتھ بھیج دینے کے واسطے اس کا عالم ہونا بالکل ضروری نہیں جن اکابر کے کلام میں تبلیغ علماء کے ساتھ مخصوص ذکر کی گئی ہے وہ حقیقت میں تبلیغ لے لفظ کو عام سمجھ کر اس کا اطلاق کردیا گیا ہے ورنہ نظام الدین کی تبلیغی جماعت پر یہ اشکال بالکل نہیں وارد ہوتا۔ اس لیے کہ ان کی تبلیغ میں صرف چھ نمبر متعینہ بتائے جاتے ہیں ان ہی کی مشق کرائی جاتی ہے اور ان ہی کو پیام کے طور پر لے جاکر شہر در شہر ملک در ملک بھیجا جاتا ہے ان کے اصول میں یہ بھی ہے کہ چھ نمبروں کے ساتھ ساتواں نمبر یہ کہ ان چھ امور کے علاوہ کسی دوسری چیز میں مشغول نہ ہو، حضرت حکیم الامتؒ کا ارشاد ہے کہ جو مسائل منصوص صاف صاف شریعت کے ہیں ان کی تبلیغ صرف علماء کے ساتھ خاص نہیں ہر شخص بآواز بلند کہہ سکتا ہے امور اجتہادیہ سے خطاب کرنا البتہ علماء کے ساتھ خاص ہے کہ عوام اس میں غلطی کریں گے۔ (انفاس عیسیٰ) تعجب ہے کہ ایک جانب تو ان پر یہ اعتراض ہے کہ جاہلوں کو تبلیغ کے واسطے بھیجا جاتا ہے اور اس کے بالمقابل دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ لوگ دین کے دوسرے امور کو نہیں لیتے۔ شریعت اور دین ان چھ نمبروں میں موقوف نہیں، بہت سے اوامر، نواہی، منکرات ایسے ہیں جس کی اصلاح بہت ضروری ہے، مگر یہ تبلیغ والے ان کو نہیں چھیڑتے اس کی دراصل وجہ یہی ہے کہ یہ عامی لوگ ہوتے ہیں ان کو وعظ کہنے کی بالکل اجازت نہیں الا یہ کہ ان میں علماء ہوں تو وہ اس سے مستثنیٰ ہیں کہ عالم کا وعظ کہنا حق ہے مگر تبلیغی اسفار میں اور تبلیغی اجتماعات میں وہ بھی اس کے پابند ہیں کہ تبلیغ کے چھ نمبروں کے علاوہ اس اجتماع میں دوسری چیزیں نہ چھیڑیں کہ مسائل میں اختلافات ہوتے ہیں اور اختلافی مسائل میں مناظرہ وغیرہ شروع ہوجاتے ہیں ان کے چھ امور اجتماعی اور متفق علیہ ہیں جن میں کوئی اختلافی چیز نہیں، اور یہ بات کہ تبلیغ کے لئے عالم ہونا ضروری نہیں احادیث کثیرہ اور آثار صحابہؓ سے بہت ہی کثرت سے ثابت ہے۔

تبلیغ کے لئے عالم ہونا شرط نہیں

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر متعدد اعلانات فرمائیے جو کتب حدیث میں کثرت سے موجود ہیں اور ان پر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو حاضر ہیں وہ غائبین کو میرا پیام پہنچا دیں، حالانکہ حجۃ الوداع میں سوا لاکھ کا مجمع تھا، کیا سارے ہی عالم تھے۔ان میں ایسے لوگ بھی تھے۔جنہوں نے اس سے پہلے حضور اقدس ﷺ کی زیارت بھی نہیں کی تھی۔مگر چونکہ صرف ایک خاص پیام پہنچانا تھا اس کے لیے عالم ہونے کی ضرورت نہیں،اس لیے نبی اکرم ﷺ نے متعدد مواقع میں یہ اعلان فرمایا کہ حاضرین غائبین کو یہ پیام پہنچا دیں،امام بخاریؒ نے ''باب رب مبلغ اوعیٰ من سامع'' باب باندھا ہے یہ بہت سے ایسے لوگ جو کم پڑھے ہوں ایسوں کو پیام پہنچاتے ہیں جو زیادہ پڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔امام بخاریؒ نے حضور اقدس ﷺ کا یہ پیام نقل کیا ہے کہ تمہارے خون اور تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں تم پر ہمیشہ کے لیے ایسے ہی حرام ہیں جیسا کہ اس شہر میں اس دن میں اور اس مہینے میں، پھر یہ اعلان فرمایا کہ جو موجود ہیں وہ غائبین کو میرا پیغام پہنچا دیں۔بہت ممکن ہے کہ جو موجود ہیں وہ ایسے لوگ تک میرا پیغام پہنچائیں جو سننے والوں سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہوں۔اس حدیث پاک سے معترضین کا یہ اعتراض بھی اڑ گیا کہ جاہلوں کو تبلیغ کا اہل نہیں سمجھتا تو اس کو بیٹھا رہنا نہیں چاہئے بلکہ اس کو تو کام میں لگنے اور دوسروں کو اٹھانے کی اور زیادہ کوشش کرنا چاہیے۔بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بڑا خیر کا کام چند نا اہلوں کے سلسلہ سے کسی اہل تک پہنچ جاتا ہے اور پھر وہ پھولتا پھلتا ہے اور پھر اسکا جر بقاعدہ ''دعا الی حسنۃ''(الحدیث) کی بنا پر نا اہلوں کو بھی پورا پہنچ جاتا ہے جو اس کام کے اس اہل تک پہنچنے کا ذریعہ بنے۔پس جو نا اہل ہوا سکو تو اس کام میں اور زیادہ زور سے لگنا ضروری ہے میں بھی اپنے کو چونکہ نا اہل سمجھتا ہوں اس لیے اس میں منہمک ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ میری اس کوشش سے کام کو اس کے کسی اہل تک پہنچا دے اور پھر اس کام کا جو اعلیٰ اجر اللہ پاک کے یہاں ہو وہ مجھے بھی عطا فرما دیا جاوے۔(ملفوظات حضرت دہلویؒ)

تبلیغ خاص انفرادی طور پر ہر شخص کے ذمہ ہے(حضرت تھانویؒ)

اسی طرح امام بخاریؒ نے مستقل ایک باب اور باندھا ہے۔''باب تحریض النبی ﷺ وفد عبد القیس علی ان یحفظو الایمان والعلم ویخبر وامن ورائھم''،حضور اقدس ﷺ نے اس وفد کو چند باتیں بتائیں اور یہ فرمایا کہ ان باتوں کو محفوظ رکھو اور اپنی قوم میں جا کر ان کو پہنچا دو۔امام بخاری نے باب القرائۃ علی المحدث میں ایک صحابیؓ کا واقعہ لکھا ہے جو ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس آپ کا قاصد پہنچا اور انہوں نے آپ کی طرف سے نقل کیا کہ اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔حضور اقدس ﷺ نے فرمایا''میرے قاصد نے سچ کہا ہے''انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے قاصد نے یہ بھی بتایا کہ ہمارے اوپر پانچ نمازیں فرض ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ سچ کہا،انہوں نے یہ بھی کہا کہ آپ ﷺ کے قاصد نے کہاں کہ ہمارے اوپر ایک ماہ کے روزے ہیں۔حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ سچ کہا،انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر

بھیجا ہے میں ان چیزوں میں سے کسی میں کمی یا زیادتی نہیں کروں گا۔حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس نے سچ کہا تو جنت میں داخل ہوگا''اس حدیث پاک میں کمی زیادتی نہ کرنے میں مختلف اقوال ہیں،جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ اپنی قوم کے پاس پہنچانے میں کمی زیادتی نہیں کروں گا۔انفاس عیسیٰ میں حضرت حکیم الامۃ تھانویؒ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ تبلیغ کی دو قسمیں ہیں خاص وعام،تبلیغ خاص انفرادی طور سے ہر شخص کے ذمہ ہے اور تبلیغ عام علماء کے ساتھ خاص ہے۔اسی طرح خطاب بغیر المنصوص علماء کا کام ہے اور خطاب بالمنصوص کے ساتھ ہر مسلمان تبلیغ کا کام کرسکتا ہے۔فقط یہی وہ فرق ہے جس کو میں نے شروع میں کہا کہ وعظ صرف علماء کا کام ہے اور مخصوص چیزوں کا پہنچادینا علماء کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ ہر شخص کو کرنا چاہیے۔حضرت تھانویؒ نے وعظ آداب التبلیغ میں بہت تفصیل سے اس کو بیان فرمایا ہے اس میں بھی تبلیغ عام اور خاص کی تفریق فرمائی ہے۔اور بیان فرمایا ہے کہ تبلیغ خاص کے لئے تو مسئلہ کی حقیقت کا معلوم ہونا اور اس کے بیان پر قدرت ہونا شرط ہے۔اور تبلیغ عام یعنی وعظ کہنا یہ علماء کا کام ہے۔خواہ درسیات پڑھ کر عالم ہوا ہو یا کسی عالم سے مسائل سن سن کر عالم ہوگیا ہو اس کو بھی تبلیغ عام کی اجازت ہے بشرطیکہ کسی بڑے نے اس کو اس کام کے لئے متعین کیا ہو، چنانچہ صحابہؓ نے کہاں پڑھا تھا وہ بھی تو سن سن کر تبلیغ کرتے تھے،مگر ہر شخص خود نہ سمجھے کہ میں اس قابل ہوں جب تک کوئی کامل نہ کہہ دے کہ تم کامل ہو،یہی حیۃ النفوس کا ترجمہ جو مولانا ظفر احمد صاحب نے حضرت تھانویؒ کے ارشاد سے کیا اور وہ بخاری شریف کی احادیث کا انتخاب ہے۔اس میں لکھا ہے کہ نیز تبلیغ کا خاص طور سے اہتمام کرنا چاہیے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے یہی مراد ہے۔

وارثین انبیاء علیہم السلام کو تدریس کے ساتھ تبلیغ بھی کرنی چاہیے

کسی قدر افسوس کا مقام ہے کہ خواص نے درس وتدریس پر قناعت کرلی ہے عامہ مسلمین کو امر ونہی کرنے سے پہلو تہی کی جاتی ہے،حالانکہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا جن کے یہ حضرات وارث ہیں اصل وظیفہ امر ونہی اور تبلیغ ہی تھا،اصطلاحی درس وتدریس ان کا وظیفہ نہ تھا۔درس وتدریس دراصل اسی مقصد کا وسیلہ اور ذریعہ ہے تاکہ مبلغ علم صحیح کے ساتھ تبلیغ کرسکے۔پھر یہ کس قدر حیرت کا مقام ہے وسیلہ اور ذریعہ ہے کا تو اتنا اہتمام اور اصل مقصد سے اتنی بے پروائی....اور عامہ مسلمین کو جان لینا چاہییت کہ تبلیغ احکام صرف علماء ہی کے ذمہ نہیں بلکہ ہر مسلمان کے ذمہ ہے۔جس شخص کو جتنا علم احکام کو جتنا علم احکام کا حاصل ہے اس کو دوسروں تک پہنچانا اس کے ذمہ فرض ہے۔مثلاً سب کو معلوم ہت کہ نماز فرض ہے تو جو نماز نہیں پڑھتا اس کو یہ حکم پہنچانا ہر شخص کے ذمہ ضروری ہے۔اسی طرح جن کاموں کا گناہ ہونا معلوم ہے ان کا گنا ہونا اس شخص کو بتلایا جائے جو ان میں مبتلا ہے۔البتہ عام لوگوں کو وعظ کی صورت سے تبلیغ نہ کرنا چاہیے کہ منصب اہل علم کا ہے،جاہل جب وعظ کہنا شروع کرتا ہے تو غلط یا صحیح جو زبان پر آتا ہے کہہ جاتا ہے۔جس سے گمراہی کا اندیشہ ہے۔اس لیےعوام کو وعظ کہا شروع کرتا ہےتو غلط یا صحیح جو زبان پرآتا ہے کہ جاتا ہے۔جس سے گمراہی کا اندیشہ ہے۔اس لیت عوام کو وعظ نہ کہنا چاہئے بلکہ گفت وشنید اور نصیحت کےطور پر ایک دوسرت کو احکام سے مطلع کرنا چاہئے کیونکہ تبلیغ

احکام فرض ہے اور اس کو اصلاح حال میں بھی بڑا دخل ہے۔فقط (ماخذ: جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات ص47)

☆☆☆☆☆ختم شدہ☆☆☆☆☆

عبدالخالق سیفی بریلوی

علمائے دیوبند کے فتاویٰ کے شکنجے میں

التحقیق المختار کے گمراہ کن مسائل کے عکسی ثبوت کے ہمراہ علمائے دیوبند کے فتاویٰ جات فتویٰ بنوری ٹاون ،فتویٰ دارالعلوم کراچی ،فتویٰ دارالعلوم دیوبند،فتویٰ جامعہ خیرالمدارس ملتان، جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک، جامعۃ الرشید کراچی

ملک مشہور جامعات کے فتاویٰ جات کا خلاصہ

ملک کے طول وعرض میں واقع معتمد اور مشہور جامعات نے عبدالخالق سیفی بریلوی کو بدعتی اور گمراہ قرار دیا ہے۔اور اسکے کتب دیکھنے سے لوگوں کو منع فرمایا ہے۔اور اس کے کتب کے مسائل کو غلط اور دیوبند مخالف قرار دیئے ہیں اور ایسے مسائل کے جائز کہنے والے کی نسبت علمائے دیوبند کی طرف کرنے کو غلط قرار دیا ہے۔تو اس سے معلوم ہوا کہ عبدالخالق سیفی بریلوی اور اس کے متبعین کو دیوبندی سمجھنا غلط ہے اور موصوف دیوبند کے نام پر سیفیت اور بریلویت کی ترویج کر رہا ہے۔ہم نے اپنے بس کے مطابق اس کے دجل وفریب کو آشکارہ کیا۔اب منوانا ہمارا کام نہیں ہے بلکہ ہمارا کام صرف حق بتانا ہے۔الحمدللہ ہم نے جو دعویٰ کیا تھا کہ عبدالخالق سیفی بریلوی ہے اور اس کا دیوبند سے کوئی تعلق نہیں لیکن عبدالخالق سیفی نے اس وقت جھوٹا اقرار بھی کیا کہ میں دیوبندی ہو لیکن اس کا یہ اقرار اب اس کے گلے پڑ گیا ہمیں اسی وقت پتہ تھا کہ اس کا یہ اقرار وقتی اور لوگوں کو دھوکہ اور فریب دینے کیلئے ہے آج جب اس کے خلاف ملک کے مختلف جامعات سے اس کے خلاف فتاویٰ آگئے تو انہوں نے علمائے دیوبند کے فتاویٰ جات ماننے سے یکسر انکار کیا۔آج ساری دنیا پہ واضح ہوا کہ موصوف دیوبند کے لباس میں بریلویت اور سیفیت کے لئے کام کر رہا تھا۔جس کا سدباب ہو چکا ہے۔ان شاءاللہ اس کے بعد کوئی بھی شخص علمائے دیوبند کا نام اپنے غلط نظریات کے لئے استعمال نہیں کر سکے گا۔اگر دیوبند کا نام استعمال کریگا تو خوب رسوا اور ذلیل ہوگا۔ان شاءاللہ

فتاویٰ جات کی ترتیب

عبدالخالق سیفی بریلوی کے گمراہ کن نظریات اور اس کے گمراہ کن کتاب التحقیق المختار کے متنازعہ مسائل کے بارے میں ملک بڑے بڑے معتمد دارالافتاء سے اس کے بارے میں استفتاء کیا تو سارے جامعات اور مفتیان کرام نے ان مسائل کو غلط قرار دیا ہے اور علمائے دیوبند کے خلاف قرار دیا ان فتاویٰ جات کی ترتیب کچھ اس طرح ہے۔

(۱) جامعہ خیرالمدارس ملتان (2) جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور

(3) جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاون کراچی　　(4) جامعہ دارالعلوم کراچی

(5) جامعہ عثمانیہ پشاور　　(6) جامعۃ الرشید کراچی

(7) دارالعلوم دیوبند (انڈیا)

اس کے بعد فتویٰ میں پوچھے گئے سوالات کے عکسی ثبوت بھی دیئے ہے جو التحقیق المختار پشتو سے لے گئے ہیں۔ اور ہم نے استفتاء میں جو حوالے دیئے ہیں وہ التحقیق المختار (اُردو) کے حوالے ہیں۔ اس لئے جس کے پاس پشتو والا ہو تو وہ عکسی ثبوت سے موازنہ کر کے دیکھ لیجئے اور جس کے پاس اُردو والا ہے تو استفتاء میں موجود حوالوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

جامعہ خیر المدارس ملتان کا تفصیلی فتویٰ

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس کتاب کے بارے میں جو مندرجہ ذیل مسائل پر مشتمل ہو۔ اور کتاب لکھنے والا اپنی نسبت علمائے دیوبند کی طرف بھی کر رہا ہو۔ جس کی وجہ سے دیوبندی عوام میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہیں بعض اس کی تائید کرتے ہیں بعض مخالفت کرتے ہیں کتاب میں درجہ ذیل مسائل لکھیں ہوئے ہیں۔

(۱) مروجہ میلاد جس میں ہر سال محفلیں منعقد کرنا نعت خوانی وغیرہ وغیرہ کرنا سب مستحبات سے افضل عمل ہے۔ (التحقیق المختار ص۱۰)

(۲) اولیاء کے قبروں پر چادریں چڑھانا جائز ہے۔ (التحقیق المختار ص ۶۷)

(۳) اولیاء کے قبروں پر گنبد بنانا جائز ہے۔ (التحقیق المختار ص۶۶)

(۴) اولیاء کے قبروں پر چراغاں کرنا جائز عمل ہے۔ (التحقیق المختار ص ۶۷)

(۵) دیوبندی علماء بھی قبروں سے مٹی بطور تبرک لے جاتے ہیں۔ (التحقیق المختار ص۸۱)

(۶) ظہر کی نماز اول وقت میں پڑھنا خوارج کی نشانی ہے۔ (التحقیق المختار ص۱۷۲)

(۷) مروجہ اسقاط مستحب ہے اور نہ کرنا وہابی کی نشانی ہے۔ (التحقیق المختار ص۱۴۳، ۱۴۰)

(۸) مروجہ ختم قرآن لا یصال الثواب جائز ہے، خواہ قاری عوض اور اجرت کی شرط لگائے تب بھی صحیح ہے۔ (التحقیق المختار ص ۱۴۶، ۱۴۷)

(۹) شعار کی نیت سے یا محمد لکھنا اچھا کام ہے۔ (التحقیق المختار ص۲۰۳)

(۱۰) فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا چاروں مذاہب کے اجماع سے ثابت ہے اور سنت ہے۔ (التحقیق المختار ص۴۰)

(۱۱) کھانے کے بعد اجتماعی دعا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کا معمول تھا، اس لئے کھانے کے بعد اجتماعی دعا کرنا سنت ہے۔ (التحقیق المختار ص ۴۳)

(۱۲) مردہ کو دفن کے بعد اجتماعی دعا کرنا سنت ہے اور تین دعائیں بھی سنت ہیں۔ (التحقیق المختار ص ۴۵)

(۱۳) عرس جائز اور مستحب ہے۔ (التحقیق المختار ص ۵۰)

(۱۴) قبروں پر ٹہنیاں نصب کرنا سنت اور صحابہ کا معمول ہے۔ (التحقیق المختار ص ۶۳)

(۱۵) ہر جگہ اجتماعی دعا کرنی چاہیے۔ (التحقیق المختار ص ۳۶)

(۱۶) اللہ مسلمانوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم میرے حبیب پر خوشی مناؤ۔ (التحقیق المختار ص ۱۱)

(۱۷) عام شخص کا تبلیغ کرنا اشد حرام ہے کیونکہ تبلیغ علماء کا کام ہے۔ (التحقیق المختار ص ۲۶۲)

(۱۸) حقیقت میں تبلیغ علماء کا کام ہے۔ (التحقیق المختار ص ۱۰۰)

(۱۹) صفر کے آخری بدھ کو حضور ﷺ کی بیماری ہلکی ہوئی تھی تو صحابہ کرام خوش ہوئے اور اپنی اپنی قدرت کے موافق صدقہ بھی کیا۔ (التحقیق المختار ص ۲۶)

(۲۰) یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا وظیفہ توسل اور تبرک کی نیت سے کہنا جائز اور شرعی عمل ہیں۔ (التحقیق المختار ص ۲۰۵)

(۲۱) حضور ﷺ ذاتاً نور اور بشر ہے نورانیت و بشریت دونوں سے انکار کرنا گمراہی ہیں۔ (عقیدہ ناجیہ ص ۳۲،۳۳)

(۲۲) یا رسول اللہ اس نیت سے کہنا کہ یہ اہل سنت والجماعت کی شعار اور نشانی ہے جائز اور شرعی عمل ہیں۔ (التحقیق المختار ص ۲۰۳)

(۲۳) دفن کے بعد اجتماعی دعا کا انکار کرنا جاہل اور متعصب کا کام ہے۔ (التحقیق المختار ص ۴۷)

(۲۴) اس زمانے کے وہابی باتفاق علماء خوارج ہیں۔ (الاہتداء ص ۹۵)

(۲۵) بعض عوام لوگ یہ کہتے ہیں کہ "اللہ ہر جگہ موجود ہیں" یہ اچھی بات نہیں ہیں۔ (الاہتداء ص ۳۳)

اب صرف یہ پوچھنا ہیں کہ ان کتابوں کا دیکھنا اور ان مسائل پر عمل کرنا صحیح ہیں یا نہیں؟

اور ان مسائل کی نسبت علمائے دیوبند کی طرف کرنا صحیح ہیں کہ نہیں؟

اور کیا مندرجہ بالا کتب کے مصنف کو دیوبندی کہنا صحیح ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا عنداللہ۔

المستفتی محمد سہیل خان شیرانی پشین بلوچستان، ای میل ksherani73@gmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیا

برتقدیرِ صحت واقعہ سوال میں ذکر کردہ اکثر مسائل غلط ہیں اور علمائے دیوبند کی تصریحات کے خلاف ہیں لہٰذا ان مسائل کا آگے بیان کرنا جائز نہیں اور نہ ہی عام عوام کے لئے ایسی کتاب پڑھنا جائز ہے جس میں ایسے گمراہ کن مسائل درج ہوں اور مذکورہ مسائل کو حق سمجھنے والے کا اپنی نسبت علمائے دیوبند کی طرف کرنا سخت غلط ہے بلکہ ایسا شخص اہل بدعت وضالین میں سے ہے۔ باقی مذکورہ مسائل کے غلط ہونے کے اجمالی حوالہ جات درج ذیل ہیں:

(۱) مروجہ مجلس میلاد بدعت ہے

مروجہ مجلس میلاد کے بارے میں مفتی اعظم مفتی رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:

سوال: مروجہ مجلس میلاد و بدعت ہے یا نہیں؟

جواب: مجلس مولود مروجہ بدعت ہے اور بسبب خلط اور امور مکروہہ کے مکروہ تحریمہ ہے اور قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے اور امرد لڑکوں کا پڑھنا راگ میں بہ سبب اندیشہ ہیجان فتنہ کے مکروہ تحریمہ ہے اور قیام بھی بوجہ بھی بدعت ہے، معہذا مشابہ بفعل ہنود ہے اور تشبہ غیر قوم کے ساتھ منع ہے، ایصال ثواب بدون اس ہیئت کے درست ہے اور جس ضیافت میں امور غیر مشروع ہوں وہاں جانا بھی ناجائز ہے۔ فقط والسلام۔ (فتاویٰ رشیدیہ، کتاب البدعات)

لما في الاعتصام للشاطبي: واما غير العالم وهو الواضع لها،لانه لا يمكن ان يعتقد ها بدعة،بل هي عنده مما يلحق المشروعات ،كقول من جعل يوم الاثنين بصيام لانه يوم مولد النبي ﷺ،وجعل الثاني عشر من ربيع الاول ملحقا بايام الاعياد لانه عليه السلام ولد فيه(الباب السادس في احكام البدع،فصل هل في البدع صغائر و كبائر،548/2ت:الهلالي ط:دارابن عفان،السعودية)

ولما في المدخل لابن الحاج:

ومن جملة ما احدثوه من البدع مع اعتقاد هم ان ذلک من اكبر العبادات واظهار الشعائر ما يفعلونه في شهر ربيع الاول من مولد وقد احتوى على بدع ومحرمات جملة (فصل في مولد النبي والبدع المحدثه فيه،2/2ط:دارالتراث)

(۲) اولیاء اللہ یا کسی کی بھی قبروں پر چادر چڑھانا جائز نہیں ہے۔

لما فی ردالمحتار:

فی الاحکام عن الحجة:نکره المستور علی القبور(الدرمع الرد،کتاب الصلاۃ ،باب صلاۃ الجنازۃ،مطلب فی دفن المیت،238/2ط:دارالفکر)

(۳)اولیاء کی قبور پر گنبد بنانا ناجائز ہے

حدیث اور فقہاء کرامؒ کی تصریحات سے قبروں پر گنبد بنانے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے،لہٰذا جائز نہیں ہے۔

عن جابر قال:نهٰی رسول اللهﷺان یجصص القبر،وان یقعد علیه،وان یبنٰی علیه،(صحیح مسلم،کتاب الجنائز،باب النبی عن تجصیص القبر والبناء علیه،رقم الحدیث،667/2,970ت:محمد فوادعبدالباقیؒ،ط:دارالحیاء التراث العربی)

ولما فی رد المحتار:

وعن ابی حنیفة:یکره ان یبنٰی علیه بناء من بیت او قبة او نحو ذلک(الرد مع الدر ،باب صلاۃ الجنازۃ مطلب فی دفن المیت ،237/2ط:دارالفکر)

(۴)قبروں پر چراغاں کرنا ناجائز ہے

قبروں پر چراغاں کرنے والے پر جناب نبی کریمﷺ نے لعنت کی ہے۔لہٰذا یہ جائز نہیں۔

عن ابن عباس قال:لعن رسول اللهﷺزائرات القبور،والمتخذین علیها المساجد والسرج(سنن الثانی،کتاب الجنائز،باب التغلیظ فی اتخاذ السرج علی القبور، 94/4ت:عبدالفتاح ابو غدةؒ،ط:مکتب المطبوعات الاسلامیة-حلب)

ولما فی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری:

مایفعله اکثر الناس من وضع ما فیه رطوبة من الرباحین والبقول ونحو هما علی القبور لیس بشیء(کتاب الرضوء،باب ماجاء فی غسل البول،121/3ط:داراحباء التراث العربی)

(۵)اولیاء کی قبور سے مٹی بطور تبرک لیجانا بدعت ہے

قبروں سے تبرکا مٹی لے جانے کے بارے میں دارالعلوم دیوبند کے سابق رئیس مفتی محمود حسن گنگوہیؒ اپنے فتاویٰ محمودیہ میں رقمطراز ہیں:

تبرکا کسی بزرگ کی قبر سے مٹی لانا اور اپنے پاس رکھنا امر محدث ہے،میت جب خاک بن جائے تو قبر کی جگہ بشرطیکہ مملوک

ہو،کھیتی کرنا درست ہے،اس سے معلوم ہوا کہ قبر کی مٹی کا کوئی خاص احترام شریعت نے نہیں بتایا ، بلکہ میت کا احترام بتایا ہے۔الخ (فتاویٰ محمودیہ، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز،9/119ط:فاروقیہ)

(۶)خوارج کی نشانیوں میں ظہر اول وقت میں پڑھنا نہیں ملتا

خوارج کی نشانیوں میں حلق کرانا تو ملتا ہے،لیکن ظہر اول وقت میں پڑھنا نہیں ملتا،خصوصاً جبکہ ائمہ حقہ جیسے شوافع کا مسلک ہے کہ ظہر کا مستحب وقت یہ ہے کہ اول وقت میں پڑھی جائے،اور احناف ؒ کے ہاں صرف سردیوں میں ظہر کو اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔لہٰذا اول وقت میں ظہر پڑھنے کو خوارج کی نشانی قرار دینا درست نہیں۔

(۷)مروجہ حیلہ اسقاط ناجائز ہے

مروجہ حیلہ اسقاط میں بہت سی شرعی خرابیوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے،جس کی تفصیل مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب کے رسالہ " حکم الاسقاط فی حیلۃ الاسقاط" جواہر الفقہ (جدید) جلد اول،ص۵۵۸ میں موجود ہے۔

(۸)مروجہ ختم قرآن برائے ایصال ثواب ناجائز اور بدعت ہے

قرآن مجید افضل الکتب السماویہ ہے اور اس کی تلاوت بلاشبہ افضل الاعمال ہے،اور اس کی تلاوت فرداً فرداً یا اتفاقیہ اجتماع کے ساتھ کرنا جائز ہے لیکن باقاعدہ تداعی کے ساتھ لوگوں کا اس کیلئے اجتماع کرنا قرون اولیٰ میں ثابت نہ ہونے کی وجہ سے شرعاً جائز نہیں، بلکہ اس کا التزام کرنا بدعت ہے جیسا کہ مروجہ طریقہ میں ایصال ثواب کیلئے بقاعدہ دعوت دے کر اجتماعاً قرآن خوانی کی جاتی ہے،اس صورت میں پڑھنے والے اور پڑھوانے والے گناہ گار ہوتے ہیں،لہٰذا اس کا ترک ضروری ہے۔

لما فی رد المحتار:

وفی البزازیة:ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول --واتخاذ الدعوة لقراء ة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقرأةسورة الانعام او الاخلاص. والحاصل ان اتخاذالطعام عند قرائة القرآن لا جل الاکل یکره --یحصل عند ذلک غالبا من المنکرات الکثیرة کایقاد الشموع --واخذ الاجرة علی الذکر وقرائة القرآن ،وغیر ذلک مما هو مشاهد فی هذه الازمان،وما کان کذلک فلا شک فی حرمته وبطلان الوصیة به،ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم(الرد مع الدر، کتاب الصلاة الجنازة،مطلب فی الثواب علی المصیبة،240/2ط:دارالفکر)

(۹) یا محمد ﷺ لکھنا بے ادبی ہے

''یا محمد ﷺ'' لکھنے کے بارے میں شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب دام فیوضھم فتاویٰ عثمانی میں تحریر فرماتے ہیں:
حضور نبی کریم ﷺ کیلئے یا محمد ﷺ کے الفاظ لکھنا بے ادبی ہے، اس نام سے آپ ﷺ کے سامنے بھی سوائے بعض کفار ومشرکین کے کوئی اور آپ ﷺ کو نہ پکارتا تھا اور کفار بھی اکثر آپ ﷺ کے لئے اس بے ادبی کو گوارا نہیں کرتے تھے بلکہ کنیت سے پکارتے تھے، اس کے علاوہ اس نداء میں عقیدہ فاسدہ کا ایہام ہے، اس لئے یہ لفظ اس طرح لکھنا درست نہیں
(۱) اگر کسی شخص نے آنحضرت ﷺ کی تعظیم کے خیال سے اس کے ساتھ لفظ "یا" مٹاویا تو اس کو مسجد کی بے ادبی یا گستاخی نہیں کہا جاسکتا، بلکہ یہ تعظیم رسول اللہ ﷺ ومحبت کا تقاضہ تھا جو اس نے کیا، البتہ اس کی وجہ سے اگر مسجد میں کوئی بدزیبی پیدا ہوگئی یا مرمت کی ضرورت پڑ گئی ہو تو اسی شخص کو چاہئے کہ مسجد کی مرمت کرادے، اور اگر تنگدست ہو تو دوسرے مسلمانوں کو اس معاملے میں اس کی مدد کرنی چاہئے۔ (فتاویٰ عثمانی، کتاب الایمان والعقائد، 1 / 54، ط: دارالعلوم) لہٰذا یا محمد ﷺ لکھنے کو مسلمانوں کا شعار قرار دینا غلط ہے۔

(۱۰) فرض نمازوں کے بعد بلا التزام اجتماعی

فرض نمازوں کے بعد بلا التزام اجتماعی دعا کرنا صحابہ کرام ؓ سلف الصالحین اور تعامل امت سے ثابت ہے۔ مزید تفصیل کیلئے "فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا" مؤلفہ: مولانا عبدالمعبود صاحب ملاحظہ کی جائے۔

(۱۱) کھانا کھانے کے بعد دعا مانگنا

کھانا کھانے کے بعد دعا مانگنا تو آپ ﷺ سے ثابت ہے، لیکن ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں لہٰذا انفراداً کھانا کھانے کے بعد ہر بار ہاتھ اٹھانا اور اس کو سنت سمجھنا شرعاً درست نہیں، اسی طرح کھانا کھانے کے بعد اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی ثابت نہیں ہے۔

لما فی سنن ابی داود

عن ابی سعید الخدری، ان النبی -ﷺ- کان اذا فرغ من طعامه قال: "الحمدلله الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین" (کتاب الاطعمة، باب ما یقول الرجل اذا اطعم، رقم الحدیث 3850، 659/5: الارتووط، ط: دار الرسالة العالمیة)

ولما فی حاشیة الطحطاوی علی الفلاح:

اذا لم یرفع یدیه فی الدعاء لم یمسح بهما وهو قید حسن لانه ﷺ کان یدعو کثیرا کما هو فی

الصلاة والطواف وغير هما من الدعوات المأثورة دبر الصلوات وعند النوم وبعد الاكل وامثال ذلک ولم يرفع يديه ولم مسح بهما وجهه افاده فی شرح المشكاة وشرح الحصن وغير هما(كتاب الصلاة،فصل فی صفة الاذكار ص:318ط:دار الكتب)

(۱۲)جنازے کے بعد دعا کرنا ثابت نہیں

میت کودفن کرنے کے بعد سر کی جانب سورۃ بقرۃ کی ابتدائی پانچ آیات پڑھنااور پائنتی کی جانب سورۃ بقرہ کا اخیری رکوع پڑھ کر دعا کرنا ثابت ہے،اس کےعلاوہ جنازے کے بعد اجتماعی دعا کرناوغیرہ ثابت نہیں ہے۔

لمافی الدرالمختار

وجلوس ساعة بعددفنه لدعاء وقرأة بقدرماينحرالجزورويفرق لحمه قال ابن عابدینؒ :(قوله :وجلوسه الخ)لمافی سنن أبی داود كان النبی ﷺ اذافرغ من دفن الميت وقف علىٰ قبره وقال :استغفروالاخيكم واسألوااللہ له التثبت فانه الآن يسأل وكان ابن عمريستحب أن يقرأعلیٰ القبربعد الدفن اول سورة البقرة وخاتمتها.وروی ان عمروبن العاص قال وهوفی سياق الموت :اذاانامت فلاتصحبنی نائحة ولانار،فاذادفنتمونی فشنواعلی التراب شناء ثم اقيمواحول قبری قدرماينحرجزورويقسم لحمهاحتیٰ استأنس بكم وانظرماذاراجع رسل ربی جوهرة (الدرمع الرد ،كتاب الصلاة ،باب فی الجنائز،237/2:دارالفكر)

هٰكذافی الجوهرة (كتاب الصلاة ،باب فی الجنائز،101/1ط:المطبعة الخيرية)

(۱۳)مروجہ عرس بدعت ہے

مروجہ عرس کے بارے میں مفتی ہند مفتی کفایت اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں:

عرس کی رسم جس طرح مروج ہے یہ مکروہ وبدعت ہے،بلاقصد تعین کوئی عبادت (مثلاً تلاوت قرآن مجید،صدقات وخیرات)کرکے ایصال ثواب کرناجائزہے فاتحہ مروجہ یعنی شیرینی کھاناوغیرہ سامنے رکھ کرہاتھ اُٹھانافاتحہ پڑھنابے اصل ہے۔(کفایت المفتی،کتاب الحظر والاباحۃ،اکیسواں باب متفرقات،265/9ط:دارالاشاعت)

ولماقال الشيخ ثناء الله فانی فتی فی تفسيره تحت قوله تعالیٰ :قل يااهل الكتاب تعالوااالیٰ كلمة سواء بينناوبينكم .(آل عمران:64)

لايجوزمايفعله الجهال بقبورالاولياء والشهداء من السجود والطواف حولهاواتخاذالسرج

والمساجد عليها ومن الاجتماع بعد الحول كالاعياد ويسمونه عرسا(التفسیر المظھری 65/2ط:رشیدیہ)

(۱۴) قبر پرٹہنیاں نصب کرنا سنت مستمرہ نہیں

قبر پرٹہنیاں نصب کرنے کوسنت مستمرہ قرار دینااورعام صحابہؓ کامعمول سمجھناغلط ہے۔تفصیل کے لئے فتاویٰ قاسمیہ (138/10ط:اشرفیہ،دیوبند)ملاحظہ کریں۔

(۱۵)ہرجگہ سے مرادکیاہے؟پھراس کاحکم بتایاجائے گا۔

(۱۶)اللہ تعالیٰ نے یہ حکم قرآن میں دیاہے یابذریعہ حدیث دیاہے؟اورکس مفسریامحدث نے اس آیت یاحدیث کامعنیٰ مروجہ میلادمنانالکھاہے؟

(۱۷)تبلیغی جماعت کے بارے میں دیوبند کےشیخ الاسلام مفتی محمد تقی دام فیوضھم کی رائے

تبلیغی جماعت کے بارے میں معاصراکابرین میں سے مفتی تقی عثمانی صاحب دام فیوضھم فرماتے ہیں:

تبلیغی جماعت نے بفضلہٖ تعالیٰ مجموعہ حیثیت سے بڑا قابل تعریف کام کیاہے،اوراس سے امت کو بہت فائدہ پہنچاہے۔(فتاویٰ عثمانی،1/237،ط:دارالعلوم)

فتاویٰ حقانیہ 2/442تا446میں تبلیغی جماعت کی افادیت واہمیت بزبان اکابرین دیوبندبیان کی گئی ہے تفصیل کیلئے وہی مراجعت کی جائے۔

لہٰذاتبلیغی جماعت کے بارے میں مصنف کی یہ رائے غلط ہےاورعلمائے دیوبندکےمسلک سے ہٹ کرہے۔

(۱۸)اس کے بارے میں تفصیل نمبرے میں گزرچکی ہے۔

(۱۹)سروری چارشنبہ کوخوشی منانااورصدقہ کرناثابت نہیں

احادیث وسیر کی کتابوں سے معلوم ہوتاہے کہ جناب نبی کریمﷺ ااھ میں صفر کی اخیری بدھ کو بیمارہوئے،اورایک روایت سے معلوم ہوتاہے کہ ااھ میں ۱۹صفرکوآپﷺ کی بیماری کی ابتداءہوئی اور۱۳دن بعدآپﷺ کا پیر کے دن وصال ہوا،الغرض صفر میں آپﷺ کی بیماری کی ابتداءکاتذکرہ توملتاہے،لیکن تندرست ہونااوراس پرصحابہ کرامؓ کاخوش ہونااورصدقہ کرناکہیں نہیں ملتا،نیزاگر صحابہ نےخوشی منائی اورہرسال صفرکی اخیربدھ کوخوشی منانے کاحکم ہوتاتوصحابہؓ کادورتقریباایک صدی تک رہا،لیکن کسی صحابی سےبھی صفر کی آخری بدھ کوخوشی منانااورصدقہ کرناثابت نہیں ہے،لہٰذااس فعل کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے،منگھڑت ہے،اس کوترک کیا

جائے۔(عمدۃ القادری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ 18 / 77 ط: دارالکتب العلمیہ)

فقط اللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ نائب مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان — ذیشان ندیم رفیق دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس

۹ صفر المظفر ۱۴۴۱ھ، 29 ستمبر 2020

جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور پاکستان

استفتاء از دارالافتاء جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام ان کتب کے بارے میں جو التحقیق المختار، الابتداء، عقیدہ ناجیہ کے نام سے ہیں اور ان کا مصنف عبدالخالق فاتح قادری نامی شخص ہے جو اپنا نسبت علمائے دیوبند کی طرف بھی کر رہا ہیں۔ جس کی وجہ سے دیوبندی عوام میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہیں بعض اس کی تائید کرتے ہیں اور بعض مخالفت کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے علاقے میں بڑا خلفشار اور اختلاف پایا جاتا ہیں۔ اس تنازع کی حل کے لئے کتاب کے مسائل دارالافتاء کو بھیجے جا رہے ہیں تا کہ اختلاف اور فتنہ ختم ہو جائے۔ کتاب میں درجہ ذیل مسائل لکھے ہوئے ہیں

(1) مروجہ میلاد جس میں ہر سال محفلیں منعقد کرنا نعت خوانی وغیرہ وغیرہ کرنا سب مستحبات سے افضل عمل ہے۔ (التحقیق المختار ص10)

(2) اولیاء کے قبروں پر چادریں چڑھانا، چراغیں لگانا جائز ہے۔ (التحقیق المختار ص67)

(3) اولیاء کے قبروں پر گنبد بنانا جائز ہے۔ (التحقیق المختار ص66)

(4) اولیاء کے قبروں پر چراغیں لگانا جائز عمل ہے۔ (التحقیق المختار ص67)

(5) دیوبندی علماء بھی قبروں سے مٹی بطور تبرک لے جاتے ہیں۔ (التحقیق المختار ص79)

(6) ظہر کی نماز اول وقت میں پڑھنا خوارج کی نشانی ہیں۔ (التحقیق المختار ص172)

(7) مروجہ اسقاط مستحب ہیں۔ اور نہ کرنا وہابی کی نشانی ہیں۔ (التحقیق المختار ص263)

(8) مروجہ ختم قرآن لایصال جائز ہیں خواہ قاری عوض اور اجرت کی شرط لگائے۔ تو بھی صحیح ہے۔ (التحقیق المختار ص147، 146)

(9) شعار کی نیت سے یا محمد لکھنا اچھا کام ہے۔ (التحقیق المختار ص203)

(11) کھانے کے بعد اجتماعی دعا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کا معمول ہے۔ اس لئے کھانے کے بعد اجتماعی دعا کرنا سنت

ہے۔(التحقیق المختارص45)

(12)مردہ کودفن کرنے بعد بھی اجتماعی دعا کرنا سنت ہیں اور تین دعائیں بھی سنت ہے۔دفن کے بعد اجتماعی دعا کا انکار کرنے والا جاہل اور متعصب ہیں۔(التحقیق المختارص47،45)

(13)عرسیں منانا یعنی ہر سال اولیاء کرام کی موت کا دن منانا اور خیراتیں کرنا، جلسے اور محافل بنانا،نعت خوانی اور تقریریں کرنا جائز اور مستحب ہیں۔(التحقیق المختارص50)

(15)ہر جگہ اجتماعی دعا کرنا چاہیے۔(التحقیق المختارص36)

(16)اللہ مسلمانوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم میرے حبیب پر خوشحالی (یعنی میلاد) مناو۔(التحقیق المختارص11)

(17)مروجہ تبلیغ میں عام شخص کا جانا اور تبلیغ کرنا اشد حرام ہیں کیونکہ تبلیغ علماء کا کام ہے۔(التحقیق المختارص262)

(18)اسقاط مستحب ہیں اور نہ ماننے والا وہابی ہے۔(التحقیق المختارص140،263)

(19)صفر کے آخری بدھ کو حضور ﷺ کی بیماری ہلکی ہوئی تھی تو صحابہ کرام خوش ہوئے اور اپنی اپنی قدرت کے موافق صدقہ بھی کیا۔(التحقیق المختارص267)

(20)یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کا وظیفہ توسل اور تبرک کی نیت سے کہنا جائز اور شرعی عمل ہیں۔(التحقیق المختارص205)

(21)حضور ﷺ ذاتاً نور اور بشر ہیں۔نورانیت اور بشریت دونوں سے انکار کرنا گمراہی ہیں۔(التحقیق المختارص203)

(23)دفن کے بعد اجتماعی دعا کا انکار کرنا جاہل اور متعصب کا کام ہے۔(التحقیق المختارص47)

(24)اس زمانے کے وہابی باتفاق علماء خوارج ہیں۔(الاہتداءص95)

(25)بعض عوام لوگ یہ کہتے ہیں کہ "اللہ ہر جگہ موجود ہیں" یہ اچھی بات نہیں ہیں۔(الاہتداءص33)

اب صرف یہ پوچھنا ہیں کہ ان کتابوں کا دیکھنا اور ان مسائل پر عمل کرنا صحیح ہیں یہ نہیں؟

اوران مسائل کی نسبت علمائے دیوبند کی طرف کرنا صحیح ہیں کہ نہیں؟

اور کیا مندرجہ بالا کتب کے مصنف دیوبندی کہنا صحیح ہیں یا نہیں؟

الجواب:

بشرط صدق وصواب عوام کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ نہیں کرنا چاہیے۔ہوالموفق۔

کتبہ محمد یوسف حقانی معاون مفتی ۱۹صفر۱۴۴۲ بمطابق ۷ اکتوبر ۲۰۲۰

مفتی سیف اللہ حقانی

رئیس دارالافتاء جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع وتحصیل نوشہرہ

بنوری ٹاؤن کا فتویٰ

الجواب حامداومصلیا

واضح رہے کہ سوال میں پوچھی گئی کتب کا دیکھنااوران مسائل پرعمل کرنا صحیح نہیں ہے یہ تمام مسائل غلط ہیں نیز ان مسائل کی نسبت علمائے دیوبند کی طرف کرنا بھی صحیح نہیں ہے تمام مسائل کے تحقیقی اور تسلی بخش جوابات کے لئے درج ذیل کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۔تجلیات صفدر

۲۔اختلاف امت صراط مستقیم

۳۔فتاویٰ رشیدیہ

۴۔راہ سنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ)

فقط واللہ اعلم

کتبہ احمد یوسف
المتخصص فی الفقہ اسلامی

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ
محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراتشی

۱۵/ذیقعدہ/۱۴۴۱ھ

7/جولائی/۲۰۲۰ء

دارالعلوم کراچی کا فتویٰ

الجواب بعون ملہم الصواب

سوال میں ذکر کردہ کتاب ''التحقیق المختار لرد المختار'' کتاب ہمارے یہاں دستیاب نہیں ہے، اسلئے اس کتاب کو دیکھے بغیر اس

کے بارے میں کوئی رائے نہیں دی جاسکتی ۔ تاہم سوال میں ذکر کردہ اکثر باتیں بدعت اور ناجائز ہیں،لہٰذا ان باتوں پر عمل کرنا جائز نہیں،اوران باتوں کے جائز کہنے والے کی اپنی نسبت حضرات علمائے دیوبند کی طرف کرنا درست نہیں۔..................................واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

محمد حسان سکھروی عفااللہ عنہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی،۱۱رمحرم الحرام ر۱۴۴۱ھ،۳۱ راگست ر۲۰۲۰ء

الجواب صحیح بندہ عبدالروف سکھروی

۱۱رمحرم الحرام ر۱۴۴۱ھ،۳۱ راگست ر۲۰۲۰ء

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

جواب نمبر:6000167

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Fatwa:103-13T\H02\144

(۱) تا (۲۳) ان کتابوں (الف) التحقیق المختار (ب) الابتداء (ج) عقیدہ ناجیہ کو ہم نے نہیں دیکھا عبدالخالق سیفی قادری کون شخص ہے ہم اس سے واقف نہیں کتابوں کے حوالوں سے کہ جن کو مختصراً آپ نے نقل کیا ہے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ان میں لکھے مضامین شرعاً درست نہیں پس ہرگز ان کتابوں کو نہ دیکھیں۔ مقامی مستند و معتبر ثقہ علما کرام اصحاب فتویٰ حضرات کی خدمت میں لے جاکر ان کتابوں کو پیش کردیں ان حضرات نے نہ دیکھی ہوں گی تو دیکھ کر اور اگر پہلے ملاحظہ چکے ہیں تو فوری طور پر مزید وضاحت کے ساتھ آپ کی رہنمائی فرمادیں گے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

جامعۃ الرشید کا فتویٰ

الجواب باسمہ ملہم الصواب

سوال میں جن کتب کا حوالہ دیا گیا ہے وہ ہمارے سامنے نہیں ہیں،اس لیے ہم ان کتابوں کے بارے میں براہ راست کوئی بات نہیں لکھ سکتے۔ تاہم "التحقیق المختار" نامی کتاب کے حوالے سے جو مسائل نقل کیے گئے ہیں،ایک آدھ مسئلے کو چھوڑ کر (جس کی فی

نفسہ درست توجیہ ممکن ہے) تقریبا یہ ساری باتیں یا تو بدعات کے زمرے میں داخل ہیں اور یا خلاف تحقیق ہیں، ان کی نسبت علمائے دیوبند کی طرف درست نہیں۔ اس لیے ایسی کتابوں کو پڑھنا یا ان میں درج باتوں پر عمل کرنے سے بچنا چاہیے۔ عوام کو چاہیے کہ ایسے افراد، کتابوں، اور مباحث میں الجھنے کے بجائے علاقے کے مستند اہل علم کی طرف رجوع کر کے ان کی راہنمائی پر عمل کریں۔ اس قسم کے مسائل میں علمائے دیوبند کا مسلک ومزاج یہ ہے کہ جو چیز شریعت میں جس درجے میں ثابت ہو، اسے اسی درجے میں رکھا جائے۔ اپنی طرف سے اس میں اضافہ کرنا، اور غیر لازم کام کو لازم یا سنت سمجھنا بدعت ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ اس مسئلے کی بنیادیں سمجھنے اور مذکورہ بالا مسائل کی تفصیل کے لیے حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کی کتاب "علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج"، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا رسالہ "سنت وبدعت"، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحبؒ کی کتاب "راہ سنت"، اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحبؒ کی کتاب "اختلاف امت اور صراط مستقیم" کا مطالعہ مفید رہے گا۔

تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ (7/430):

فائدہ: کل مباح یودی الی زعم الجھال سنیۃ امر اووجوبہ فھو مکروہ، کتعیین السورۃ للصلاۃ وتعیین القرائۃ لوقت ونحوہ، صرح بذلک فی القنیۃ قبیل باب صلاۃ المسافر

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

عبداللہ ولی غفر اللہ لہ

دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی

19/صفر المظفر/1442ھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نماز عید کے بعد مصافحہ اور معانقہ کا حکم

اہل بدعت کا موقف

اہل بدعت کے نزدیک نماز کے بعد مصافحہ سنت ہے خاص کر عیدین کے نماز کے بعد مصافحہ کرنا سنت ہے۔

جواب:

جن مواقع میں نبی کریم ﷺ سے مصافحہ ثابت اور منقول ہے مثلاً ملاقات کے وقت بالاتفاق یا وداع کے وقت علی الاختلاف ان مواقع میں تو مصافحہ ومعانقہ سنت ہے اور جن مواقع میں مصافحہ ومعانقہ ثابت نہیں ان مواقع میں مصافحہ ومعانقہ کرنا فی نفسہ نہ سنت ہے اور نہ ناجائز بلکہ مباح ہے۔

اور عیدین کے بعد بھی نبی کریم ﷺ سے مصافحہ ومعانقہ کسی صحیح اور مستند حدیث سے ثابت نہیں لہٰذا جن علاقوں میں اس کو عید کی سنت سمجھا جاتا ہو اور اسی وجہ سے اس کا التزام واہتمام کیا جاتا ہو یا اتنا ضروری سمجھا جاتا ہو کہ نہ کرنے والے کو ملامت کیا جاتا ہو اور اس کو وہابی وغیرہ کے لقب سے پکارتے ہو تو ایسی صورت میں یہ بدعت اور ناجائز ہوگا جو کہ واجب الترک ہے۔

لیکن مسلمانوں کی کثیر تعداد سوائے ان چند شر پسند اہل بدعت کے ایسی بھی ہے جو محض عید کی خوشی اور مسرت کی وجہ سے آپس میں معانقہ ومصافحہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو عید مبارک کہتے ہیں وہ اس کو عید کی سنت نہیں سمجھتے بلکہ محض محبت اور تعلق کا اظہار مقصود ہوتا ہے لہٰذا ایسی صورت میں مصافحہ ومعانقہ اور عید مبارک کہنا مباح اور جائز ہے۔

اور اگر بطور رسم ورواج کے کیا جائے جیسے ایک ہی گھر کے افراد یا بعض دوست اکٹھے آتے ہیں اور پھر نماز کے بعد بطور رسم مصافحہ ومعانقہ کرتے ہیں تو اس سے بھی اجتناب کیا جائے کیونکہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، (مأخذ بتصرف فتویٰ جامعہ دار العلوم کراچی: 220/33)

علامہ ابن عابدین شامیؒ کا فتویٰ

علامہ ابن عابدین شامیؒ مصافحہ بعد صلاۃ کے بارے میں لکھتے ہے۔

اعلم ان المصافحة مستحبة عند كل لقاء ،واماما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلاة الصبح والعصر ،فلا اصل له في الشرع على هذا الوجه ولكن لا باس به فان اصل المصافحة سنة وكونهم حافظوا عليها في بعض الاحوال ،وفرطوا في كثير من الاحوال او اكثرها لا يخرج ذالك البعض عن كونه من المصافحة التي ورد الشرع باصلها اه...(الى ان قال) **لكن قد يقال ان المواظبة**

علیهابعدالصلوٰت خاصة قدیودی الجهلة الیٰ اعتقادسنیتهافی خصوص هٰذه المواضع وان لهاخصوصیة زائدة علیٰ غیرهامع ان ظاهرکلامهم انه لم یفعلهااحدمن السلف فی هٰذالمواضع ،وکذاقالوابسنیة قراء ة السورالثلاثة فی الوترمع الترک احیانالئلایعتقدوجوبهاونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعداداء الصلاة بکل حال،لان الصحابة رضی الله عنهم ماصافحوابعداداء الصلاة ولانهامن سنن الروافض اه ثم نقل عن ابن حجرعن الشافعیة انهابدعة مکروهة لااصل لهافی الشرع ،وانه ینبه فاعلهااولاویعزرثانیاثم قال :وقال ابن الحاج من المالکیة فی المدخل انهامن البدع وموضع المصافحة فی الشرع ،انماهوعندلقاء المسلم لاخیه لافی ادبار الصلوٰت فحیث وضعهاالشرع یضعهافینهیٰ عن ذالک ویزجرفاعله لمااتیٰ به من خلاف السنةاه (ردالمحتار ص 381/6)

قال الطیبی :وفیه ان من اصرعلی امرمندوب ،وجعله عزما،ولم یعمل بالرخصة فقداصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من اصرعلیٰ بدعة اومنکر؟(مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح ص 755ج2)

دارالعلوم دیوبند کے چندفتاویٰ جات

(۱)خاص عید کے دن گلے ملناحضورﷺ اورصحابہ کرام سے ثابت نہیں،اس لیےاس کاالتزام بدعت ہے،ہاں اگرکسی سے بہت دنوں پراسی دن ملاقات ہوئی ہوتو فرطِ محبت میں اس سے گلے ملنے میں مضائقہ نہیں بشرطیکہ اس دن (عید کے دن) گلے ملنے کومسنون یاضروری نہ سمجھتاہو،اوراگرکوئی گلے ملنے کے لئے آگے بڑھےتوحکمت وحسن تدبیر سے منع کردیناچاہیےلیکن فتنے کی شکل نہ پیداہونی چاہیے۔(فتاوی دارالعلوم دیوبند،جواب نمبر:7376)

(۲)نمازعید کے بعدمصافحہ کرنااور گلے ملناناجائزوبدعت ہے شریعت سے اس کاکوئی ثبوت نہیں ،البتہ عیدمبارک کہناجائزودرست ہے،علامہ شامیؒ نےمحقق ابن امیرحاج کے حوالہ سے اس کاجواز بلکہ استحباب ثابت فرمایاہے۔(ردالمحتار کتاب الصلاۃ باب صلاۃ العیدین:۳/۵۰،مکتبہ زکریادیوبند(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند،جواب نمبر:41654)

(۳)عید کےاحکام تفصیل سے کتب حدیث شروح حدیث،کتب فقہ وفتاویٰ میں مذکور ہیں،عید پر گلے ملنےکاکہیں ثبوت نہیں،نہ اس کوواجبات عیدمیں سےکسی فقیہ نے شمارکیاہے،نہ مستحبات میں لکھاہے،نہ حضرت نبی اکرم فخرعالمﷺ اورجاںنثارحضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سےقولاوعملااس کاثبوت ملتاہے،نیزمعانقہ اورمصافحہ کاجوموقعہ احادیث مبارکہ میں تجویزہےاس میں عیدپرگلے ملنانہیں ہے،پس معانقہ ومصافحہ اس موقعہ پرشریعت کاحکم نہیں،اس لئے درست نہیں۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

(۴)ہماری شریعت میں عیدی معانقہ ثابت نہیں، یہ روافض کا طریقہ بتایا جاتا ہے، بس عید کی مبارکبادی پیش کر دینا کافی ہے، معانقہ یعنی گلے ملنے کی کوئی ضرورت نہیں۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، جواب نمبر 41573)

(۵)جواب صحیح ہے البتہ مزید یہ عرض ہے کہ اگر کسی سے نماز کے بعد ہی ملاقات ہو تو اس سے مصافحہ ومعانقہ کرنا فی نفسہٖ جائز ہے جیسا کہ امدادالفتاویٰ کے حوالہ سے فتویٰ میں تحریر کیا گیا ہے لیکن تشبہ بالبدعۃ اور اس کی تائید کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے اس سے اجتناب چاہیے۔(احسن الفتاویٰ ۳۵۴/۴ مطبوعہ :ایم ایم سعید کراچی)نیز اگر علماء حضرات کرینگے تو عوام ان کے عمل سے جواز پر استدلال کرے گی؛اسلئے عیدگاہ یا مسجد میں نہ کرے، گھر وغیرہ پہنچ کر کر لے۔(فتاوی دارالعلوم دیوبند، جواب نمبر 145887)

بنوری ٹاون کا فتویٰ

عید کی نماز کے بعد معانقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ،البتہ لازم سمجھ کر کرنا درست نہیں۔(فتویٰ نمبر 143909200979)

مفتی کفایت اللہؒ کا فتویٰ

عیدین میں معانقہ کرنا یا عید کی تخصیص سمجھ کر مصافحہ کرنا شرعی نہیں ، بلکہ محض ایک رسم ہے،(کتاب الصلاۃ ، چھٹا باب ،عیدین کی نماز،عنوان:عید کے دن گلے ملنا، ط دارالاشاعت، کراچی)فقط واللہ اعلم ۔(کفایت المفتی ص302/3)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا فتویٰ

مصافحہ کردن مطلقا سنت ست بوقتے خاص مخصوص نیست پس تخصیص آن بروز جمعہ وعیدین وبعد نماز پنجگانہ وتراویح بے اصل است ،ہاں اگر درہمیں اوقات یکے بعد مدتے ملاقات شود باومصافحہ کردن مضائقہ ندارد نہ کہ از خانہ یا مسجد یا عیدگاہ ہمراہ آئند وپس از نماز مصافحہ ومعانقہ کنند۔(امدادالفتاویٰ ص۲۶۹ ج۵،سوال:۱۴۵)

حکیم الامت کا دوسرا فتویٰ

عیدین کی نماز کے بعد مصافحہ کے بارے میں غور کرنا ہے؛چنانچہ عید کی نماز کو جاتے ہوئے آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات ہو جائے اور اس میں سلام ومصافحہ نہ ہو پھر عید کی نماز کے بعد وہی لوگ جو ساتھ میں گفتگو کرے ہوئے آتے ہیں آپس میں مصافحہ کرنے لگیں تو یہ محض رسمی مصافحہ ہے، شریعت میں اس کی اصل نہیں ہے۔

حکیم الامت کا تیسرا فتویٰ

قاعدہ کلیہ ہے کہ عبادات میں حضرت شارع علیہ السلام نے جو ہیئت وکیفیت معین فرمادی ہے اس میں تغیر وتبدل جائز نہیں اور مصافحہ چونکہ سنت ہے اس لئے عبادات میں سے ہے تو حسب قاعدہ مذکورہ اس میں ہیئت وکیفیت منقولہ سے تجاوز جائز نہ ہوگا اور شارع علیہ السلام سے صرف اول لقاء کے وقت بالا جماع یا وداع کے وقت بھی علیٰ الاختلاف منقول ہے وبس اب اس کیلئے ان دووقتوں کے سوا اور کوئی محل وموقع تجویز کرنا تغییر عبادت کرنا ہے جو ممنوع ہے لہٰذا مصافحہ بعد عیدین یا بعد نماز پنجگانہ مکروہ وبدعت ہے شامی میں اس کی تصریح موجود ہے۔ فقط واللہ اعلم

۲ شعبان ۱۳۲۰ھ (امداد ص۸۰ ج۴) (امداد الفتاویٰ ص۱۸۸ ج۳)

مولانا محمد سلمان منصور پوری کا فتویٰ

(۱) سلام اور مصافحہ کا تعلق ملاقات سے ہے، اس کو نماز کے ساتھ جوڑ دینا اور نمازوں کے بعد خواہ مخواہ اس کا التزام کرنا بے اصل اور بے دلیل ہے، فقہاء نے اس طریقہ کو بدعت قرار دیا ہے، لہٰذا طحطاوی علی المراقی کی مذکورہ رائے مفتیٰ بہ نہیں ہے فتویٰ اسی پر ہے کہ نمازوں کے بعد مصافحہ کا التزام نہ کیا جائے۔ (کتاب النوازل ص477 ج1)

(۲) نمازوں کے بعد خاص سنت سمجھ کر مصافحہ کرنا اور اس کا التزام کرنا بلاشبہ بدعت ہے، نفس مصافحہ ملاقات کے وقت مسنون ہے لیکن نمازوں کے بعد اسکی خصوصیت قطعاً بے اصل ہے۔ (کتاب النوازل ص477 ج1)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿تعلیم النساء اور تبلیغ النساء کا حکم﴾

ملک کے بڑے بڑے جامعات کے فتاویٰ جات

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی کا فتویٰ

عورتوں کے لئے تبلیغی اجتماع میں شرکت کا حکم

سوال:۔جس طرح مرد مسجد میں تبلیغ کرتے ہیں، اسی طرح عورتیں بھی مبلغ ہیں، محلے کی عورتوں کو دعوت دیتی ہیں، ان کی طرف سے مرد، مسجد میں اعلان کرتے ہیں کہ فلاں جگہ عورتوں کا اجتماع ہے، آپ حضرات اپنی ماں، بہنوں کو وہاں بھیجیں، عورتوں کا اس قسم کے اجتماع کے لئے غیر محرم کے گھر جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔اگر عورتیں پردے کے اہتمام کے ساتھ تبلیغی اجتماع میں جائیں تو جائز ہے، بلکہ بحالات موجودہ ایسے اجتماعات میں عورتوں کی شرکت مفید ہے۔

واللہ سبحانہ اعلم

۱۶/۱۱/۱۳۹۶ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵۵۲/ ۲۷)

دار العلوم دیو بند کا فتویٰ

الجواب وباللہ العصمۃ التوفیق

حامداومصلیا ومسلما: فتاویٰ محمودیہ میں ''تبلیغی جماعت کا مقصد دین سیکھنا اور اس کو پختہ کرنا ہے، اور دوسروں کو دین سیکھنے پختہ کرنے کیلئے آمادہ کرنا ہے اور اس جذبہ کو عام کرنے کیلئے طویل طویل سفر بھی اختیار کئے جاتے ہیں، جس طرح مرد اپنے دین کو سمجھنے اور پختہ کرنے کے محتاج ہیں، عورتیں بھی محتاج ہیں اور گھروں میں عامۃ اس کا انتظام نہیں ہے، اس لیے اگر لندن یا کسی اور دور دراز مقام پر محرم (یا شوہر) کے ساتھ حدود شرع کی پابندی کا لحاظ کرتے ہوئے جائیں تو شرعا اس کی اجازے ہے، بلکہ دینی اعتبار سے مفید اور اہم ہے''۔(ص۱۰۷۔۱۰۸/ ج۱۴، بعنوان: عورتوں کیلئے تبلیغی سفر)۔آپ نے خود ہی قیود، شرائط تفصیلات تحریر کردی ہیں، ان کے اعادہ کی حاجت جواب میں نہیں ہے، ان سب کو ملحوظ رکھ کر کام کیا جائے اور مفسدہ کا اندیشہ نہ ہو تو شرعی اعتبار سے اجازے ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد احقر محمود حسن غفرلہ بلند شہری

دارالعلوم دیوبند

۳ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ (حوالہ نمبر: ۳۳۳)

الجواب صحیح، حبیب الرحمٰن عفااللہ عنہ، کفیل الرحمٰن، محمد عبداللہ غفرلہ

فتویٰ دارالعلوم دیوبند مع دستخط مفتی مظاہر علوم

الجواب وباللہ العصمۃ والتوفیق

حامداومصلیاومسلما! تحصیل علم دین، کہ جس میں سے عقائد واعمال، معاملات ومعاشرت، اخلاق وعادات کی اصلاح اور درستگی ہوجائے، جس طرح مردوں پرفرض ہے، اسی طرح عورتوں کے حق میں اس کی فرضیت سے کسی کو انکار نہیں، البتہ احکام حجاب کا مقتضی یہ ہے کہ بغیر ضرورت، اوراجازے شرعیہ دونوں صنفوں کا باہم اختلاط نہ ہونا چاہئے۔ پس اگر چار پانچ عورتیں اپنے اپنے محارم کے ساتھ کسی جگہ کچھ روز کیلئے پہنچ کر احکام حجاب کو پوری پابندی کے ساتھ عورتوں میں اصلاح عقائد واعمال وغیرہ کی تبلیغ اور جدوجہد کریں تو شرعا اس کی اجازے ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بخاری شریف ص۲۰/ ج۱، میں مستقل ایک باب باندھا ہے: ھل یجعل للنساء یوما علی حدۃ اوراس کے تحت جو حدیث لائے ہیں، اس سے احکام حجاب کی مکمل پابندی کے ساتھ عوتوں کو کسی بستی میں ایک مکان میں جمع کر کے تعلیم، تذکیر، پندونصیحت، حضرت نبی کریم ﷺ سے عملا ثابت ہے، (ملاحظہ ہو بخاری شریف)۔ مگر شرط یہ ہے کہ مقامی علماء متقین اور اکابر مرکز تبلیغ بنگلہ والی مسجد نظام الدین نئی دلی کی سرپرستی اور ہدایات کی روشنی میں پورا کام کیا جائے، آپ نے مسلمان مستورات میں مسلمان عورتوں کے اپنے محارم کے ساتھ باہر جا کر تبلیغی کام کیلئے جتنے شرائط وقیوداور تفصیلات تحریر کئے ہیں، بلاشبہ وہ سب درست ہیں اور جب تک اورکوملحوظ رکھ کر کام ہوتا رہے جائز ومستحسن ہے، کیوں ک، ہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اجتماعتی کے ساتھ جوفوائد مشاہد ہیں وہ انفرادیت میں نہیں، البتہ اگر کسی وقت کسی فرد یا جماعت کی طرف کی سے ان شرائط اور قیود میں کوتاہی ہوتو اس کی اصلاح بھی حکمت وبصیرت کے ساتھ واجب ہے، اگر باوجود کوشش کے اصلاح کی طرف توجہ نہ ہوتو پھر حکم بھی بدل جائے گا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد احقر محمود حسن غفرلہ بلند شہری، دارالعلوم دیوبند

۹ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ (حوالہ نمبر: ۳۷)

الجواب صحیح نظام الدین (سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند)، محمد ظفیر الدین، کفیل الرحمٰن نشاط، محمد طاہر عفااللہ عنہ (موجودہ

صدر مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور)

فتویٰ جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد

الجواب وباللہ التوفیق

حامداومصلیاومسلما! سوال نامہ میں عورتوں کے جماعت میں نکلنے کیلئے جو شرائط نقل کی گئی ہیں وہ اکمل اسلام اور شریعت کے مطابق ہیں، اور ایسی شرائط کی پابندی کے ساتھ عورتوں کا جماعت میں نکل کر دین سیکھنا بلا تردد جائز اور باعث اجر وثواب ہے، اور (طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم)...الحدیث اور (کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ) الایۃ کے مصداق ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

شبیر احمد عفا اللہ عنہ جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد

۱۲/محرم الحرام ۱۴۱۵ھ (حوالہ نمبر: ۳۸۰۹، الف)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۱۵ھ

فتویٰ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد (لاہور) کا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام بیچ اس مسئلہ کے کہ مروجہ تبلیغی جماعت میں مستورات کا جانا کیسا ہے؟ شریعت کی رو سے مکمل وضاحت فرمائیں۔ فجزاکم اللہ خیرا کثیرا الجواب ومنہ التوفیق والرشد والصواب

آج کل بے دینی کا دور دورہ ہے۔ الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا ہر طرف تباہی مچا رہا ہے۔ بیدینی، الحاد، فحاشی، عریانیت کا دور دورہ ہے۔ ہر گھر اس زہر کو قبول کر چکا ہے۔ اس کا موثر علاج صرف جماعت میں وقت لگانا ہے، تبلیغی جماعت جو کہ اصل میں اصلاحی جماعت ہے، ان کا جاری کردہ ''خروج النساء فی سبیل اللہ'' بہت ہی اکسیر اور مجرب نسخہ کیمیاء ہے۔ سینکڑوں نہیں، ہزاروں عورتوں کی اصلاح ہو چکی جبکہ نقصان کا کوئی ثبوت نہیں اور چند توہمات کی بناء پر بعض علماء کرام کی طرف سے عدم جواز کے فتاویٰ شائع ہوئے۔ اس کی وجہ اس کام کا تعارف صرف سننے سے حاصل ہونے والا علم ہے۔ علامہ طحاویؒ نے ضروریات دین کو سیکھنے کیلئے عورتوں کے حق میں کروج کا فتویٰ صادر فرمایا ہے، البتہ انہوں نے اس کو مشروط کیا خاوند کی اجازت سے۔ (۲۶۸/۲) اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی بھانجی جب وقت لگا کر واپس ہوئی تو حضرت نے اپنی بھانجی سے کارگزاری سنی تو اطمینان کا اظہار فرمایا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ نے بھی اس کام کو پسند فرمایا کیونکہ انہوں نے اس میں کوئی فتنہ کا خوف وخطرہ محسوس نہیں کیا۔ (ا) تبلیغ بالیقین کا ثبوت ہے: ۵۵۰

فتویٰ جامعہ فاروقیہ (کراچی)

الجواب

حامداومصلیا! عورتوں کیلئے اصل حکم یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں اور بلاضرورت شدیدہ گھروں سے باہر نہ نکلیں، البتہ اگرضروریات دین مثلا نماز روزہ وغیرہ کے مسائل گھر میں معلوم نہ ہوسکیں تو اس کیلئے عورت حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے باہر نکل سکتی ہے۔ آج کل چونکہ فتنہ کا دور ہے اور بے دینی تیزی سے بڑھ رہی ہے، خاص طور پر عورتوں میں بے دینی بہت ہوگئی ہے؛ اس لئے اگر عورتیں اصلاط کی غرض سے مندرجہ ذیل شرائط کی پابندی کرتے ہوئے کبھی کبھی تبلیغ کیلئے چلی جایا کریں تو اس میں گنجائش ہے؛ لیکن اگر وہ شرائط کی رعایت نہ رکھیں تو ان کا تبلیغ میں نکلنا جائز نہیں۔

شرائط

سر پرست یا شوہر کی اجازے ہو، بچوں اور متعلقین کے حقوق ضائع نہ ہوں۔

محرم یا شوہر ساتھ ہو۔

مکمل شرعی پردہ ہو۔

زینت یا بناؤ سنگار کرکے یا خوشبو لگا کر نہ نکلیں۔

عورتیں جن گھروں میں ٹھہریں وہاں پردہ کا مکمل انتظام ہو اور مردوں کا وہاں کوئی عمل دخل نہ ہو۔

دوران تعلیم عورتوں کی آواز غیر محرم نہ سنے۔(۱)

فتویٰ جامعہ بنوری ٹاؤن (کراچی)

ایک عورت نے حضرت مولنا سے اپنے بیٹے کے ساتھ جماعت میں نکلنے کی اجازے طلب کی تھی اور اس پر فتویٰ طلب کیا تھا تو مولانا نے یہ فتویٰ صادر فرمایا تھا:

(۱) تبلیغ بالیقین کا رنبوت ہے: ۵۵۵-۵۵۸

(ماخذ: مستورات کی جماعتیں فقہ وفتاویٰ کی روشنی میں، مولفین مفتی محمد ابوبکر جابر قاسمی ومفتی رفیع الدین حنیف قاسمی، وماخذ: تبلیغی جماعت حقائق، غلط فہمیاں)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ضاد کا صحیح مخرج اور ضاد کو غدات پڑھنے کا حکم

سوال:

ہمارے ہاں سیفی بریلوی اور اکثر اہل بدعت حرف ضاد کو غدات یا غداد پڑھتے ہیں اور جو علماء یا قراء حضرات صحیح پڑھتے ہیں تو اس کی نماز پر فساد کا حکم لگاتے ہیں کہ تم لوگ ضاد کو ظاء پڑھتے ہو اس لئے تمہارا نماز فاسد ہے۔حرف ضاد کا صحیح مخرج کیا ہے ضاد مشابہ ظاء ہے یا مشابہ دال ہے مشابہ غین ہے۔قرآن وسنت اور فقہاء کرام کے اقوال کی روشنی میں تفصیلی جواب سے مستفید فرمائیں۔

جواب:۔

ضاد کا مخرج

ضاد کا مخرج باتفاق قراء وائمہ کرام اقصیٰ حافہ لسان (زبان کی کروٹ) اور اصول اضراس علیا (اوپر کی) ڈاڑھوں کی جڑ سے نکلتا ہے اس کی ادائیگی بائیں طرف کی کروٹ داڑھوں سے لگائی جائے جو حلق کی طرف ہے دونوں اطراف سے ادا ہوتا ہے لیکن بائیں طرف سے آسان اور مروج ہے بیک وقت دونوں اطراف سے بھی ادا ہوتا ہے لیکن یہ شاذ و نادر اور مشکل ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ ایک ہی وقت میں دونوں طرف حرف ضاد ادا فرماتے تھے یہ آپؓ کی مختصات میں سے ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے ضاد کا مخرج کچھ اس طرح لکھا ہے۔

''مخرج ۸:ض کا ہے اور وہ حافہ لسان یعنی زبان کی کروٹ ،داہنی یا بائیں سے نکلتا ہے،جب کہ اضراس علیا یعنی اوپر کی ڈاڑھ کی جڑ سے لگادیں،اور بائیں طرف سے آسان ہے اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے،مگر بہت مشکل ہے۔اس حرف کو''حافیہ'' کہتے ہیں۔اس حرف میں اکثر لوگ بہت غلطی کرتے ہیں،اس لئے کسی مشاق قاری سے اس کی مشق کرنا ضروری ہے اس حرف کا دپُر یا باریک یاد کے مشابہ جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں کے پڑھنے کی عادت ہے،ایسا ہرگز نہیں پڑھنا چاہیئے یہ بلکل غلط ہے ۔اسی طرح ظ پڑھنا بھی غلط ہے۔البتہ اگر ض کو اس کے صحیح مخرج سے صحیح طور پر نرمی کے ساتھ آواز کو جاری رکھ کر اور تمام صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اسکی آواز سننے میں ظ کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے،د کے مشابہ بلکل نہیں ہوتی،علم تجوید وقرأت کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے۔(جمال القران ص۱۲)

ض کا مخرج اور اس کی آواز ظاء اور دال کے مخرج اور ان کی آوازوں سے ممتاز ہے،مگر اس کی آواز اقرب الیٰ الظاء ہے ،یعنی دونوں کی آوازوں میں تشابہ تام تو نہیں ہے؛ بلکہ من وجہ دون وجہ ہے؛لیکن غالب مشابہت ظاء کی آواز کی ہے(اس پر مفصل بحث نمبر:۲۳۴ کے جواب میں ہے)لہٰذا ضاد کو صحیح مخرج اور صحیح آواز سے ادا کرنا اور اس کی مشق کرنا ضروری ہے اور عوام جو ضاد کو دال کے

مخرج سے پڑھتے ہیں یا غیر مقلدین جو ظاء کے مخرج سے پڑھتے وہ محض غلط ہے۔

ضاد کے صفات

ضاد کی صفات جہر، رخاوت، استعلاء، اطباق اور استطالت وغیرہ ہے۔

ضاد مشابہ بالظاء ہے مشابہ باالدال نہیں

باتفاق جمہور علمائے تجوید وقرأت اور بموجب تصریحات فقہاء امت ومفسرین عظام ومحدثین کرام اس کی آواز سننے میں حرف ظاء کی آواز کے مشابہ ہے دال کے مشابہ قطعاً نہیں ہے۔

ضاد اور اس کے مشابہ حرفوں کی صفات کا نقشہ

حروف	صفات				
ض	جہر	رخاوت	استعلاء	اطباق	استطالت
ظ	=	=	=	=	
ذ	=	=	استفال	انفتاح	
ز	=	=	=	=	صفیر
د	=	شدت	=	=	قلقلہ

ضابطہ

جو حرف کسی حرف کے ساتھ جتنی زیادہ صفتوں میں شریک ہوگا اتنا ہی وہ اس حرف کے زیادہ مشابہ ہوگا۔ اس کے مطابق مندرجہ بالا نقشہ تو دیکھ لیجئے۔ ظاء اور ضاد کا حرف استطالت میں فرق ہے۔ دال کے ساتھ تو سرے سے مشابہت ہی نہیں ہے۔

استطالت کا مطلب

ضاد کا مخرج تمام مخارج سے اطول اور زیادہ لمبا ہے اور ظاء کا مخرج چونکہ طویل نہیں ہے اس لئے اسکی آواز میں درازی نہیں ہے۔ ظاء اور ضاد کا صرف ایک معمولی فرق درازی ہے کہ ضاد میں استطالت ہے اور ظاء میں نہیں ہے۔

سوال

آواز کا طول وقصر کی وجہ سے فرق ہے تو تشابہ کیسا ہے؟

جواب

طول وقصر واقعی تمایز کا موجب ہے اور یہ تمایز مامور بہ ہے لیکن آواز کا طویل ہونا جریان صوت کے منافی نہیں ہے بلکہ اسی کا متقاضی ہے۔

تشابہ بین الضاد والظاء کے بارے میں قراء، مجودین اور مفسرین کے اقوال

علامہ محمد مکیؒ المتوفی ۴۳۷ھ کا قول

علامہ مکیؒ نے اپنی کتاب رعایہ میں لکھا ہے

والضاد يشبه لفظهابلفظ الظاء لانهامن حروف الاطباق ومن المخرجين ومافى الضاد من الاستطالة لكان لفظهماواحداولم يختلفافى السمع (رعايه ص ۴۵)

علامہ شمس الدین الجزری الشافعیؒ المتوفی ۸۳۳ھ کا قول

علامہ جزریؒ نے اپنی کتاب النشر فی القرأت العشر میں لکھا ہے

والضاد انفرد باالاستطالة وليس فى الحرف مايعسرعلىٰ اللسان مثله فان السنة الناس فيه مختلفة وقل من يحسنه فمنهم من يخرجه ظاء ومنهم من يمزجه باالدال المهملة ومنهم من يجعله لامامفخمة ومنهم من يشبه الزاء وكل ذالک لايجوزالخ(النشر فى القرأت العشر ص ۲۱۹ ج.۱)

علامہ موصلی حنبلیؒ کا قول

علامہ موصلیؒ نے شرح شاطبیہ موسوم بہ کنز المعانی میں فرماتے ہیں۔

ان هٰذه الثلاث اى الضاد والظاء والذال متشابهة فى السمع والضاد لاتفترق من الظاء الاباختلاف المخرج وزيادة الاستطالة ولولاهمالكانت احدهماعين الاخرىٰ (كنز المعانى)

مفسرین کے اقوال

امام رازیؒ کا قول

امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے

المختار عندنا ان اشتباہ الضاد بالظاء لاتفسد الصلوٰۃ ویدل علیہ ان المشابھۃ حاصلۃ بینہما جدا والتمیز عسیر (تفسیر کبیر، باب

الاستعاذہ کے دسویں مسئلہ میں، جلد اول)

علامہ سیوطیؒ کا قول

علامہ سیوطیؒ نے الاتقان میں لکھا ہے

ومنهااللفظى بان يختلفابحرف مناسب للاخرمناسبة لفظية كاالضاد والظاء كقوله وجوه يومئذناضرة الىٰ ربهاناظرة (اتقان ص ۱۹ ج۲)

فقہاء کرامؒ کے عبارات

قاضی خان کا فتویٰ

وان ذكرحرف مكان حرف وغيرالمعنى فان امكن الفصل بين الحرفين بلامشقة كاالصاد مع الظاء فقرأالطالحات مكان الصالحات تفسدصلوته عندالكل وان كان لايمكن الفصل بين الحرفين الابمشقة كاالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء اختلف المشائخ فيه قال اكثرهم لاتفسدالخ(قاضى خان على هامش الهنديه)

علامہ شامیؒ کا فتویٰ

وان كان الخطاء بابدال حرف بحرف فان امكن الفصل بينهمابلاكلفةكاالصاد مع الطاء بان قرأالطالحات مكان الصالحات فاتفقواعلىٰ انه مفسدوان لم يمكن الابمشقة كاالظاء مع الضاد والصادمع السين فاكثرهم علىٰ عدم الفسادلعموم البلوىٰ(ردالمختار)

علمائے صرف کے کلام سے استشہاد

علامہ رضیؒ کا قول

علامہ رضی شرح شافیہ میں لکھتا ہے

وبعض الحروف اذاوقفت عليهافخرج معهامثل النفخة ولم ينضغط ضغط الاول وهى الظاء والذال والضاد والزاى فان الضاد يجدمنفذامن بين الاضراس والضاد والذال والزاء يجدمنفذامن بين الثيايا.

علامہ عبدالحی لکھنویؒ کا فتویٰ

ضاد کا مشتبہ الصوت ہونا ساتھ ظاء کے بلانزاع ثابت ہے۔اور جس شخص سے مخرج ضاد کا نہ آوے وہ ظاء پڑھے اور اس سے نماز اکثر کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی ہذا ھوالحق والصواب (مجموعۃ الفتاویٰ ص ۱۹۷)

عاجز کا حکم:۔

جو شخص باوجود کوشش کے بھی ضاد کو صحیح ادا نہ کرسکتا ہو وہ عاجز ہے، وہ ضاد کو دا منفخم یعنی دواد پڑھے ظاء نہ پڑھے،اس کا مفصل بیان نمبر:۲۳۲ کے جواب پر حاشیہ میں ہے۔

نماز کا حکم:۔

غیر مشاق کی نماز تو ہر طرح ہوجاتی ہے اور مشاق کی زبان سے بھی اگر بلاقصد غلط نکل گیا تو اس کی نماز بھی ہوجاتی ہے؛البتہ اگر مشاق کی نماز تو ہر طرح ہوجاتی ہے اور مشاق کی زبان سے بھی اگر بلاقصد غلط نکل گیا تو اس کی نماز بھی ہوجاتی ہے؛البتہ اگر مشاق ہو کر اسی قصد سے پڑھے کہ میں ظاء پڑھتا ہوں یا دال پڑھتا ہوں تو اس کی نماز بلاشبہ فاسد ہوگی (یہ بحث نمبر:۲۳۴ کے جواب کے آخیر میں ہے)۱۲ سعید احمد پالن پوری۔(امداد الفتاویٰ جدید مطول حاشیہ ص21ج2)

اکابر علمائے دیوبند کے فتاویٰ جات

حکیم الامت کا فتویٰ

ان روایات میں تدبر کرنے سے چند امور معلوم ہوتے ہیں: ایک یہ کہ فساد صلوٰۃ اس وقت ہے جب بلا مشقت دو حرفوں میں تمیز کرسکے اور ضالین کو دال سے پڑھنا مفسد صلوٰۃ اسی بناء پر ہے۔اور ظاہر ہے کہ جس طرح سے ضالین کو اکثر لوگ پڑھتے ہیں وہ دال نہیں ہے،جس سے بلا مشقت امتیاز ممکن ہے البتہ اگر کوئی شخص خالص دال پڑھے گا تو اس کی نماز کو فاسد کہا جاوے گا۔اور جس طرح سے اکثر پڑھنا اس کا متعارف ہے گو بوجہ مشق نہ کرنے کے وہ صحیح نہیں ہے،مگر صحیح حرف کو سننے والا اس امر کو پہچان سکتا ہے کہ یہ طریق متعارف اس کے مشابہ ہے،اس طرح کہ تمیز دونوں میں شاق ہے،حتیٰ کہ جس شخص کو ضاد کے مخرج صحیح سے مشق کرائی جاتی ہے اور اس کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے، وہ ادا کرنے کے وقت کبھی کبھی اس متعارف طریق کو ادا کر بیٹھتا ہے اور دونوں میں اس کو تمیز دشوار ہوتی ہے؛ اس لئے اس طریق متعارف کو داخل دال کر کے مفسد صلوۃ کہنا بعید ہے۔دوسرا امر یہ معلوم ہوا کہ ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کو مفسد صلوۃ عندالاکثر نہ کہنا علی الا طلاق نہیں ہے؛ بلکہ اس وقت ہے جبکہ بلا عمد ہو ورنہ وہ بھی مفسد صلوۃ ہے،ورنہ"والعادیات ضبحا"اور"مغضوب

علیھم''اور''حضیم''اور''فتر ضی''اور''فرض''میں ظاء پڑھنے کومفسد صلوۃ نہ کہا جاتا، چنانچہ مدار عدم فساد کا عدم امکان الفصل الابمشقۃ کو ٹھیرانا اس کی دلیل ہے؛ کیونکہ عمداً وہی پڑھے گا جو فصل بلا مشقت کرسکتا تھا، پس حاصل اس کا یہ ہوگا کہ جس شخص سے بلا مشقت فصل ممکن نہ ہو اور وہ ضاد پڑھنے کا قصد کرتا ہے، مگر ظا نکل گیا اس کی نماز صحیح ہو جاوے گی اور اس کی تعمد کی اجازت کو جزئیات مذکورہ فساد صلوۃ کی رد کرتی ہیں۔ فافہم۔

تیسرا امر یہ معلوم ہوا کہ ولا الضالین می ظاء کا پڑھنا جو مفسد نہیں ہے، اس کی بناء یہ نہیں ہے کو ضاد کی جگہ عمداً ظاء کا پڑھنا جائز ہے، ورنہ''مغضوب علیھم''اور''ضالین''میں کیا فرق تھا کہ''مغضوب علیھم''میں تو ظاء کو مفسد بتا رہے ہیں اور ضالین میں غیر مفسد؛ بلکہ مبنیٰ اس کا یہ ہے کہ ضالین میں فساد معنیٰ نہیں ہوتا، جیسا قاموس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظل بالظاء کے معنی لیل اور جنح اللیل اور سواد السحاب کے بھی ہیں، پس ظالین کے معنی مثلاً داخل فی الظلمات ہوں گے جو حاصل ہے ضلال بالضاد کا یا یہ افعال ناقصہ ظل یظل سے ہوگا بمعنیٰ الکائنین اور خبر مقدر ہوگی فی ضلال یا فی غضب بقرینۂ مغضوب علیھم کے جیسا أءذاظللنا''بالظاء کی قرأت میں بھی یہ توجیہ ہوگی جیسا آگے مذکور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قاضی خان نے''والعادیات ضبحا''وغیرہ میں تو ظاء کو مفسد کہا۔ اور جہاں جہاں مادہ ضلال کا آیا ہے جیسے''ومن یضلل اللہ''اور''أءذاظللنا''اس میں غیر مفسد کہا، ورنہ اس کی کوئی وجہ نہیں کہ ہر جگہ عدم فساد اسی مادہ کے ساتھ خاص کیا گیا، چنانچہ''أءذاظللنا''میں خود''ظللنا''بالظاء کا ایک قرأت ہونا بھی نقل کیا ہے اس سے صاف معلوم ہوا کہ اس قرأت کی رعایت سے ہر جگہ اس مادہ میں تاویل صحت معنیٰ کی گئی ہے، اس وجہ سے مفسد نہیں کہا۔ اور ہر چند کہ تضلیل میں جو اسی مادہ سے ہے، بعض کا قول''لاتصح''نقل کیا ہے، مگر اس قول کو اپنی طرف منسوب نہ کرنا بعض مجھول کی طرف نسبت کرنا خود قرینہ ہے کہ یہ ان کا مختار نہیں ہے پس بناء مذکور پر ارجح یہاں بھی عدم فساد ہوگا، فتدبر و تشکر اور تجوید کی مقدار واجب صرف تصحیح حروف اور رعایت وقوف ہے اس طرح کہ تغیر مراد نہ ہو جاوے باقی مستحسن۔ (امداد الفتاویٰ جدید مطول حاشیہ ص24ج۲)

حکیم الامت کا دوسرا فتویٰ

ضاد کو صحیح مخرج اور صحیح آواز سے ادا کرنا اور اس کی مشق کرنا ضروری ہے اور عوام جو ضاد کو دال کے مخرج سے پڑھتے ہیں یا غیر مقلدین جو ظاء کے مخرج سے پڑھتے وہ محض غلط ہے۔ (جمال القرآن)

بنوری ٹاون کا فتویٰ

ولا الضالین کو ولا الدالین پڑھنے کا حکم

ولا الضالین کو الدالین پڑھنا درست نہیں ایسے پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائیگی، البتہ اگر کسی نے سہواً''الضالین''کو''الظالین

''پڑھ لیا تو نماز ہو جائیگی فاسد نہ ہوگی۔(فتویٰ بنوری ٹاون)

بنوری ٹاون کا دوسرا فتویٰ

اوران حروف میں فرق رکھتے ہوئے ادائیگی پر قدرت کے باوجود اگر کوئی شخص ض کی جگہ دال یا ض کی جگہ غ پڑھتا ہے تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی۔فقہ کی تمام کتب میں یہ صراحت موجود ہے۔ض کے مشابہ بالغین پڑھنے کی کوئی روایت ہمارے علم میں نہیں ۔فقط واللہ اعلم (فتوی نمبر:143905200063)

مفتی محمد شفیع کا فتویٰ

جو شخص قادراور واقف ہو کہ ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے نکالے پھر لوگوں کے کہنے اور راضی کرنے کے دال مفخم پڑھے نہ اس کی اپنی نماز ہوتی ہے اوراس کے پیچھے دوسروں کی اس کو لازم ہے کہ نمازیوں کو مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ کرے یا پھر امامت چھوڑ دے۔بندہ محمد شفیع کراچی (بحوالہ نظام الفتاویٰ ص۱۷۳)

جان بوجھ کر دالین پڑھنے کا حکم

اگر کوئی شخص جان بوجھ کر ضالین کو دالین پڑھے گا،تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی ،ہاں اگر کسی سے حرف ضاد ادا ہی نہ ہوتا ہو اور کافی کوشش کے باوجود دال نکل جائے ،تو بحالت معذوری اس کی نمازم ہو جائیگی پس جان بوجھ کر ضالین کو دالین پڑھنا درست نہیں لہٰذا پوری کوشش کی جائے کہ ضاد کو اس کے مخرج سے ادا کرے۔(فتاویٰ رشیدیہ ۳۲۱،کمال الفرقان علی ہامش جمال القرآن ۳۰۔۳۱)(بحوالہ کتاب النوازل)

عالم اور جاہل کی نماز کا حکم

جولوگ ضاد کے بجائے دواد یا ظواد پڑھتے ہیں اگر جان بوجھ کر یا بے پرواہی سے باوجود قادر بالفعل ہونے کے ایسا تغیر کرلے کہ ضاد کی جگہ دال یا خالص ظاء پڑھے تو نماز فاسد ہو جاے گی۔اوراگر بوجہ ناواقفیت وعدم تمیز ایسا سرزد ہو جائے اور وہ اپنے نزدیک یہی سمجھے کہ میں نے حرف ضاد پڑھا ہے تو نماز صحیح ہو جائیگی۔

اور قراء مجودین وعلماء کی نماز کی جواز میں تفصیل یہ ہے کہ اگر غلطی قصداًیا بے پرواہی سے ہو تو نماز فاسد ہے اوراگر سبقت لسانی یا عدم تمیز کی وجہ سے ہو تو نماز جائز وصحیح ہے۔(فتاوی جامعہ عثمانیہ پشاور)

ض مشابہ ظاء یا مشابہ دال یا مشابہ غین

اکابر دیوبند اگر چہ مشابہ بالظاء کوترجیح دیتے ہیں لیک انہوں نے بھی اپنے فتاویٰ میں مشابہ بالدال پڑھنے کوفاسد نہیں کہاہے۔(فتاوی دارالعلوم دیوبندص۴۵۶ باب القرأۃ فی الصلوٰۃ)

ض کوغدات یاغداد یامشابہ بالغین پڑھنے کی کوئی روایت ہمارے علم میں نہیں۔اس لئےض کوغین سے ادا کرنایااس کوغدات یاغداد پڑھنابلکل غلط اورمفسد نماز ہے۔

عموم بلویٰ کافتویٰ اوراس کی توجیہ

بعض علماء نے یہ لکھاہے کہ چونکہ اس میں عموم بلوی ہےاس لئے ہرطرح پڑھنے سےنماز فاسدنہ ہوگی۔لیکن یہ حضرات یہ نہیں دیکھتے کہ جن فقہاء یامفتیان نےعموم بلوی کی وجہ سے جواز کافتویٰ دیاہےانہوں نے بھی اس غلط پڑھنے والےکوماہر تجوید سےمشق کرکےصحیح پڑھنے کاحکم دیاہےاگرمشق کے بعد بھی غلط نکل جاوےتو پھرمعذور ہےاورنماز فاسد نہیں۔کوئی بھی فتویٰ میری نظر سےایسی نہیں گزری جس نے غلط پڑھنے والے کے نماز کی جواز کاحکم صرف عموم بلوی کی بنیاد پردیاہوبلکہ عموم بلوی کے ساتھ قرات پڑھنے اورحروف کواپنے مخارج سے ادا کرنے اورسیکھنے کاحکم دیاہے اگرسیکھنے اورمشق کے بعد بھی حرف مشابہ بالدال یامشابہ باالظاء اداہورہاہوتو پھرکوئی بات نہیں نماز بلکل صحیح ہےلیکن سیکھنے کی کوشش نہ کرنااورصرف عموم بلویٰ کاسہارالےکرغلط سلط پڑھنے کےساتھ نماز کاجواز ہمارےنزدیک بہت مشکل ہے۔اس لئے ہم ضادکوظاء یادال یاغدات یاغداد پڑھنےکوغلط سمجھتے ہیں اگرکوئی قرات پڑھ کراس حرف کوصحیح مخرج سے نکالنے کی کوشش کے بعدصرف سامعین کومشابہ ظاء یامشابہ دال سنائی دےتو پھرسامعین کے سننے کاکوئی اعتبارنہیں اس کانماز بلکل جائز ہے۔

خلاصہ

جمہورعلماء،مفتیان کرام،فقہاءکرام اورقراءکرام کےنزدیک ض،دال اورغین مستقل حروف ہےتاہم ضادکواپنےمخرج سے ادائیگی کے وقت صوت اور سننے میں مشابہ باالظاء ہوتاہےدال کےمشابہ نہیں ہےاگرچہ بعض علماء کےنزدیک اس کواپنےمخرج سےصحیح ادائیگی کے بعد دال مفخم کےمشابہ ہےلیکن یہ قول کمزورہے۔اکثرعلماءدیوبند کےنزدیک ض مشابہ باالظاء ہے۔

ان حروف میں فرق رکھتے ہوئے ادائیگی پرقدرت کے باوجوداگرکوئی شخص ض کی جگہ دال،ظاء یاغدات،غداد پڑھتاہے تواس کی نماز درست نہیں ہوگی۔فقہ کی تمام کی کتب میں یہ صراحت موجودہے۔ض کوغدات یاغداد یامشابہ بالغین پڑھنے کی کوئی روایت ہمارےعلم میں نہیں۔اس لئےض کوغین سےادا کرنایااس کوغدات یاغداد پڑھنابلکل غلط اورمفسد نماز ہے۔

البتہ اگرکوئی شخص ایساہے کہ وہ ض،دال،ظاء میں فرق پرقدرت نہیں رکھتا،یااسےسکھانے والاکوئی نہیں ایسی صورت میں توض کومشابہ بالظاءیامشابہ بالدال پڑھنے والے کی نماز ہوجائیگی۔تاہم خالص دال اورخالص ظاءکونہ پڑھے کیونکہ خالص دال،خالص

ظاء پڑھنا اور مشابہ دال، مشابہ ظاء پڑھنے کا بہت فرق ہے۔لیکن قصداً خالص دال پڑھنا یا خالص ظاء پڑھنا یا غدات، غداد پڑھنا اور اس کے ساتھ سیکھنے کی کوشش بھی نہ کرنا تو ایسا پڑھنا بلکل غلط اور مفسد نماز ہے، ائمہ کرام اس کا خاص اہتمام کرے۔

☆☆☆☆☆☆

سادات کے لئے زکوٰۃ لینے کی حرمت کا مسئلہ

سیدکوزکوٰۃ دینا مفتیٰ بہ قول کے مطابق ناجائز ہے البتہ ایک نادر،مرجوح اورمتروک العمل روایت کے مطابق سیدکوزکوٰۃ دیناجائز ہے،(اس مرجوح اورمتروک العمل روایت کی بنیاد پرآج کے بعض سیفی بریلوی جواز کافتویٰ دے رہے)لیکن نادراورمرجوح روایت پرفتویٰ دیناخلاف اجماع ہے۔اوردرمختارمیں لکھاہے ان الحکم والفتیاباالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع اس کے تحت علامہ شامیؒ نےلکھاہے ومذهب الحنفية المنع عن المرجوح حتىٰ لنفسهٖ لكون المرجوح صارمنسوخا(ردالمحتارص51ج1)

فتاویٰ عالمگیری کافتویٰ

لايدفع الىٰ بنى هاشم وهم آل على وعباس وجعفر وعقيل وآل حارث كذافى الهداية والله اعلم (فتاوىٰ عالمگيرى)

علامہ عبدالحئی لکھنویؒ کافتویٰ

دادن زكوٰة بنى هاشم برقول مفتىٰ بهٖ وظاهرالرواية وظاهرالمذهب جائزنيست آرے درغيرظاهرالرواية يعنى رواية نوادرابوعصمةؒ ازامام ابوحنيفةؒ جوازش نقل كرده وطحاوىؒ قولش راماخوذبهٖ فرموده ودرروايتى ديگرازابويوسفؒ اوابوحنيفة جوازدادن هاشمى مثل خودراوارد گرديده وليكن هردورواية خلاف ظاهررواية وظاهرمذهب است ودليل مفتىٰ به بودن عدم جوازآنست كه درهمه متون فقهيه عدم جوازمذكوراست وشك نيست كه فتوىٰ برقول متون ميباشدونيزدرمعتبرات فقهيه عدم جوازظاهرالرواية وجوازراخلاف ظاهرالروايةبل خلاف الخ(مجموعة الفتاوىٰ)

حکیم الامت کافتویٰ

پس یہ استدلال اس لئے مخدوش ہے کہ جن ائمہ کے نزدیک خمس الخمس باقی ہے ان کے مذہب پر یہ کہاجاسکتاہے کہ علت حرمت زکوٰۃ مشروعیہ ہے خمس الخمس کی جوکہ اب بھی باقی ہے پس حرمت بھی باقی ہے نہ کہ وصول خمس الخمس کا چوتھادن ناس کے سبب متروک ہوگیاپس عدم وصول سے علت کاارتفاع نہیں ہوااورجن ائمہ کے نزدیک خمس الخمس باقی نہیں رہاجیساحنفیہ کامذہب ہےان کے مذہب پر یہ کہاجاسکتاہے کہ یہ حرمت کی حکمت ہےاورحکمت کے بعدبھی رمل باقی ہےاورعلت حرمت کی زکوٰۃ کااوساخ اموال الناس

ہوتا ہے جیسا کہ نصوص میں مصرح ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ثم قال ان ہذہ الصدقۃ لاتنبغی لال محمد انما ھی اوساخ الناس (جمع الفوائد لمسلم وابی داود والنسائی) اور یہ اب بھی باقی ہے پس حکم بھی باقی ہے اور اگر کوئی حکمت کو علت ہی کہنے لگے تو اس کا منصب صرف مجتہد کو ہے اگر یہ علت ہوتی تو خیر القرون میں اس کا تعامل تو منقول ہوتا اور کوئی کہے کہ ابوعصمہ نے امام صاحب سے بھی نقل کیا ہے تو مجتہد کا قول بھی پایا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو راوی ہی متکلم فیہ ہیں کما نقلہ الشیخ عبدالحئی اللکھنوی فی مقدمۃ الھدایۃ ص ۹ ج ۳ قال ابن حجر کذبوہ فی الحدیث وقال ابن المبارک کان یصنع اھ۔ دوسرے اصل قول قوت دلیل کے جائز نہیں اور دلیل کا ضعف ظاہر ہو چکا اس لئے اس قول پر عمل کی اجازت نہیں واللہ اعلم

ف۔ الغرض ہاشمیت زکوٰۃ لینے سے مانع ہے اور مانعیت میں بھی ابطال ہے مساوات مخترعہ کا۔ وہذا اخر ما اردناہ فی ہذا المقام والی اللہ المنتہیٰ فی کل مرام (امداد الفتاویٰ)

بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، خواہ دینے والے بھی بنی ہاشم سے ہو یا اور کوئی ہو۔

لقوله عليه السلام لا بی رافع مولی القوم من انفسهم وانا لا تحل لنا(۱)الصدقة قلت:ولا تفتر بما يذكر ومن جوازها لهم لسقوط عوضها وهوالخمس لانه قياس فی مقابلة النص اولا. ثم هذا القياس نفسه لا يتم لانه عليه السلام علل حرمتها بكونها(۲) اوساخ الناس لا بتعويض الخمس ههنا وانماهی حكمة مستقلة فی مشروعية حكم الخمس فلما لم يكن علة لم يلزم من ارتفاع الخمس ارتفاع حرمة الزكوٰة فتامل حق التامل اور خدمت سادات كی هدايا وصدقات نافله سے ممكن هے اور وه ان كے ليے حلال هے. فی الهداية:بعد الرواية المذكورة بخلاف التطوع(۱)فقط(امداد،ص ۷۰ ا،ج ا)

ابو داود شريف ،كتاب الزكاة،باب الصدقة علی بنی هاشم،النسخة الهندية ا /۲۳۳،دارالسلام رقم:۱۶۵۰. وعن ابی رافع ان النبی ﷺ بعث رجلا من بنی مخزوم علی الصدقة، فقال لابی رافع:اصحبنی كما تصيب منها فقال لا حتی اتی رسول الله ﷺ فاساله فانطلق الی النبنی ﷺفساله فقال:ان الصدقة لا تحل لنا وان موالی القوم من انفسهم(ترمذی شريف،كتاب الزكاة،باب ماجاء فی كراهية الصدقة للنبی ﷺ،النسخة الهندية ا /۱۴۲،دارالسلام رقم:۶۵۷)

(۲)عن علی بن ابی طالبؓ عن رسول الله صلی الله عليه وسلم فی حديث طويل (الی قوله)فقال:ان الصدقة لا تنبغی لال محمد انما هی اوساخ الناس الحديث (طحطاوی شريف،كتاب الزكاة،باب الصدقة علی بنی هاشم،دارالكتب العلمية بيروت ۲ /۵۴،رقم :۲۸۹۶)كذا فی الصحيح لمسلم.كتاب الزكاة،باب تحريم الزكاة علی رسول الله ﷺ (النسخة الهندية ا /۳۴۴،بيت الافكار الدوالية رقم:۱۰۷۴)وفی مسلم

فی حدیث طویل قال رسول الله ﷺلنا ان هذه الصدقات انما هی او ساخ الناس وانها لا تحل لمحمد ولا لال محمد ﷺ الحدیث (الصحیح لمسلم، کتاب الزکاۃ،باب تحریم الزکاۃ،باب تحریم الزکاۃ علی رسول الله ﷺ،النسخۃ الهندیة)

حضرت گنگوہیؒ کا فتویٰ

(سوال) زکوۃ اپنے عیز واقارب کو جو کہ نہایت محتاج اور غریب ہیں اور سوائے اس موقع کے اور کوئی صورت دینے کی نہیں ہوتی لیکن سید مشہور ہیں ایسی صورت میں درست ہے یا نہیں۔(فتاویٰ رشیدیہ ص۴۴۰، کتاب الزکوۃ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

انجکشن مفطر صوم ہے یا نہیں

بعض سیفی بریلویوں کے نزدیک انجکشن مفطر ہے اس کے بارے میں علماء دیوبند کا فتویٰ کیا ہے؟

جواب:۔

اس بارے میں حضرت تھانویؒ کا تفصیلی فتویٰ نقل کر رہا ہوں جو جمہور علماء دیوبند کا فتویٰ بھی ہیں۔

حکیم الامت کا فتویٰ

''ڈاکٹروں سے تحقیق کرنے سے یہ نیز تجربہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ انجکشن کے ذریعہ دوا جوف عروق میں پہونچائی جاتی ہے اور خون کے ساتھ شرائین یا اوردہ میں اس کا سریان ہوتا ہے، جوف دماغ یا جوف بطن میں دوا نہیں پہونچتی اور فساد صوم کے لئے مفطر کا جوف دماغ یا جوف بطن میں پہونچنا ضروری ہے، مطلقا کسی عضو کے جوف میں عروق (شرائین واوردہ) کے جوف میں پہونچنا مفسد صوم نہیں؛ لہٰذا انجکشن کے ذریعہ سے جو دوا بدن میں پہونچائی جاتی ہے مفسد صوم نہیں، فقہاء کی عبارتیں دوطرح پر تقریباً بلکہ حقیقتاً اس دعوے کی تصریح کرتی ہیں اول تو یہ کہ فقہاء نے زخم پر دوا ڈالنے کو مطلقا مفسد نہیں فرمایا بلکہ جائفہ یا آمہ کی قید لگائی ہے؛ کیونکہ انہیں دو قسم کے زخموں سے دوا جوف دماغ یا جوف بطن کے اندر پہونچتی ہے، ورنہ جوف عروق کے اندر تو دوسری قسم کے زخموں سے بھی دوا پہونچ جاتی ہے۔

دوسرے بہت سے جزئیات فقہیہ مسلمات فقہاء میں سے ایسی ہیں جن میں دوا وغیرہ مطلقاً جوف بدن میں تو پہونچ گئی لیکن چونکہ جوف دماغ یا جوف بطن میں نہیں پہونچی اس لئے اس کو مفطر ومفسد صوم نہیں قرار دیا جیسے مرد کی پیشاب گاہ کے اندر دوا یا تیل وغیرہ چڑھانے سے باتفاق ائمہ ثلاثہ روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

کما صرح بہ الشامی :حیث قال وافاد انہ لو بقی فی قصبة الذکر لایفسد اتفاقاولاشک فی ذالک .شامی ۴۰۳ /۲ .ومثلہ فی الخلاصة ۲۵۳/۱

اگر دوا مثانہ تک پہونچ جائے تب بھی امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مفسد صوم نہیں، امام ابو یوسفؒ جو مثانہ میں پہونچ جائے اس کا مفسد قرار دیتے ہیں وہ بھی اس بناء پر کہ ان کو یہ معلوم ہوا کہ مثانہ اور معدہ کے درمیان منفذ ہے جس سے دوا معدہ میں پہونچ جاتی ہے ورنہ نفس مثانہ میں پہونچنے کو وہ بھی مفسد نہیں فرماتے۔ اسی لئے صاحب ہدایہ نے اس اختلاف کے متعلق فرمایا ہے:

فکأنہ وقع عندأبی یوسفؒ ان بینہ وبین الجوف منفذاولہٰذایخرج منہ البول ووقع عندأبی حنفیة أن المثانة بینھماحائل والبول یترشح منہ وھٰذالیس من باب الفقہ ،محقق ابن ھمام .

اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

یفید أنه لاخلاف لو اتفقوا علیٰ تشریح ھٰذاالعضو فان قول ابی یوسفؒ بالافساد انما ھو علیٰ بناء قیام المنفذبین المثانة والجوف (الیٰ قوله)قال فی شرح الکنز وبعضھم جعل المثانة نفسھاجوفاعندابی یوسفؒ وحکی بعضھم الخلاف مادام فی قصبة الذکر ولیسابشئی انتھیٰ

الغرض اسی طرح اگر کان میں پانی ڈالے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا،کما صرح بہ فی الدرالمختار والخلاصۃ ،حالانکہ کان بھی ایک جوف ہے اسی طرح اگر کوئی انگور وغیرہ کو ایک دھاگے میں باندھ کر نگل جائے اور پھر معدہ میں پہونچنے سے پہلے کھینچنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

کماقال فی الخلاصة :وعلیٰ ھٰذالو ابتلع عنبا مربوطابخیط ثم اخرجه لاتفسد صومه خلاصه ۲۶/۱ (۲)ومثله فی العالمگیریة مطبوعة الھند،ص :۲۰۳(۳)ولفظه ومن ابتلع لحمامربوطاعلیٰ خیط ثم انتزعه من ساعته لایفسد وان ترکه فسد کذافی البدائع (۴)

اگر مطلق جوف بدن میں کسی شیے کا پہونچنا مفسد ہوتا تو خود پیشاب گاہ بھی ایک جوف ہے اور مثانہ تو بدرجہ اولیٰ جوف ہے ،کان اور حلق بھی جوف ہیں ،ان میں پہونچنا بلاخلاف مفسد صوم ہوتا۔اس سے معلوم ہوا کہ مطلقا جوف بدن میں مفطر چیزوں کا پہونچنا مفطر صوم نہیں بلکہ خاص جوف دماغ اور جوف بطن میں مراد ہیں بلکہ جوف دماغ بھی اس میں اصل نہیں وہ بھی اس وجہ سے لیا گیا ہے کہ جوف دماغ میں پہونچنے کے بعد بذریعہ منفذ جوف معدہ میں پہونچ جانا عادت اکثریہ ہے جیسا کہ صاحب بحر کہ تصریح سے معلوم ہوتا ہے۔

قال فی البحر :والتحقیق ان بین جوف الرأس وجوف المعدة منفذااصلیافماوصل الیٰ جوف الرأس وصل الیٰ جوف البطن من الشامی ۱۰۶/۲

اس عبارت میں اس مقصد کی بلکل تصریح ہوگئی کہ جوف سے مراد صرف جوف بطن ہ اور جوف دماغ سے چونکہ جوف بطن میں پہونچنالازمی ہے اس لئے اس میں پہونچے کو بھی تبعاً لجوف المعدہ مفسد قرار دیا ہے،اسی طرح حقنہ وغیرہ کو تبعاً لجوف المعدہ مفسد کہا گیا ہے۔فتویٰ قاضی خاں میں ہے:

اما الحقنة والوجور فلانه وصل الی الجوف مافیه صلاح البدن وفی القطور والسعوط لانه وصل الی الراس مافیه صلاح البدن.

(۳)اس عبارت سے بھی یہ ہی معلوم ہوا کہ جس جوف میں پہنچنا مفسد صوم ہے وہ جوف معدہ اور جوف دماغ ہے مطلقا جوف مراد نہیں اور خلاصۃ الفتاویٰ کی عبارت اس مضمون کے لئے بالکل نص صریح ہے۔

وهی هذا وما وصل الی جوف الراس والبطن من الاذن والانف والدبر فهو مفطر بالا جماع وفیه القضاء هی مسائل الافطار فی الاذن والسعوط والوجور والحنقنة وکذا من الجائفة والا مة عند ابی حنیفةؒ.

(۴)اسی طرح عالمگیری کے الفاظ بھی اس کے قریب ہیں:

علیٰ ان العبرة للوصول الی الجوف والدماغ.عالمگیر یه مطبوعة الهند ۲۰۲/۱ (۵)

اور بدائع کی عبارت ان سب سے زیادہ اس مضمون کے لئے اصرح واوضح ہے۔

وهذا وما وصل الی الجوف اوالدماغ من المخارق الاصلیة کالانف والاذن والدبر بان استعط او احتقن اواقطر فی اذنه فوصل الی الجوف او الی الدماغ فسد صومه واما ما اوصل الی الجوف او الیٰ الدماغ عن غیر المخارق الاصلیه بان داویٰ الجائفة والآمة فان داواها بدواء یا بس لا یفسد لانه لم یصل الی الجوف ولا الی الدماغ ولو علم انه وصل یفسد فی قول ابی حنیفةؒ بدائع. ۹۳/۱(۱)هذاوالله سبحانه وتعالیٰ اعلم بالصواب والیه المتاب فی کل باب.

کتبہ الاحقر محمد شفیع غفرلہ، خادم دارالافتاء دیوبند

۱۱/ربیع الاول ۱۳۵۰ھ الجواب صحیح وهو رائی منذ برهة من الزمان.اشرف علی. ۱۵/ربیع الاول ۱۳۵۰ھ(النور،ص:۷،رمضان ۱۳۵۰ھ) (امدادالفتاویٰ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تبرک بآثار الصالحین کا حکم

بعض علماء، انبیاء کے علاوہ صلحاء واولیاء کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کی نفی کرتے ہیں، جبکہ دیگر علماء حدود شریعت میں رہتے ہوئے انبیاء وصلحاء دونوں کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں، اور بعض اس میں دوسری تفصیل کے قائل ہیں۔ اس قسم کے مسائل میں بعض اوقات طرفین بہت شدت والا طرز عمل اور ردعمل سامنے آتا ہے، جس کی وجہ سے ظنی اجتہادی مسائل میں ایک دوسرے پر نکیر کر کے تشدد کیا جاتا اور ایک دوسرے پر ضلالت وگمراہی کا حکم لگایا جاتا ہے۔ خاص طور پر اولیاء کرام اور صالحین عظام کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنے بلکہ ان کی قبور پر حاضری دینے کے سلسلہ میں بعض اہل علم اور عوام کی طرف سے بڑی افراط وتفریط سے کام لیا جاتا ہے۔

اہل بدعت اور افراط کرنے والوں کا طریقہ

افراط کرنے والے تمام شرعی حدود کو پامال کر کے اولیاء کرام اور بزرگان دین کی قبروں پر حاضری کو ہی اصل دین سمجھ لیتے ہیں، جس کے لئے عرس، میلے اور نذر ونیاز، یہاںتک کہ قوالیوں وغیرہ کو بزرگوں کی قبروں پر انجام دینا اور اس کے لئے ہر طرح کی تبلیغ وترغیب دینا باعث ثواب قرار دے دیا گیا ہے، یہاں تک کہ بعض لوگوں کی طرف سے بزرگوں اور اولیاء کرام کی قبور پر مختلف قسم کی شرکیات وبدعات پر مشتمل سرگرمیوں کا علی الاعلان ارتکاب اور حاضرین ومنتظمین کی طرف سے ان کو ٹھنڈے پیٹوں ہضم اور گوارا کیا جانا ایک مشغلہ بلکہ پیشہ بنالیا گیا ہے۔

تفریط کرنے والوں کا طریقہ

اس کے مدمقابل دوسرا فریق اتنی تفریط اور اتنی سختی وتشدد اختیار کرتے ہیں کہ نبی ﷺ، صحابہ کرام، تابعین عظام، اولیاء امت اور جلیل القدر فقہاء ومحدثین کی قبروں پر نفس حاضری کو بھی قابل ذکر اہمیت نہیں دیتے بلکہ ممانعت یا کراہت والا طرز عمل اپناتے ہیں۔

اس قسم کے حالات کے پیش نظر افراط وتفریط سے بچنا لازمی ہے۔ اس لئے ہم نصوص، احادیث اور مختلف فقہاء، محدثین اور اہل علم حضرات کی عبارات کی روشنی میں مختصر اور معتدل کلام کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاکہ طرفین کے معتدل ومتوسط طرز عمل کی طرف توجہ ہو، اور افراط وتفریط سے بچنے کی فکر پیدا ہو۔

تبرک وبرکت کی حقیقت

متبرک اشیاء ومقامات اور انبیاء کرام وصلحاء عظام کے آثار وآثر سے تبرحاصل کرنے کے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے پہلے چند اہم

الفاظ کے معانی کا سمجھ لینا انتہائی ضروری ہے۔

برکت کا معنیٰ

تبرک کا لفظ برکت سے نکلا ہے اور برکت کے معنیٰ خیر کی کثرت کے ہیں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں: واصل البرکۃ کثرۃ الخیر وثبوتہ (شرح صحیح مسلم ،للنووی ص ۲۲۵ ج ۱ کتاب الایمان ، باب الدلیل علیٰ ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعا)

اور خیر سے وہ خیر مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے کسی چیز میں رکھی ہو، جو بعض اوقات ظاہر میں محسوس ہوتی ہے اور بعض اوقات ظاہر میں محسوس نہیں ہوتی ، یعنی حسی و مادی بڑھوتری یا اضافہ وہاں نہیں پایا جاتا ، مگر مختلف شکلوں میں وہ کارفرما ہوتی ہے۔

امام اصفہانیؒ نے مفردات میں برکت کا معنٰی کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔

والبرکۃ ثبوت الخیر الالٰھی فی الشئی قال تعالیٰ :(لفتحنا علیھم برکات من السماء والارض)وسمی بذالک لثبوت الخیر فیہ ثبوت الماء فی البرکۃ ،والمبارک مافیہ ذالک الخیر،علیٰ ذالک (ھٰذاذکر مبارک انزلناہ)تنبیھا علیٰ مایفیض علیہ من الخیرات الالٰھیۃ.(المفردات فی غریب القرآن للاصفھانی ص ۱۲۰ کتاب الباء مادۃ برک)

تبرک کا معنیٰ

تبرک باب تفعل سے ہے جس کے معنیٰ ہیں ’’اللہ کی طرف سے کسی چیز میں عطا کی گئی برکت اور خیر کثیر کو حاصل وطلب کرنا۔

التبرک :طلب ثبوت الخیر الالٰھی فی الشیء سمیت برکۃ لثبوت الخیر فیہ ،کمایثبت الماء فی البرکۃ (الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ ص ۷۷ ج ۱۳ مادہ تفاؤل)

آثار کا معنیٰ

آثار ،اثر کی جمع ہے جس سے یہاں مراد انبیاء وصلحاء کی باقیات وعلامات وغیرہ ہیں۔

امام راغب اصفہانیؒ اثر کا معنی کچھ اس طرح بیان کرتے ہے

اثر :اثر الشیء :حصول مایدل علی وجودہ یقال :اثر واثر،والجمع :الآثار .قال اللہ تعالیٰ :ثم قفیناعلیٰ آثارھم برسلنا،واثارافی الارض ،وقولہ فانظر الیٰ اثار رحمت اللہ .ومن ھذایقال للطریق المستدل بہ علیٰ من تقدم :آثار،نحو قولہ تعالیٰ :فھم علیٰ آثارھم یھرعون ،وقولہ :ھم اولاء علیٰ

اثـرى.........................والـمآثر:مايروى من مكارم الانسان ،ويستعارالاثرللفضل ،والايثار للتفضل ومنه آثرته وقـولـه تـعـالىٰ :ويؤثرون علىٰ انفسهم الايه (المفردات فى غريب القرآن للاصفهانى ص ۲۲ ،ماده اثر،كتاب الالف)

تبرک بآثارالصالحین کاحکم

متبرک مقامات اورانبیاء وصلحاء کے آثار سے تبرک حاصل کرنا فی الجملہ جائز ہے جبکہ شرعی حدود کا لحاظ کیا جائے ،اوراس میں غلو ومبالغہ سے کام نہ لیا جائے ۔اسی لئے الموسوعہ الفقہیۃ میں لکھا ہے ۔

التبرک مشروع فی الجمله (الموسوعة الفقهية الكويتية ص ۷۰ ج۱۰ ماده تبرک)

تبرک بآثارالانبیاء کاحکم

انبیاءکرام علیہم السلام کے آثار سے تبرک حاصل کرنا تو جائز ہے بشرطیکہ شرعی حدود اوراعتدال کے دائرہ میں ہو۔

تبرک بآثارالصالحین کاحکم

صلحاء اورنیک لوگوں کے آثار سے تبرک کے جائزومشروع ہونے میں بعض اہل علم کااختلاف ہے وہ نبیﷺ کے اثار پرغیرنبی کے آثارکوقیاس کرنے سے اختلاف کرتے ہیں،عرب کے متعدداہل علم حضرات اسی فکر کے قائل ہے،ان میں بعض تواس پرشرک کاحکم بھی لگاتے ہیں،جبکہ اکثرعلماءکرام اس کے جائزومشروع ہونے کے قائل ہیں۔جہاں تک انبیاءکرام کے آثار کے متبرک ہونے پرصلحائے کرام کے آثار کے متبرہونے کوقیاس کرنے کاتعلق ہے تواس کوعلماءکرام نے قیاس مع الفارق یاقیاس فاسد یاقیاس غیرصحیح قراردیاہے۔

اولاً:۔

اس سلسلہ میں واردنصوص میں انبیاءکرامؑ یانبی کریمﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ خصوصیت کی کوئی مستنددلیل نہیں پائی جاتی ۔

ثانیاً:۔

اس طرح کےاوربھی بےشماراعمال واحکام ہیں کہ نبی کریمﷺ کی ذات گرامی کےساتھ ان کاثبوت پایاجاتاہےلیکن حکم ان کاعام ہی ہونابیان کیااورسمجھاجاتاہے،مثلانبی کریمﷺ سےمخصوص مواقع پربچوں کی تحنیک کرنااوردوسروں کوتبریک پیش کرنا ثابت

ہے،لیکن اس قسم کے اعمال کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص قرار نہیں دیا جاتا،اسی طرح نبی کریم ﷺ کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کا بھی حکم ہونا چاہیے۔رہا غیر نبی کے آثار سے تبرک حاصل کرنا تو یہ خیر القرون میں مختلف شکلوں سے معمول بہا تھا مثلاً صلحاء سے تحنیک کروانا،بچوں کے سر پر ہاتھ پھروانا وغیرہ وغیرہ۔

نقشہ نعلین شریفین سے تبرک حاصل کرنے کا حکم

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ نے نقشہ نعلین شریفین کے موضوع پر افراط تفریط سے بالا تر ہو کر معتدل کلام فرمایا ہے،جس میں جانبین کی رعایت اور افراط وتفریط سے حفاظت ملحوظ ہے،حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ کی اس سلسلہ میں چند تصریحات ملاحظہ فرمائیے۔کفایت المفتی میں نقشہ نعل شریف کے متعلق ایک سوال کے جواب میں مذکور ہے کہ:آنحضرت ﷺ کے آثار متبرکہ طیبہ سے برکت حاصل کرنا،تو علمائے متقدمین اور صحابہ اور تابعین سے ثابت ہے،لیکن آثار واشیائے متبرکہ سے مراد یہ ہے کہ ان چیزوں کے متعلق یہ بات ثابت ہو کہ وہ حضور ﷺ کی استعمال کی ہوئی اشیاء(مثل جبہ مبارک یا قمیص مبارکہ یا نعل مبارک)یا حضور کے جسم اطہر کے اجزاء(مثل موئے مبارک یا قمیص مبارک یا نعل مبارک)یا حضور کے جسم اطہر کے اجزاء(مثل موئے مبارک)یا حضور کے جسم اطہر کے ساتھ مس کی ہوئی چیزیں ہیں(مثل اس خاص پتھر کے جس پر قدم مبارک رکھنے سے نشان قدم بن گیا ہو)لیکن ان میں سے کسی چیز کی تصویر بنا کر اس سے برکت حاصل کرنے کا معتمد اہل علم وارباب تحقیق سے ثبوت نہیں۔

اگر تصویر سے تبرک حاصل کرنا بھی صحیح ہو،تو پھر نعل مبارک کی کوئی تخصیص نہ ہوگی، بلکہ جبہ مبارک،قمیص شریف،موئے مبارک اور قدم شریف کی کاغذ(یا کپڑے وغیرہ)پر تصویر بنانے اور ان سے تبرک وتوسل کرنے کا حکم اور نقشہ نعل مبارک سے تبرک وتوسل کا حکم ایک ہوگا،اور ایک ماہر بالشریعہ اور ماہر بالشریعہ اور ماہر نفسیات اہل زمانہ اس کے نتائج سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔جن بزرگوں نے نعل مبارک کے نقش کو سر پر رکھا،بوسہ دیا،اس سے توسل کیا،وہ ان کے وجدانی اور انتہائے محبت بالنبی ﷺ کے اضطراری افعال ہیں،ان کو تعمیم حکم اور تشریع للناس کے موقع پر استعمال کرنا صحیح نہیں۔نیز اس امر کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ نعل مبارک کا یہ نقشہ فی الحقیقت حضور ﷺ کے نعل مبارک کی صحیح تصویر ہے،یعنی حضور ﷺ کے نعل مبارک کے درمیانی پٹے(شراک)کے وسط میں اور آگے کے تسموں(قبالین)پر ایسے ہی پھول اور نقش ونگار بنے تھے،جیسے اس نقشے میں بنے ہوئے ہیں،اور بلا ثبوت صورت وہیئت کے حضور ﷺ کی طرف نسبت کرنا،بہت خوفناک امر ہے،اندیشہ ہے کہ''من کذب علی متعمدا الخ''کے مفہوم کے عموم میں شامل نہ ہو جائے، کیونکہ اس ہیئت کے ساتھ اس کو مثال نعل مصطفیٰ قرار دینے کا ظاہر مطلب یہی ہے کہ اس کو مثال قرار دینے والا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے ایسی نعل مبارک استعمال کی تھی،جس کے پٹھوں اور اگلے تسموں پر اس قسم کے پھول بنے تھے،اور ان تمام امور میں سے کسی

ایک کا بھی ثبوت مہیا نہ ہوگا، اور اختلاف اہوا سے مختلف حکم لگالئے جائیں گے، وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال تصویر کو اصل کا منصب دینا، اور اس کے ساتھ اصل کا معاملہ کرنا، احکام شرعیہ سے ثابت نہیں، اگر حضورﷺ کی نعل مبارک جو حضورﷺ کے قدم مبارک سے مس کرچکی ہو، کسی کومل جائے، تو زہے سعادت اس کو بوسہ دینا، سر پر رکھنا سب صحیح، مگر نعل کی تصویر اور وہ بھی ایسی تصویر جس کی اصل سے مطابقت کی بھی کوئی دلیل نہیں، اصل نعل مبارک کے قائم مقام نہیں ہوسکتی (کفایت المفتی، ج۲ص ۸۹و۹۰، کتاب العلم، فصل سوم، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی، طباعت، 2011)

کفایت المفتی ہی میں ایک سوال کے جواب میں ہے کہ:

آنحضرتﷺ کی استعمال کی ہوئی نعل شریف کسی کومل جائے، تو زہے سعادت، اور فرط محبت سے اس کو بوسہ دینا، سر پر اٹھالینا بھی موجب سعادت ہے، مگر یہ تو اصل نعل نہیں، اس کو بوسہ دینا، سر پر اٹھالینا بھی موجب سعادت ہے، مگر یہ تو اصل نعل نہیں، اس کی تصویر ہے، اور یہ بھی متیقن نہیں کہ یہ تصویر اصل کے مطابق ہے، یا نہیں؟ اور تصویر کے ساتھ اصل شے کا معاملہ کرنا، شریعت میں معہود نہیں، ورنہ آنحضرتﷺ کے دست مبارک، پائے مبارک۔ موئے مبارک اور قمیص مبارک، جبہ مبارک کی تصویریں بھی بنائی جاسکتی ہیں، اور اگر ان میں بھی اسل کی مطابقت کے ثبوت سے قطع نظر کرلی جائے، تو پھر آج ہی بے شمار تصویریں بن جائیں گی، اور ایک فتنہ عظیمہ کا دروازہ کھل جائے گا، جن بزرگوں نے اس تصویر کے ساتھ محبت کا معاملہ کیا، وہ ان کے والہانہ جذبات محبت کا نتیجہ تھا، مگر دستور العمل قرار دینے کے لیے حجت نہیں ہوسکتا (کفایت المفتی، ج۲ص۹۱، کتاب العلم، فصل سوم، دارالاشاعت کراچی، طباعت، 2011)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی پہلے اس سلسلہ میں رائے مختلف تھی، پھر حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ سے اس سلسلہ میں مکاتبت کے بعد انہوں نے رجوع فرمالیا، جس کی تفصیل کفایت المفتی میں رسالہ ''اتمام المقال'' کے عنوان سے مذکور ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اس رجوع کے متعلق حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہ کے رسالہ ''نیل الشفاء'' سے اس اعلان رجوع کا مطلب یہ ہے کہ رسالہ نیل الشفاء'' سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ نقشہ نعل شریف سے استبراک وتوسل کی مسلمانوں کو تلقین وترغیب اور نقشہ کی تشہیر واشاعت کی تحریض مقصود ہے، اب حضرت مولانا دام فیضہم نے عوام کے تجاوز عن الحد اور غلو کو مدنظر رکھ کر استبراک وتوسل کی ترغیب اور تشہیر واشاعت کی تلقین سے رجوع فرمالیا ہے، رہا کسی عاشق صادق اور مجذوب محبت کا والہانہ طرز عمل، تو وہ بجائے خود مذموم نہیں، بلکہ مسکوت عنہ ہے، اسی طرح نفس مسئلہ میں تردد پیدا ہوجانے کا جو ذکر ہے، اس کا حاصل بھی بجائے جزم جواز سابق کے عدم جزم جواز ہے، نہ کہ جزم عدم

جواز ،پس عشاق پر طعن نہ کیا جائے (کفایت المفتی ،ج۲ص ۹۸،کتاب العلم،فصل سوم۔مطبوعہ :دارالاشاعت کراچی ،طباعت ،2011)

معلوم ہوا کہ نبیﷺ کی طرف نسبت کرکے جونعل شریف کی تصویر شائع کی جاتی ہے،اوراس کے ساتھ افراط وتفریط والا جو برتاوسلوک کیا جاتا ہے،اس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔اس سلسلہ میں اصل عمل یہ ہے کہ نبیﷺ نے جوتوں سے متعلق جو ہدایات وتعلیمات بیان فرمائی ہیں،ان پر عمل کیا جائے،زیادہ محبت ہو،تو نبیﷺ کے جوتوں کی طرح کے جوتے استعمال کیے جائیں۔اوراگر کسی موقع پر نبیﷺ کا استعمال شدہ نعل مبارک یا اس کا کوئی ٹکڑا میسر آجائے،اوراس کی زیارت کرنا ممکن ہو،تو اس کی زیارت کرنا جائز ہے،اور برکت کے طور پر اس کو جسم سے لگانا بھی جائز ہے۔

اوراگر کسی کو یہ میسر نہ ہو،تو اسے چاہئے کہ وہ نبیﷺ کی مبارک اور پیاری سنتوں پر عمل کیا کرے،خاص طور پر جوتوں سے متعلق جو سنتیں ہیں،ان پر عمل کا اہتمام کیا کرے،اس طرح وہ نبیﷺ کے آثار سے صحیح تبرک حاصل کرنے والا شمار ہوجائے گا،اور محروم نہیں ہوگا،ان شاء اللہ تعالیٰ۔

لیکن خلاف سنت اوراس سے بڑھ کر بدعات کا ارتکاب کرنے سے یقیناً نبیﷺ کی محبت وتعلق سے محروم ہوجائے گا۔

چنانچہ کئی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن حوض کوثر سے بعض لوگوں کو فرشتے ہٹائیں گے تو رسول اللہﷺ فرمائیں گے کہ یہ تو میری امت کے لوگ ہیں،اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ارشاد ہوگا کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئی بدعات پیدا کیں،یہ سن کر رسول اللہﷺ اُن کو اپنے سے دور ہوجانے کا حکم فرمائیں گے۔(بحوالہ متبرک مقامات وآثار کے فضائل واحکام ص ۱۶۶)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سعودی عرب یا افغانستان کے ساتھ روزہ اور عید کرنا

سوال:۔عیداور روزے میں مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے فیصلہ خلاف دوسرے ملک کے ہلال کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق روزہ اور عید کرنا کیسا ہے؟

جواب:۔

عیدین اور دیگر اسلامی ایام اور مہینوں کا تعلق چاند کے نظر آنے یا نہ آنے سے ہے، احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے اس بات کی تلقین فرمائی ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھا جائے اور چاند دیکھ کر ہی عید کی جائے، اور چاند کے مطالع مختلف علاقوں میں الگ الگ ہوتے ہیں، لہٰذا یہ ممکن ہے کہ ایک علاقہ میں چاند نظر آجائے، جب کہ دیگر علاقوں میں دکھائی نہ دے، اس لئے اہل پاکستان کے لئے اپنے ملک کی رویت کے حساب سے ان ایام کی تعیین ضروری ہے، اگر اتفاقاً پاکستان اور سعودی عرب دونوں کی رویت متفق ہو جائے تو ممکن ہے کہ دونوں ممالک میں ایک ہی دن عید ہو جائے، لیکن عموماً دونوں کی رویت میں فرق ہوتا ہے، اس لئے پاکستان میں سعودی عرب یا کسی بھی ملک کی رویت کے حساب سے ان ایام کی تعیین درست ہے۔

سوال:۔

مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے برخلاف رمضان کا آغاز واختتام کرنا اور عوام الناس کا روزہ ہونے کے باوجود نجی کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق اعتکاف ختم کر دینا۔

جواب:۔

ہمارے اکابر علماء دیوبند کا فتویٰ یہ ہے کہ روزہ وعیدین کے تعیین کے بارے میں مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا فیصلہ معتبر ہے اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کی پاس داری کرنا ملک کے رہنے والوں پر لازم ہے، جب کہ کسی مقامی یا نجی غیر سرکاری کمیٹی جسے ولایت عامہ حاصل نہ ہو کے فیصلہ کی پاس داری کرنا دوسرے علاقے والوں پر لازم نہیں، پس رمضان کا آغاز واختتام مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق کرنا زید پر لازم تھا، لہٰذا زید نے جو رمضان کا آغاز واختتام کیا وہ درست نہیں تھا۔ اسی طرح اعتکاف کے سلسلہ میں بھی مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ اگر کسی اس کے خلاف کیا یعنی ایک روز پہلے اعتکاف ختم کیا اس کی بناء پر آپ کا مسنون اعتکاف فاسد ہو گیا، اس پر ایک رات اور دن کا اعتکاف روزہ کے ساتھ قضاء کرنا لازم ہے۔ (مستفاد از: فتاویٰ بنوری ٹاون)

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے

''الفتاوی النسفیہ :سئل عن قضاء القاضی برویۃ ہلال شہررمضان بشہادۃ شاہدین عندالاشتباہ فی مصر،ھل یجوز لاھل مصرآخرالعمل بحکمھم ؟فقال :لا،ولا یکون مصرآخرتبعاً لہذاالمصر ،انماسکان ہذاالمصر وقراھا یکون تبعاًلھم''(کتاب الصوم ,رویۃ الہلال)

جواہرالفقہ میں مفتی محمد شفیعؒ نے بھی لکھا ہے:۔

اورجس طرح ایک شہر کے قاضی یاہلال کمیٹی کافیصلہ اس شہراوراس کے مضافات کے لئے واجب العمل ہے،اسی طرح اگرکوئی قاضی یامجسٹریٹ یاہلال کمیٹی پورے ضلع یاصوبہ یاپورے ملک کے لئے ہوتواس کافیصلہ اپنے اپنے حدودولایت میں واجب العمل ہوگا۔(جواہرالفقہ ،مسئلہ رویت ہلال)

بنوری ٹاون کافتویٰ

مرکزی رویت ہلال کمیٹی جسے ولایت عامہ حاصل ہے،اس کے اعلام کے مطابق رمضان کاآغازواختتام کرناچاہیے۔فقط واللہ اعلم(فتوی بنوری ٹاون،فتویٰ نمبر:14401200189)

بنوری ٹاون کادوسرافتویٰ

کسی علاقے میں کوئی قاضی یاحکومت کی طرف سے مقررکردہ کمیٹی پورے ضلع یاصوبے یاپورے ملک کے لئے ہواوروہ شرعی شہادت موصول ہونے پرچاندنظرآنے کااعلان کردےتواس کے فیصلے پراپنی حدوداورولایت میں ان لوگوں پرجن تک فیصلہ اوراعلان یقینی اورمعتبرذریعے سے پہنچ جائےعمل کرناواجب ہوگا،چوں کہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی قاضی شرعی کی حیثیت رکھتی ہے،لہٰذاشہادت موصول ہونے پراگروہ اعلان کردےتوملک میں جن لوگوں تک یہ اعلان معتبرذرائع سے پہنچ جائے،ان پرروزہ رکھنایاعیدکرنالازم ہوگا۔(فتویٰ جامعہ علوم الاسلامیہ،بنوری ٹاون،فتویٰ نمبر144008200767)

دارالعلوم دیوبندکافتویٰ

جوآدمی جس ملک میں ہے اس کوچاہیئے کہ اپنے ملک کی رویت ہلال کمیٹی کے فیصلے کے مطابق عمل کرے،پاکستان کے شہرخیبرپختونخواہ سے تعلق رکھنے والےلوگوں کوچاہیے کہ رمضان یاعیدمقامی رویت ہلال کمیٹی کے فیصلوں کے مطابق کریں بشرطیکہ کمیٹی مستندعلماءپرمشتمل ہواوروہ شرعی اعتبارسے فیصلہ کرتی ہو،اگرکمیٹی کے فیصلہ میں شبہ ہوتومقامی علماءیاکمیٹی کےعلماءسے رجوع کرناچاہیے

امام ترمذی نے ”باب ماجاء لکل اہل بلد رؤیتہم“ کا باب باندھ کر اسی کو ثابت کیا ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم۔جواب نمبر 145433)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿مسئلہ تقبیل الابھامین﴾

(نبی پاک ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنے کا مسئلہ)

عبدالخالق سیفی بریلوی کے نزدیک شہادتین کے وقت انگوٹھے چومنا مستحب عمل ہے اور یہ باتفاق علماء یہ روایت حضرت ابوبکر صدیقؓ پر موقوف ہے۔اور جو یہ عمل کرے تو حضور ﷺ قیامت میں اس کا شفاعت کر کے جنت میں لے جائیگا۔(ماخوذ از بیان عبدالخالق سیفی بریلوی بمقام کوئٹہ)۔

حالانکہ شہادتین کے وقت انگوٹھے چومنا بریلویوں کا عمل ہے سندھ اور پنجاب کے بریلویوں کا عمل ہے ہر شخص کو اس کا پتہ ہے۔لیکن موصوف علی الاعلان اس کی ترغیب دے رہا ہے پھر بھی موصوف بریلوی نہیں ہے؟ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے۔

الجواب باسم ملہم الصواب

آپ ﷺ کا نام مبارک سن کر آپ پر درود اور سلام پڑھنا انتہائی سعادت ،برکت اور ثواب کا باعث ہے لیکن انگوٹھے چومنا اور انہیں آنکھوں سے لگانا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے ،اور نہ ہی نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس اور خیرالقرون میں اسکا ثبوت ملتا ہے،اسی وجہ سے اس عمل کو علماء نے بدعت بتایا ہے۔اور آج بریلوی حضرات اس پر عمل پیرا ہے اور پشین کے اہل بدعت ایک طرف تو بریلویوں کو گمراہ کہتے ہیں لیکن دوسری طرف خود اس عمل کو مستحب کہہ کر بریلویت کے لئے خدمت کر رہے۔اللہ تعالیٰ ایسے دجل اور فریب مسلمانوں کو بچائے۔

اہل بدعت کا موقف

اہل بدعت کے نزدیک شہادتین کے وقت انگوٹھے چومنا مستحب ہے۔اس کے استحباب پر علامہ شامیؒ،علامہ طحطاویؒ اور علامہ جلال الدین سیوطی (صاحب جلالینؒ) کا فتویٰ پیش کرتے ہیں۔

علمائے اہل سنت والجماعت علمائے دیوبندؒ کا موقف

اہل سنت والجماعت کے نزدیک اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کے متعلق جو احادیث اور روایات آئی ہیں،وہ سب موضوع یعنی غلط اور بناوٹی ہیں موضوع حدیث پر عمل کرنا ناجائز ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ)لہٰذا یہ عمل نہ مسنون ہے اور نہ ہی مستحب ، بلکہ بدعت ہے۔

قابل تحقیق امور

یہاں دوامور تحقیق طلب ہیں۔

(۱)اذان کے وقت انگوٹھے چوم کرآنکھوں پرلگانا۔

(۲)ردالمحتار،حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی اورحاشیۃ الجلالین میں اس کے استحباب کاقول۔

دونوں امور میں قدرے تفصیل ہیں۔

(۱)بحث اول:۔

اذان واقامت میں شہادتین کے وقت انگوٹھے چوم کرآنکھوں پرلگانا،مسنون ہے،مستحب ہے یابدعت ہے؟

اس بارے میں علماءاہل سنت والجماعت فقہاءاحناف اوراکابرعلماءدیوبندؒ کے نزدیک مذکورہ بالافعل نہ تو مسنون ہےاورنہ ہی مستحب بلکہ اس کوکارثواب سمجھنابدعت سیئہ ضلالہ ہے۔

(۲)دوسری بحث

چندکتب فقہ اورحاشیۃ الجلالین میں اس فعل کے استحباب کاذکر،اس میں دوپہلوقابل غورہیں۔

(۱)حدیث سے استدلال　　　(۲)حدیث مستدل کے ماخذکابیان

ان تینوں کتابوں میں جس حدیث کوبنیادبنایاگیاہےوہ یہ ہے۔

”ذکره الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکرالصدیق :انه لماسمع قول الموذن اشهدان محمدارسول الله ،قال هٰذا،وقبل باطن الانملتین السابتین ومسح عینیه فقال ﷺ من فعل مثل مافعل خلیلی فقدحلت علیه شفاعتی“

دوسری روایت جس کوبنیادبنایاجاتاہےوہ یہ ہے۔

”عن خضرعلیه السلام انه من قال حین یسمع الموذن یقول اشهدان محمدارسول الله مرحبابحبیبتی وقرة عینیی محمدبن عبدالله ﷺ ،ثم یقبل ابهامیه علیٰ عینیه ،لم یرمدابداً.

ان میں سے پہلی حدیث کے بارے میں علامہ سخاویؒ ،ملاعلی قاریؒ اورعلامہ محمدطاہرپٹنیؒ نے”لایصح“ کہتے ہوئےموضوع ہونے کافیصلہ کیاہے،ذرامندرجہ ذیل کتب کودیکھاجائے۔

(۱)المقاصدالحسنة للسخاوی حرف المیم ،رقم الحدیث ۱۰۱۹ ص ۴۴۰دارالکتب العلمیه)

(۲)النخبة البهیة فی الاحادیث المکذوبة:ص ۱۱۲ ج ۱

(۳) تذکرۃ الموضوعات لطاہر الفتنی ص ۳۴

اسکے علاوہ علامہ شامیؒ اورعلامہ سخاویؒ نے یہ بھی کہہ دیا کہ مجموعہ احادیث میں اس مسئلے کے بارے میں کوئی صحیح ،مرفوع حدیث نہیں چنانچہ علامہ فرماتے ہیں ''لایصح فی المرفوع من کل ہٰذا شیء'' (ردالمحتار ص ۸۵ ج ۲ کتاب الصلاۃ ،المقاصد الحسنۃ للسخاوی حرف المیم ص ۴۴۱)

اورمقاصد الحسنۃ کی تعلیقات میں تو صاف صاف لکھا ہے کہ:

وحکیٰ الخطاب فی شرح مختصرہ خلیل حکایۃ اخریٰ غیرماھناوتوسع فی ذالک ولایصح من ھٰذافی المرفوع کماقال المولف بل کله مختلف موضوع (حاشیۃ المقاصدالحسنۃ ص ۴۴۱، ۴۴۲)

سیفی بریلوی کا اعتراض

سیفی بریلوی کہتے ہیں کہ مرفوع نہ سہی ،موقوف تو ہے اور پھر ملاعلی قاریؒ نے بھی یہ بات لکھی ہے کہ جب اس حدیث کا رفع حضرت ابوبکر صدیقؓ تک صحیح ہوگیا تو عمل کے لئے کافی ہے اور پھر اس پر مستزاد حدیث نبوی ﷺ میں علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین بھی ہے (الموضوعات الکبریٰ ص ۲۱۰ مکتبہ قدیمی)

جواب:۔

تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ اس مقام پر ملاعلی قاریؒ سے ذہول ہوگیا ہے اس لئے کہ اس مرفوع حدیث کی تو سند ہی ثابت نہیں ہے، تو پھر موقوفاً صحیح ہونے کا کیا مطلب ہے؟ یعنی یہ بات نہیں ہے کہ اگر مرفوع حدیث صحیح نہیں ہے تو موقوف صحیح ہوگی کیونکہ یہ روایت ہی بے سند ہے، ملاعلی قاریؒ کی اس بات کے بارے میں علامہ عبدالفتاح ابوغدہؒ لکھتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ اس حدیث کو نقل کر کے ملاعلی قاریؒ خود علامہ سخاویؒ کی تحقیق نقل کرنے کے بعد ہی خود ہی اس عمل کے لئے کافی کہہ رہے ہیں اس کا تو لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ ملاعلی قاریؒ کا بعد میں ذکر کردہ قول ان کی خطاء ہے، ملاحظہ ہو

ومن العجب المولف لمانقل فی الموضوعات الکبریٰ قول السخاوی واوردہ الشیخ احمدالردادفی کتابه موجبات الرحمۃ بسندفیه لمجاھیل مع انقطاعه عن الخضر علیه السلام وکل مایرویٰ فی ھٰذافلایصح رفعه البتۃ "

تعقبه لقوله :اذاثبت رفعه الیٰ الصدیق ،فیکفی العمل به لقوله علیه السلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین .انتھیٰ فکان تعقبه لامعنیٰ له الاالخطاء اذلم یصح اسنادہ الیٰ ابی بکر،(المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع ،رقم الحدیث ۱۷۰)

اب رہ گئی دوسری روایت جوحضرت خضر علیہ السلام سے مروی ہے کہ بارے میں علامہ سخاویؒ ،علامہ طاہر پٹنیؒ اور ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ اس روایت کی سند میں بہت سے راوی ایسے ہیں جو مجہول ہیں ان کے حالات ہی اسماء الرجال کی کتب میں نہیں ملتے اور پھر یہ روایت منقطع ہے لہٰذا یہ روایت بھی قابل عمل نہیں ہے۔ملاحظہ ہو۔

وکذاماااوردہ ابو العباس احمدبن ابی بکرالرداد الیمانی المتصوف فی کتابہ موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ بسند فیہ مجاھیل مع انقطاعہ عن الخضرعلیہ السلام انہ من قال حین یسمع الخ(المقاصدالحسنۃ للسخاوی حرف المیم ص ۴۴۱،الموضوعات الکبریٰ ص ۲۱۰،تذکرۃ الموضوعات لطاھرالفتنی ص ۳۴)

الغرض یہ توان روایات کا حال تھا جن سے استدلال کیا جاتا ہے اب ایک نظر ان کتب پر ڈال لی جائے جن کتب سے یہ روایات نقل کی جاتی ہے یا جن میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔

کتب مذکورہ پر ایک نظر

علامہ شامیؒ نے دو کتب سے دو قول نقل کئے ہیں،اُن کا اپنا کوئی تجزیہ یا فتویٰ اس جگہ مذکور نہیں ہے،اُن دونوں عبارتوں کا تجزیہ اور اُن کی حیثیت آگے آرہی ہے،جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علامہ صاحبؒ کا اپنا کوئی قول اس جگہ موجود نہیں ہے، بلکہ ان کا طرز تحریر خود مبتدعین کے خلاف ایک مضبوط دلیل کی حیثیت بن رہا ہے۔

علامہ طحطاویؒ کی عبارت ان کی کتاب ''حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح''میں موجود ہے،علامہ طحطاویؒ نے بھی دو کتابوں سے دو عبارتیں نقل کی ہیں۔اور آخر میں ایک جملہ اپنی طرف سے بطور نتیجہ یا تجزیہ کے ذکر کیا ہے،ان دونوں کتابوں سے منقول عبارتوں اور علامہ صاحبؒ کے تجزیئے سے متعلق فقہائے کرام کی تحقیقات اور آراء آگے آرہی ہیں۔

''علامہ سیوطیؒ صاحب جلالین کا فتویٰ'' کے بارے میں حقیقت یہ ہے کہ علامہ سیوطیؒ محلیؒ نے تفسیر جلالین میں کہیں بھی ایسی کوئی بات ذکر نہیں کی۔

البتہ تفسیر جلالین کے حاشیہ میں اس مسئلہ سے متعلق ایک عبارت منقول ہے،تفسیر جلالین کے اس حاشیہ سے متعلق (جو ہندی مطبوعہ تفسیر جلالین پر مطبوع ہے)۔

اولاً:۔

یہ کہ تفسیر جلالین کے حاشیہ تیس کے قریب مختلف تفاسیر سے منتخب کردہ ہے،لیکن محشی کون ہے؟اس بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں ہے،شاید یہی وجہ ہے کہ اس حاشیہ میں بہت سے مقامات پر رطب ویابس اور غیر مستند باتیں بھی موجود ہیں،البتہ حواشی کے آخر میں

محولہ تفسیر کا حوالہ اکثر مذکور ہوتا ہے۔

چنانچہ یہ مسئلہ تفسیر روح البیان سے نقل کردہ ہے لہٰذا اس تیسری عبارت کے بارے میں اصل نسبت الشیخ اسماعیل حقی البروسیؒ کی تفسیر ''روح البیان'' کی طرف کی جانی چاہیے، نہ کہ تفسیر جلالین کی طرف۔

تفسیر روح البیان کے اس مقام میں بھی دو کتابوں سے استحباب کی عبارت منقول ہے اُس کے بعد دو کتابوں سے اس عمل کے موضوع ہونے کی عبارت منقول ہے، آخر میں صاحب روح البیان کا اپنا کلام ہے جو استحباب کی طرف مشیر ہے۔

انگوٹھے چومنے والی روایات کے مأخذ کا بیان

(۱) علامہ شامیؒ نے اس مسئلہ اور روایات کے مأخذ میں کنز العباد، قہستانی، کتاب الفردوس اور فتاویٰ صوفیہ کا حوالہ دیا ہے۔

(۲) علامہ طحطاویؒ نے کتاب الفردوس اور کنز العباد کا حوالہ دیا ہے۔

(۳) علامہ اسماعیل حقیؒ نے اس مسئلہ میں قہستانی اور قوت القلوب کا حوالہ دیا ہے۔

کنز العباد کے بارے میں علامہ لکھنویؒ کی رائے

علامہ عبدالحیٔ لکھنویؒ نے لکھا ہے۔

وكذا كنز العباد فانه مملوء من المسائل الواهيه والاحاديث الموضوعة ،لاعبرة له ،لاعندالفقهاء ولاعندالمحدثين (النافع الكبير على الجامع الصغير ،مقدمة الجامع الصغير ،الفصل الاول فى ذكر طبقات الفقهاء والكتب ،ص :۲۷)

اور اسی طرح ''کنز العباد'' میں ایسے مسائل واہیہ اور احادیث موضوعہ بھری ہوئی ہیں، جن کا محدثین اور فقہاء کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں۔

علامہ عبدالحیٔ لکھنویؒ کا قہستانی کے بارے میں رائے

وقال المولىٰ عصام الدين فى حق القهستانى :-''انهٗ ....لايعرف الفقه ولاغيره بين اقرانه ويؤيده انه يجمع فى شرحه هٰذابين الغث والسمين ،والصحيح والضعيف من غيرتصحيح ولاتدقيق ،فهوكحاطب الليل جامع بين الرطب واليابس فى النيل ،وهوالعوارض فى ذم الروافض ،الخ(النافع الكبير علىٰ الجامع الصغير ،مقدمة الجامع الصغير،الفصل الاول فى ذكرطبقات الفقهاء والكتب ص ۲۷)

علامہ شامیؒ کا قہستانی کے بارے میں رائے

والقہستانی کجارف سیل وحاطب لیل (اس کا مطلب یہ کہ جس طرح سیلاب اپنے ساتھ ہر قسم کی خس وخاشاک کو بہالاتا ہے

اسی طرح قہستانی نے اپنی کتاب میں ہر قسم کے مسائل جمع کر دیئے ہیں۔اور حاطب لیل کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کوئی شخص رات کے اندھیرے میں لکڑیاں چننے والا ہوتو اسے کوئی خبر نہیں ہوتیکہ وہ کس قسم کی لکڑیاں چن رہا ہے اسی طرح قہستانی کی حالت ہے۔)(تنقیح فتاویٰ الحامدیۃ ،کتاب الحظر والاباحۃ ص۳۵۶ ج۲)

مذکورہ بالا کتب سے مسئلہ لینے کا حکم

علامہ عبدالحیٔ لکھنویؒ فرماتے ہیں۔

''والحکم فی ھٰذہ الکتب الغیر المعتبرۃ ان لایؤ خذمنھاماکان مخالفالکتب الطبقۃ الاعلیٰ ،ویتوقف فی ماوجدفیھامالم یدخل ذالک فی اصل شرعی''(النافع الکبیر علی الجامع الصغیر ،مقدمہ الجامع الصغیر ،الفصل الاول فی ذکر طبقات الفقھاء والکتب ص ۲۷)

علامہ شامیؒ اور علامہ طحطاویؒ کا دفاع

اس مسئلہ میں علامہ شامیؒ اور علامہ طحطاویؒ پر کوئی زد نہیں پڑتی۔

اولاً:۔

کہ علامہ شامیؒ کی ذکر کردہ عبارت کو دیکھا جائے کہ اس میں ان کا اپنا کوئی بھی کلام نہیں ہے، پہلے انہوں نے علامہ قہستانیؒ کا قول استحباب نقل کیا ہے،اس کے بعد جراحیؒ کا قول: **ولم یصح فی المرفوع من کل ھذاشئی** نقل کیا ہے،ان کے طریقہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں کوئی صحیح مرفوع حدیث منقول نہیں ہے۔کیونکہ ان کا استحباب والے قول کے بعد اس قول ''ولم یصح فی المرفوع من کل ہذا شئی'' کو ذکر کرنا اسی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

اور علامہ طحطاویؒ کی ذکر کردہ عبارت کی بھی یہی صورت حال ہے کہ انہوں نے قہستانی اور کتاب الفردوس سے نقل کیا ہے،البتہ آخر میں ان کا اپنا قول ''وبمثلہٖ یعمل فی الفضائل'' ہے،اس کی حیثیت علامہ عبدالفتاح ابوغدہؒ کے قول سے واضح ہو چکی ہے۔

ثانیاً:۔

اس وجہ سے کہ ان حضرات نے جو استحباب کا قول نقل کیا ہے،وہ آج سے دو صدیاں قبل کیا تھا،عین ممکن ہے کہ اس دور میں مبتدعین کے ہاں اس مسئلہ میں ایسا غلو نہ ہو،جیسا ہمارے اس موجودہ دور میں ہے،اس لئے انہوں نے استحباب کا حکم لگایا اور بعض نے اسے ہی آگے نقل کر دیا،اور اگر اس دور میں بھی اس مسئلہ میں غلو ہوتا جیسا کہ آج اظہر من الشمس ہے تو یقیناً اس مسئلہ میں بھی دوسری

بدعات کی طرح بدعت کا حکم لگایا جاتا۔(ماخذ:۔انگوٹھے چومنے کے بارے میں تحقیق ص۵۹)

مستحب کو اپنے درجے سے بڑھا دینے کا حکم

مستحب کا اپنے درجے سے بڑھادینے سے وہ مکروہ بن جاتا ہے۔اوراس مستحب پراصرار کرنے سے وہ بدعت بن جاتا ہے۔

قال بن منیرؒ :فیه ان المندوبات قدتنقلب مکروهات ،اذارفعت عن مرتبتهاالخ(فتح الباری ،کتاب الصلاة ،باب الانتقال والانصراف عن الیمین)

قال الطیبیؒ :وفیه ان من اصرعلی امرمندوب وجعله عزماولم یعمل بالرخصة ،فقداصاب من الشیطان من الاضلال فکیف من اصرف علیٰ بدعة اومنکر(شرح الطیبی ،کتاب الصلاة ،باب الدعاء فی التشهد،الفصل الاولص ۳۷۴ج۲ ،کذافی مرقاة المفاتیح وکذافی التعلیق الصبیح،وکذافی السعایة)

علامہ سخاویؒ کا فتویٰ

علامہ سخاویؒ لکھتے ہے۔

وکذامااورده ابوالعباس احمدبن ابی بکرالرداد الیمانی المتصوف فی کتابه "موجبات الرحمة وعزائم المغفرة"بسندفیه مجاهیل مع انقطاعه عن الخضرعلیه السلام انه ممن قال حین سمع المؤذن یقول اشهدان محمدارسول الله ،مرحبابحبیبی وقره عینی محمدبن عبدالله ﷺ ثم یقبل ابهامیه ویجعلهماعلیٰ عینه لم یرمدابدا.(المقاصدالحسنة للسخاوی ص ۳۸۴)

علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہے۔

یستحب ان یقال عندسماع الاولیٰ من الشهادة صلی الله علیک یارسول الله وعندالثانیة منهاقرت عینی بک یارسول الله اللهم متعنی بالسمع والبصر بعدوضع ظفری الابهامین علی العینین فانه علیه السلام یکون قائداله الیٰ الجنة ...کذافی کنزالعباد اه قهستانی ونحوه فی الفتاویٰ الصوفیة وفی "کتاب الفردوس "من قبل ظفری ابهامه عندسماع اشهدان محمدارسول الله فی الاذان اناقائده ومدخله فی صفوف الجنة وتمامه فی حواشی البحر للرملی عن المقاصدالحسنة للسخاوی وذکرذالک الجراحی واطال ثم قال:ولم یصح فی المرفوع من کل هٰذاشیء.(ردالمحتار ص ۳۹۸ج۱)

علامہ عبدالحئیؒ لکھنوی کا فتویٰ

این تقبیل را در بعض کتب فقہ مستحب نوشتہ است نہ واجب ونہ سنت مثل کنز العباد وخزانۃ الروایات وجامع الرموز وفتاوی صوفیہ وغیرہ مگر در اکثر کتب معتبرہ متداولہ نشان آن نیست درآن کتب کہ درآنہا این مسئلہ مذکورہ است غیر معتبراند چنانکہ جامع الرموز وفتاوی صوفیہ وکنز العباد وغیرہ اینوجہ کہ درین کتب رطب یابس بلاتنقیح مجتمع است تفصیل آن در رسالہ من النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر موجود است درین باب فقہاء نقل میکنند آنہا بتحقیق محدثین صحیح نیستند (مجموعۃ الفتاویٰ، کتاب الکراہیۃ ص۳۲۵ ج۔۴)

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا فتویٰ

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہے۔

وکذالک لااصل لتقبيل الابهامين عندالشهادتين كماشرع فى بلادناالااثراخرجهٔ القارى عن ابى بكررضى الله عنه فى الموضوعات لكنه ضعيف يقرب المنكر .(فيض البارى ص ١٦٦ ج٢)

مولانا اشرف علی تھانویؒ کا فتویٰ

مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہے۔

قلت اوردصاحب المقاصد فى الباب عدة اقسام من الروايات المرفوع من حديث ابى بكرالصديق عن الديلمى ثم قال لايصح وقال ايضاولايصح فى المرفوع من كل هذاالشىء والمنقول عن الخضرعليه السلام عن كتاب موجبات الرحمة وعزائم المغفرة لابى العباس احمدابن ابى بكرالرداد اليمانى المتصوف بسندفيه مجاهيل مع انقطاعه (فلم يصح)والموقوف على الحسن عن الفقيه محمدبن سعيد الخولانى بسنده والمنقول عن المشائخ كمحمدبن البابا والمجداحدالقدماء من المصريين وبعض شيوخ العراق اوالعجم وابن صالح ومحمدبن ابى نصرالبخارى اقوالهم وورد فى فضله فى الاول فقدحلت على شفاعتى وفى سائرهاحفظ العين عن الرمدوالعمى ودم الالم عنهاهذاملخص مافى المقاصد اماحكم هذاالعمل فظاهروهوانه ان فعل باعتقاد الثواب الذى لم يثبت دليله كان بدعة وزيادة فى الدين واكثر من يفعله فى زماننااعتقادهم كذالك فلاشك فى كونه بدعة وان فعل بنية الصحيحة البدنية فهونوع من الطب فيجوزفى نفسه لكن لواقصىٰ الى الايهام القربة كماهوالمظنون من العوام فى هذاالزمان يمنع منه مطلقا.(بوادرالنوادر ص ٤٠٨، ٤٠٩ چونتيسوان نادره درمسح عينين بالانامل عندالاذان)

ملاعلی قاریؒ لکھتے ہے۔

کل ما یروی فی ھذا، فلا یصح رفعہ البتۃ۔(موضوعات الکبریٰ ص۲۱۰)

کذا فی منہاج السنن شرح جامع السنن:

واماتقبيل ظفر الابهامين فقدذكرفي جامع الرموزوكنزالعباد والفتاوىٰ الصوفيه ان يقول عندالسماع الاول مـن شهادتى الرسالة ﷺيارسول الله وعندالثانية منها قرة عينى بک يا رسول الله ويقول اللهم متعنى بـالسـمع والبصر بعد وضع ظفرى الابها مين على العينين فمن فعله كان رسول الله ﷺقائده الى الجنة وفى كتاب الفردوس من قبل ظفرى ابها ميه عند سماع اشهد ان محمد رسول الله فى الاذان انا قائده ومد خله فى الـجـنة انتهـىٰ،قـالـو الـم يصح فى المرفوع فى هذا شئى نعم ورد ذلک فى احاديث مرفوعة ضعيفة،فان قيل الـحـديـث الـضـعيف يكفى فى الفضائل قلنا انهم اشترطوا فى اعمل بالضعيف شروطا منها ماذكره السيوطى والرملى ان الايعتقدسنية ذلک الفعل الثابت بالحديث الضعيف بل يعتقد الاحتياط،وفى السعايه فعلىٰ هذا لو قبـل الـظـفـر احتيـاطـا احيـانا فلا باس وان الترمه واعتقده ضروريا يشبه ان يكون مكروها فرب شئى مندوب ومباح يكون بالتخصيص والا لتزام مكروها انتهىٰ قلت وورد فى بعض الروايات فى فضل التقبيل انه لا يصيبه الـرمـد والـعـمى كما فى المقاصد الحسنة للسخاوى،فعلىٰ هذا لو قبل للصحة البدنية فلا باس ولو قبل رجاء للثواب فلا خير فيه ويكون بادعة لعدم ثبوت هذه الروايات عن النبىﷺنعم يختص هذا بالاذا.(باب مايقول اذا اذن الموذن ج:2،ص:87)

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

علامہ شامیؒ نے کنزالعباد سے نقل کیا ہے کہ شہادتین کے وقت اذان میں ایسا کرنا مستحب ہے، پھر جراحیؒ سے نقل کیا ہے،ولم یصح فی المرفوع من کل ہذا شئی ،اورنہیں صحیح ہوا مرفوع حدیث میں اس سے کچھ۔اس سے معلوم ہوا کہ سنت سمجھ کر یہ فعل کرنا صحیح نہیں ہے،چوں کہ اس زمانہ میں اکثر لوگ اس کو سنت سمجھ کر کرتے ہیں اور تارک کو ملام ومطعون کرتے ہیں،اس لئے اس کو علمائے محققین نے متروک کردیا ہے،فقط(فتاویٰ درالعلوم دیوبند باب الاذان ص۱۷ ج۲)

فتاویٰ محمودیہ

اذان میں انگوٹھے چومنا کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہے۔(فتاویٰ محمودیہ باب البدعات ص۱۶۱ ج۳)

فتاویٰ رحیمیہ

آنحضرتﷺ کا نام مبارک پڑھ کر، سن کر درود شریف پڑھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے.............................مگر اس وقت انگوٹھے چومنے کے متعلق کوئی صحیح یا ضعیف حدیث وارد نہیں ہے۔لہٰذا نام مبارک لے کر یا سن کر انگوٹھے چومنے کے متعلق کوئی صحیح یا ضعیف حدیث وارد نہیں ہے،لہٰذا نام مبارک لے کر یا سن کر انگوٹھے چومنے کو حدیث سے ثابت شدہ ماننا اور مسنون سمجھنا،اور اس کو آپﷺ کی تعظیم ٹھہرانا غلط اور بے دلیل ہے، یہ بدعتیوں کی ایجاد ہے،اس سے احتراز کرنا ضروری ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ، کتاب السنۃ والبدعۃ ص۱۵۹ج۲)

رئیس المبتدعین علامہ احمد رضا خان کا فتویٰ

اذان میں وقت استماع نام پاک، صاحب لولاکﷺ انگوٹھوں کے ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا، کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں ، یہ جو کچھ اس میں روایت کیا جاتا ہے، کلام سے خالی نہیں ،پس جو اس کے لئے ثبوت مانے یا اسے مسنون یا موکد جانے یا نفس ترک کو باعث زجر وملامت کہے وہ بے شک غلطی پر ہے، ہاں بعض احادیث ضعیفہ مجروحہ میں تقبیل وارد ہے۔(فتاویٰ رضویہ ، کتاب الحظر والاباحۃ)

احسن الفتاویٰ

کسی حدیث سے اس کا ثبوت نہیں، لہٰذا اس کی سنیت پر کوئی دلیل نہیں۔اور چونکہ عوام اس کو سنت سے بھی بڑھ کر ضروری سمجھ کر تارک تقبیل کو ملامت کرتے ہیں، لہٰذا اس کا ترک ضروری ہو گیا۔(احسن الفتاویٰ، باب رد البدعات ص۳۷۸ج۱)

آپ کے مسائل اور ان کا حل

آنحضرتﷺ کے نام نامی پر انگوٹھے چومنا اور اس کو دین کی بات سمجھنا بدعت ہے۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۴۰۵ج۳)

فتاویٰ فریدیہ

علاجاً مباح ہے۔اور احتسابا بدعت ہے۔(فتاویٰ فریدیہ، کتاب السنۃ والبدعۃ ص۳۲۱ج۱)

نجم الفتاویٰ

وضو میں اور حضورﷺ کے نام مبارک پر انگوٹھے چومنے کی شرعاً کوئی حقیقت نہیں، بلکہ یہ خود ساختہ عمل ہے، جو شریعت میں

قابل قبول نہیں ۔نیز حضورﷺ کے نام پر انگوٹھے چومنے سے متعلق جو احادیث پیش کی جاتی ہیں، ان میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔(نجم الفتاویٰ، کتاب العقائد، فصل فی السنۃ والبدعۃ ص ۱۵۵ ج ۱)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

امارت اسلامیہ افغانستان کی تائید

ہمارے موقف کی حقانیت پر ملک کے معتمد جامعات اور مفتیان کرام نے جب مہر حق ثبت کر دیا تو اخیر میں امارت اسلامیہ نے بھی ایک موقر اعلامیہ کی صورت میں بعض سیفی بریلوی علماء کو امارت اسلامی کے زیر کنٹرول علاقوں میں اپنے بیانات اور مدارس کے ذمہ داران کو حکم دیا ان علماء کو اپنے ہاں جلسوں میں دعوت دینے سے منع کیا اور اعلامیہ کے اخیر میں مجاہدین امارت اسلامی کو واضح الفاظ میں اس حکم کی تطبیق کا حکمنامہ بھی جاری کیا۔

جن علماء پر پابندی لگائی تھی ان علماء میں سے عبدالخالق سیفی بریلوی کا نام بھی واضح لکھا گیا تھا۔امارت اسلامی افغانستان کا یہ اعلامیہ ہمارے موقف کی حقانیت اور تائید کی واضح دلیل ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سیف الدیوبندی علیٰ راس السیفی

فی تائید تحقیقات الشیرانی

﴿نوٹ:۔ یہ کتاب عبدالخالق سیفی بریلوی کے اس کتاب کا جواب ہے جس کو انہوں نے التحقیقات لدفع التلبیسات کے جواب میں لکھنا شروع کیا تھا اور اس کے مکمل ہونے کا وعدہ بھی کیا تھا لیکن الحمدللہ جواب ترکی بہ ترکی کی وجہ موصوف اس میدان میں بھی بلکل ناکام ہوا اور دس، پندرہ صفحات میں رطب ویابس اور اپنا تعارف اور الزامات ذکر کر کے اس سلسلے کو آگے جاری نہ رکھ سکا۔ان کے چند تحریر شدہ صفحات کا جواب بھی حاضر خدمت ہے۔﴾

سیفی بریلوی کے تعارف کا پوسٹمارٹم اور چند سوالات

الحمدالله والصلاة والسلام علی رسول الله اما بعد!

الحمدللہ آج بڑا خوش ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل حق کے علم کو بلند اور اہل باطل کے علم کو ذلت ورسوائی کے ساتھ سرنگوں کردیا۔عبدالخالق سیفی نامی نام نہاد عالم کے تلبیسات آج دنیا پر واضح ہورہے۔عرصہ دراز سے لوگوں کو دیوبند کے نام سے لوگوں دھوکہ دیا کرتا تھا۔اور کبھی کتاب پر دیوبند کی تصویر چھاپ کر یہ تاثر دینے کی کوشش کررہا تھا کہ لوگ مجھے دیوبندی سمجھے حالانکہ دراصل وہ دیوبندی نہیں تھا۔

کتاب کا نام ہی غلط

عبدالخالق سیفی کے کتاب کے نام کا پوسٹ مارٹم

موصوف نے اپنی کتاب کا جو نام رکھا ہے وہ نام بھی عربی قواعد کے لحاظ غلط ہے۔جن میں چند غلطیاں درجہ ذیل ہیں۔پہلے موصوف کی کتاب نام دیکھ لیجئے۔موصوف کے کتاب کے دو نام ہماری نظر سے گزرے جس کے سکرین شارٹ بطور ثبوت ہمارے پاس موجود ہیں اور اس کے فیس بک صفحے پر بھی موجود ہے۔

(۱) کتاب والا نام:السیف القادری لرد تلبیسات الشیرانی

(۲)اشتہار والا نام:السیف القادری لرد التلبیسات الشیرانی الوہابی

اب ہم عبدالخالق سیفی سے پوچھتے ہیں کہ اس کی نحوی اور ترکیبی حیثیت پر آپ ذرا غور کریں۔

السیف القادری مرکب اضافی یا مرکب توصیفی؟

موصوف کی کتاب کا پہلا لفظ ہی غلط ہے تو باقی کتاب کے صحیح ہونے کا اندازہ اس کے نام سے آپ لگا ئیں۔اور یہ قاعدہ ہے کہ جس عمارت کی پہلی اینٹ اور بنیاد ٹھیڑھا ہوتو پھر جتنی بھی خوبصورت عمارت اس پر تعمیر کی جائے وہ ناکام ہے۔اس لئے تصنیف کی پہلی اینٹ اور بنیاد ہی غلط ہے اس لئے ساری عمارت جو اس پر بنے گی وہ ٹھیڑھا ہی رہیگا اور ناکام ہوگی۔

السیف القادری یا سیف القادری

السیف القادری مرکب توصیفی غلط ہے بلکہ سیف القادری مرکب اضافی ہے یعنی قادری کی تلوار۔جس کو اپنی کتاب کا نام رکھنے کا علم نہ ہو وہ کیسا مناظر احناف ہوگا۔اسی لئے تو احناف اس جیسے نام نہاد علماء اور مبتدعین کی وجہ سے بدنام ہوگئے ہیں۔اگر بالفرض السیف موصوف اور القادری صفت ہوتو پھر بھی ہم نے ایسی تلوار دنیا میں نہیں دیکھی جو سلسلہ قادریہ میں داخل بیعت ہو۔یعنی تلوار جو قادری سلسلہ ہو۔یہ بلکل نیا انکشاف ہے تلواریں بھی کسی خاص سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں۔تو اس لئے السیف پر الف ولام بلکل غلط ہیں یہ مرکب توصیفی نہیں بلکہ مرکب اضافی ہیں۔

التلبیسات الشیر انی مرکب اضافی یا مرکب توصیفی ؟

اشتہار کے نام میں مندرجہ بالا غلطیوں کے علاوہ ایک سنگین غلطی یہ ہیں کہ اس میں بھی التلبیسات مضاف اور الشیر انی مضاف الیہ دونوں پر الف لام پتہ نہیں کس نحوی قانون کے تحت داخل فرمایا تھا۔پھر شاید کسی نے بتایا ہوگا کہ یہ غلط ہیں تو اس کی تصحیح کتاب میں تو کردی لیکن چونکہ جھوٹ کے پاوں نہیں ہوتے اللہ نے اس کی رسوائی دنیا کو دکھانا تھا۔السیف القادری میں وہ غلطی پھر بھی رہی۔

کتاب کی بنیاد ہی غلط سیفی صاحب کو مشورہ

عبدالخالق سیفی کتاب کا نام رکھنے میں کبھی کسی اہل علم سے بھی مشورہ کرلیا کرو۔عبدالخالق سیفی کی کتاب کے اس نام (السیف القادری لرد تلبیسات الشیر انی) کا کوئی ترجمہ کرلے،میں تو اس کا نحوی قواعد کے مطابق ترجمہ کرنے سے قاصر ہوں۔

مفت مشورہ

عبدالخالق سیفی تم صرف اپنی کتاب کے نام کی ترکیب وترجمہ عربی قواعد کے مطابق کرو۔تو آپ کی علمیت کو سلام پیش کرونگا۔ورنہ لوگوں کا نام نہاد چیلنجوں سے گمراہ مت کیجئے۔

بے نام اور بدنام فتنہ

عبدالخالق سیفی بریلوی کہتا کہ میں نہ بریلوی ہوں نہ سیفی ہوں بلکہ سیفیوں کے ساتھ نظریاتی اختلاف نہیں رکھتا ہوں اور

سیفیوں کواہل سنت بھائی سمجھتا ہوں۔جب نہ بریلوی ہو نہ سیفی ہواور نہ دیوبندی ہوتو معلوم ہوا کہ نیا فتنہ گراور فساد بھرپا کرنے والا ہو۔

اصلی سیفیت کا اقرار

عبدالخالق سیفی بریلوی برملا کہتا ہے کہ میں اس سیفیت سے کوئی اختلاف نہیں رکھتا ہوں جس کی ترجمانی بقول ان کے نابغہ شیخ صاحب (یعنی غلام حضرت سیفی) نے کی ہیں۔اصل سیفیت تو وہی ہیں جس کی ترجمانی غلام حضرت نے کی تھی اور جب وہی اصل سیفیت ہیں اور آپ اس کو مان رہے ہو اور اس کے ساتھ آپ اختلاف نہیں رکھتے ہو اور اس کا دفاع بھی کر رہے ہو تو پھر بھی آپ سیفی نہیں یہ کیسا ہوسکتا ہیں؟ یہ تو اس طرح ہے کہ کوئی شخص کہے میں عیسائی ، یہودی یا قادیانی اور شیعہ نہیں ہوں لیکن اُن کے ساتھ کوئی اختلاف نہیں رکھتا۔یہ نہیں ہوسکتا کہ مسلمان ہوکر ان کفار سے اختلاف نہ کرے۔جو اختلاف نہیں رکھتا وہ خود وہی ہے جس سے اختلاف نہیں رکھتا۔تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ بلکل اصلی اور جنل سیفی تو ہو لیکن صرف زبان سے اقرار نہیں کرتے ہو اور اپنے نام کے ساتھ سیفی کا لاحقہ ڈر،خوف اور فریب کی وجہ نے نہیں لگاتے ہو۔

کب تک سیفی کہتے رہینگے ؟

لوگ اس وقت تک آپ کو سیفی سمجھتے اور کہتے رہینگے جب تک آپ علیٰ الاعلان علماء دیوبند کی طرح سیفیوں کو گمراہ نہیں کہینگے ۔پیر سیف الرحمٰن پیر باڑہ کی گمراہی ، زندقت پر 37 علماء کرام کے فتاویٰ جات موجود ہیں۔اور مفتی عبدالعلی دیوبندیؒ کی تقاریر بھی اس پر موجود ہیں۔اور 37 علماء کے فتویٰ کا اشتہار آپ دیکھ چکے ہونگے۔

سیفیوں کے تعارف کا انداز

سیفیوں نے تعارف کا جو طریقہ پیر سیف الرحمٰن سے سیکھا ہیں وہی ہر سیفی کر رہا ہیں۔وہ الفاظ جس کے تعارف میں آجائے تو سمجھ کہ دال میں کچھ کالا ہیں۔

دیوبند اور بریلی کی طرف نسبت سے گریز کرنا

پیر سیف الرحمٰن کا انداز تعارف

اب پیر سیف الرحمٰن جس کو علمائے دیوبند زندیق کہے رہے اور سیفی بریلوی صاحب اس کو خواجہ پیر سیف الرحمٰن (رحمہ اللہ) کہہ رہے ہیں۔پیر باڑہ اپنے آپ کو نہ دیوبند کہتا ہے اور نہ بریلوی۔اسی طرح اس کے متبعین بھی اپنے آپ کو نہ دیوبندی کہتے اور نہ بریلوی کہتے بلکہ اپنے آپ کو اصلی حنفی اور اہل سنت والجماعت کہتے۔حالانکہ ان کے نزدیک وہی حنفیت اور اہل سنت والجماعت قابل

قبول ہے جس کو غلام حضرت اور پیر باڑہ نے حنفیت اور عقیدہ اہل سنت والجماعت کو کہا ہو۔

علمائے دیوبندؒ کے عقائد ونظریات کو انگریزی دین کہنا

عبدالخالق سیفی بریلوی اپنے گمراہ کن کتاب السیف القادری لردالتلبیسات الشیر انی میں لکھتے ہے

اوحقانی عالم وی' کہ یی ددوی دانوی انگریزی دین اوعقیدہ نہ منل اور ذحپلو اسلافو پر لارروان وھغہ دوی بریلوی او سیفی یادوی (السیف القادری لردالتلبیسات الشیر انی)

عبدالخالق سیفی بریلوی کا انداز تعارف

زہ فقیر عبدالخالق سیفی دالله پاک عاجز بندہ اودرسول اکرم ﷺ محب او عاشق امتی یم؛اودامام اعظم سراج الامہ الامام ابوحنیفہ رح کلک اویوخ مقلدیم' (السیف القادری لردالتلبیسات الشیر انی)

عبدالخالق سیفی کا اقرار سیفیت

زہ فقیر عبدالخالق سیفی دالله پاک عاجز بندہ اودرسول اکرم ﷺ محبّ او عقشق امتی یم؛اودامام اعظم سراج الامہ الامام ابوحنیفہ رح کلک اویوخ مقلدیم'اور سیفی ھم نہ یم بلکہ مست قادری یم ھادسیفیا نوسرہ نظریاتی اختلاف ھم نہ لرم بلکہ اہل السنہ وروڑہ یی بولم؛خوھغہ سیفیت چہ دکوم سیفیت ترجمانی حضرت نابغہ شھید تقبلہ الله کڑی دہ اوکوم چہ بیان دسیفیت پہ پوش کی بریلویان دی دھغوی ٹینگ خلاف یم اوغندنہ یی کوم (السیف القادری لردالتلبیسات الشیر انی)

کونسے اساتذہ سیفی ہیں؟

اوزما پہ ٹولہ سلسلہ دتصو فو کی کوم یو سیفی دی؟(السیف القادری لردالتلبیسات الشیر انی)

موصوف نے یہ سوال تو کر دیا کہ میرے سلسلہ طریقت میں کون سیفی ہیں۔ یہ کیوں نہیں پوچھا کہ میرے اساتذہ میں کون سیفی اور بریلوی ہیں؟ اگر یہ سوال ہوتا؟ تو جواب حاضر ہوتا۔

شیخ غلام حضرت سیفی بدعتی اور شیخ نور محمد بریلوی بدعتی کون ہیں؟

اوموقوف علیہ وڑہ دورہ می بیا پر نابغہ العصر شیخ الاسلام مقتول الخوارج الشھید السعید علامہ غلام حضرت غلام تقبلہ الله باندی وکڑہ 'اوور سرہ می کورس مناظرہ ھم وکڑی 'چہ دشیخ الحدیث مولانا روح(السیف القادری لردالتلبیسات الشیرانی)

اس سوال کو نہ کرنے کی وجہ یہ ہیں کہ موصوف کے اساتذہ میں غلام حضرت سیفی بدعتی اور مولانا نور محمد بریلوی بدعتی موجود ہیں جو کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ہر شخ جانتا ہیں کہ ان کا کس مسلک سے تعلق ہیں تو اس سوال کو نہ کرنیکا مقصد اس حقیقت کو چھپانا ہیں۔آپ جتنا اُن کو چھپالو۔لوگ تمہاری اصلیت جان چکے ہیں۔

سیفی کا پیر سیف الرحمٰن سے محبت اور عقیدت کی ایک جھلک

پیر سیف الرحمٰن زندیق کے لئے خواجہ اور ''رحمہ اللہ'' کا استعمال

داسیفیان خود خواجه پیر سیف الرحمٰن رح مرید ان دی او زماجدامجد رح ترخواجه صاحب مخکی تیر سوی دی نور بیا سر نگه ماته دسیفیت نسبت کوی(السیف القادری لردالتلبیسات الشیرانی)

میں از خود پیر سیف الرحمٰن کو زندیق نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ دیوبند کے 37 علماء ومفتیان کرام نے پیر باڑہ کو زندیق کہا ہیں۔اور عبدالخالق سیفی اس زندیق پیر کا دفاع کرر ہا ہیں۔تو زندیق کا دفاع کرنے والا کون ہوسکتا؟

امارت اسلامیہ افغانستان کے مشہور مفتی اعظم کا فتویٰ

مفتی عبدالعلیؒ کا پیر سیف الرحمٰن پر زندیق کا فتویٰ

جس جعلی گمراہ پیر کو علمائے دیوبند اور تحریک طالبان افغانستان کے مرکزی مفتی عبدالعلیؒ زندیق قرار دے چکے ہیں تو اس کو رحمہ اللہ کہنا اور اس سے عقیدت رکھنا یا اس کے مرید خاص شیخ غلام حضرت سے موقوف علیہ پڑھنا آپ کے سیفی ہونے کے لئے کافی ہیں۔

بریلویت سے صراحتا انکار اور دیوبند کا اقرار کیوں نہیں؟

نو خلاصه داسوه چه زه حنفی یم او استاذان می ټول دیوبند یان دی بریولی نه یم

(السیف القادری لردالتلبیسات الشیرانی مولف: عبدالخالق سیفی بریلوی قادری)

سیفیت سے کیوں اختلاف نہیں؟

اوسیفی هم نه یم بلکه مست قادری یم ها دسیفیانو سره نظریاتی اختلاف هم نه لرم بلکه اهل السنه ورونه یی بولم؛خو هغه سیفیت چه دکوم سیفیت ترجمانی حضرت نابغه شهید تقبله الله کری ده او کوم چه بیا دسیفیت په پوښ کی بریلویان دی دهغوی ټینګ خلاف یم او غندنه (السیف القادری لردالتلبیسات الشیرانی)

آپ اس وجہ سے سیفی ہو کہ آپ نے خود اپنے کتاب اور تقریر میں کہا ہیں کہ ہیں کہ میں سیفیت سے اختلاف نہیں رکھتا ہوں تو جب علمائے دیوبند اس جعلی پیر کو زندیق کہہ رہے ہیں۔ اور آپ کا اُن سے کوئی اختلاف نہ ہونا یہ سمجھ سے بالاتر ہیں۔

تنازع کس وقت ختم ہوگا؟

تنازع صرف اس بات پر ہیں کہ ہم موصوف کو سیفی بریلوی کہتے ہیں اور موصوف اس کا منکر ہیں۔

دوسری بات یہ ہیں کہ موصوف کو ہم دیوبندی نہیں سمجھتے اور موصوف تقریر اور تحریر میں لوگوں کو دجل وفریب کے ذریعے اپنے دیوبندی ہونے کا تاثر دے رہا ہیں۔ حالانکہ خود کہہ چکے ہیں کہ میں دیوبندی نہیں ہوں صرف میرے اساتذہ دیوبندی ہیں اس معنیٰ کے لحاظ سے دیوبندی ہے۔ اب عام آدمی اس دجل کو نہیں پکڑ سکتا ہم نے اس کے اس دجل ظاہر کیا۔

تنازع اس وقت ختم ہوگا

جب موصوف اپنے صحیح دیوبندی ہونے کا اقرار کرنے کے ساتھ علمائے دیوبند کے فتاویٰ جات کو متنازع مسائل میں قول فیصل مانے یا دیوبندی ہونے اور علمائے دیوبند کے فتاویٰ سے صاف انکار کرے۔ تاکہ لوگ اس کے دجل وفریب سے بچ جائے۔

عبدالخالق سیفی کی دیوبندیت خود اس کی زبانی

عبدالخالق سیفی خود دیوبندی ہونے سے منکر ہیں اسی لئے تو کہہ رہے کہ صرف اس معنیٰ میں دیوبندی ہوں کہ میرے اساتذہ دیوبندی ہیں۔ صرف اساتذہ کے دیوبندی ہونے سے آدمی دیوبندی نہیں ہوسکتا جب تک اپنے اساتذہ کے عقائد واعمال ونظرے میں اس کی پیروی نہ کرے۔

مغالطہ

موصوف لوگوں کو یہ تاثر دینا چاہتا ہیں کہ میرے مخاطب مقابل دیوبندی لوگ، دیوبند کو مذہب کا درجہ دے رہے ہیں۔

جواب مغالطہ

ہم دیوبند کو مذہب نہیں کہہ رہے۔ بلکہ فقہ حنفی کے مختلف تشریحات کے وقت ہم صرف اس تشریح کو مانتے ہیں جو علمائے دیوبند نے کی ہو۔ آسان مثال سمجھ لیجئے اگر حنفیت سے دیوبندیت کو ہٹادیں تو پھر یہ فیصلہ کس طرح ہوگا یہ حق اور صحیح ہے کیونکہ بریلوی اور مماتی بھی گمراہ کن نظریات فقہاء احناف کے اقوال سے ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ ان سارے بدعات کی بیخ کنی علمائے دیوبند نے کی ہے۔ اس لئے حنفیت کے لئے ڈھال ہی دیوبندیت ہے ورنہ تو پھر حنفیت بہت سے بدعات اور خرافات کا کارخانہ ہوگا۔

عبدالخالق سیفی بریلوی کا استاد کون؟

عبدالخالق سیفی کا استاد مشہور زمانہ سیفی عالم مولوی غلام حضرت سیفی بریلوی بدعتی دجال ہے۔جس کا انہوں نے بار بار اقرار بھی کیا ہیں۔اور غلام حضرت سیفی بدعتی، پیر سیف الرحمان پیرار چی خراسانی بدعتی کا مرید خاص تھا۔ہمارے نزدیک فتنہ سیفیت کے لئے غلام حضرت سیفی بدعتی نے سب سے زیادہ خدمات سرانجام دیئے ہے۔آج کل شیخ غلام حضرت کے تقریباً سارے شاگرد یہ اس گمراہ مشن کی تشہیر کے لئے کام بڑے دجل اور فریب سے سرانجام دے رہے۔جس سے اب الحمداللہ فرزندان توحید وفرزندان دیوبند خبردار ہو چکے ہیں۔ان کا دجل وفریب زیادہ عرصہ تک نہیں چلے گا۔

عبدالخالق سیفی اور پیر سیف الرحمٰن گمراہ کے قول میں مشابہت

جس طرح پیر سیف الرحمٰن اپنے آپ کو دیوبندی اور بریلوی نہیں کہتا اسی طرح عبدالخالق سیفی بھی اپنے آپ کو نہ دیوبندی کہتا ہے اور نہ بریلوی۔اس سے پہلے وہ کچھ عرصہ تک اپنے آپ کو دیوبندی کہتا تھا الحمدللہ ہماری اور ہمارے رفقاء کی کاوشوں سے آج خوب رسواء ہو چکا ہے اس لئے اب یہ علی الاعلان اپنے آپ کو دیوبندی تو نہیں کہہ سکتا ہمارا اس سے اختلاف اسی وقت ختم ہو سکتا ہے جب موصوف اپنے آپ کو حقیقی دیوبندی کہے اور مختلف فیہا مسائل میں علمائے دیوبندؒ کے فتاویٰ جات پر فیصلہ کرے۔یہ کیسا دیوبندی ہے کہ علمائے دیوبند کے فتاویٰ جات بوقت نزاع تسلیم نہیں کرتا۔اس لئے کوئی بھی عاقل اُس کی اس دعوی کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔

کیا دیوبندی اور بریلوی صرف ایک مخصوص جگہوں کی طرف نسبت کا نام ہے؟

مغالطہ:

عبدالخالق سیفی لوگوں دھوکہ دینے کے ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ دیوبند اور بریلی صرف ایک نسبت اور پہچان ہیں باقی دیوبند اور بریلی کوئی مذہب نہیں۔

جواب:

جناب عبدالخالق سیفی صاحب دیوبند اور بریلی صرف مخصوص جگہوں اور علاقے کا نام نہیں ہیں بلکہ آج کے معروضی حالات کے پیش نظر دیوبند اور بریلی ایک مخصوص نظرے اور عقیدے کا نام بن چکا ہے۔یعنی جو شخص عقائد واعمال میں علمائے دیوبند کا متبع ہو اس کو دیوبندی کہا جاتا ہیں۔اور جو شخص عقائد اور اعمال میں علمائے بریلی کا متبع ہوتا ہے اس کو بریلوی کہتے ہیں۔آپ عقائد واعمال میں علمائے دیوبند کے فتاویٰ جات کو مانتے ہو یا علمائے بریلی کے فتاویٰ جات کو مانتے ہو؟ جس کو بوقت نزاع مانتے ہو وہی آپ کا مسلک ہے۔ہم جمہور علمائے دیوبند کے فتاویٰ جات کو مانتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہے۔اور بوقت نزاع جمہور علمائے دیوبند کے فتاویٰ جات

کوقول فیصل مانتے ہے۔

مثال:

علم غیب، ندائے لغیر اللہ، حاضر وناظر، نور بشر، تیجہ، چالیسواں، میلاد النبی وغیرہ مسائل اہل بدعت کی پہچان بن چکے ہیں جو لوگ یہ کام کرتے ہیں وہ بریلوی ہے اگر چہ ہزار بار کہے کہ میں دیوبندی ہو جیسے آپ اور حکیم مظہری سیفی بریلوی وغیرھما مندرجہ بالا بدعات کو کرنے والا بریلوی ہے اگر چہ وہ بریلی کے علاقے کا رہنے والا نہ ہو۔اور اہل حق علمائے دیوبندان بدعات کے ارتکاب سے کوسوں دور ہیں۔اب جو ان کاموں کو نہیں کرتا اور وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں بیٹھ کر علمائے دیوبند کے فتاوی جات پر عمل پیرا ہو تو وہ دیوبندی ہیں اگر چہ دیوبند کا رہنے والا نہ ہو۔اگر دیوبند میں بیٹھ کر کوئی ان بدعات کا ارتکاب کرے تو وہ پکا بریلوی اور بدعتی ہیں۔اسی طرح بریلی میں بیٹھ کر علمائے دیوبند کے نظرے کو اپنائے تو وہ پکا دیوبندی ہیں۔وہ بریلوی نہیں ہیں۔کیونکہ دیوبند اور بریلی آج ایک عقیدہ اور نظریہ کی ترجمانی کر رہے۔لہٰذا یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔جیسا کہ آپ کا خیال ہے۔

سیفی بریلوی سے چند سوالات

آپ مجھے ان سوالات کے جوابات تحریر ادیجئے تا کہ سب کہ پتہ لگ جائے۔

جب پیر زندیق ہو؟

تو اس کے مرید کیا ہونگے؟

اور اس سے پڑھنے والے کیا ہونگے؟

اس کو اہل سنت بھائی کہنے والے کیا ہونگے؟

اس کا دفاع کرنے والے کیا ہونگے؟

اس کے لئے نرم گوشہ رکھنے والے کیا ہونگے؟

سوال: فقہ حنفی کی مختلف تشریحات اور تعارض کے وقت آپ علمائے دیوبند کے تشریح کو مانتے ہو یا علمائے بریلی کے تشریح کو مانتے ہو؟

سوال: ہم نے آپ کے کتاب کے بہت سے مسائل کو علمائے بریلی سے اخذ شدہ پائے ہیں اس کی کیا وجہ ہیں؟ اگر بریلوی نہیں ہو تو یہ مسائل ان سے کیوں ماخوذ شدہ ہے کیا ان مسائل کا حل علمائے دیوبند کے کتب میں نہیں تھا؟

سوال: ہمارا اعتراض آپ پر یہ تھا کہ آپ دیوبندی نہیں ہو تو آپ صریح الفاظ میں جواب دیتے کہ میں دیوبندی ہو یا نہیں ہوں؟ یہ گول الفاظ کسی صاحب عقل کو قابل قبول نہیں کہ اساتذہ دیوبندی ہیں اور میں ان کا احترام کرتا ہوں۔اس لئے لوگ آپ کے

اس دجل وفریب سے خبر ہو چکے ہیں۔لہٰذااب بھی وقت ہیں کہ سلسلہ کوطول درطول سے بچانے کے لئے صاف کہہ دو کہ علمائے دیوبند کے فتاویٰ جات کو مانتا ہوں کہ نہیں اور دیوبندی ہونے کا اقرار آپ کے ذمے قرض رہے گا۔

سوال: جب آپ کے اساتذہ دیوبندی تھے تو آپ کیوں دیوبندی نہیں ہوسکتے اور اپنے اساتذہ کی مخالفت کیوں؟ دیوبندی اساتذہ سے انحراف کیوں؟

سوال: عبدالخالق سیفی سے ہمارا سوال یہ ہیں جب آپ اپنے نام کے ساتھ قادری لکھ سکتے ہو تو دیوبندی لکھنے میں کیا حرج ہیں؟ اگر آپ حقیقتاً سیفی بریلوی نہ ہو؟ تو یہ ساری باتیں جواب طلب ہیں۔اس لئے آپ سے گزارش ہیں کہ خدارصاف کہہ دیجیے کہ میں سیفی ہوں اور دیوبندی نہیں ہوں۔اس رسالے میں درجہ شدہ حقائق کا ہر شخص مطالعہ کر کے خود بتائیں کہ موصوف سیفی ہیں یا نہیں؟ اگر یہ حقائق نہیں تو بلکل نہ مانیں۔اگر حقائق ہیں تو اس فتنے سے دور رہیے۔

دعوت فکر

اپنے اکابرین علمائے دیوبند کا دامن مضبوطی سے تھام لو۔اسی میں سب کا نجات ہیں۔سیفی صاحب سے یہ گزارش ہیں کہ ان سوالات پر غور کر کے ان کے جوابات تحریر فرمائیں تاکہ آپ کے بارے میں لوگوں کے جو شکوک وشبہات ہیں وہ دور ہو جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سیف الدیوبندی علیٰ راس السیفی

فی تایید تحقیقات الشیرانی

(دوسرے رسالے کا مکمل و مدلل جواب)

عبدالخالق سیفی کے الزامات اور جھوٹ کی حقیقت اور اس کا مکمل و مدلل جواب

دو غیر مستند کتب کے حوالے

ہمارے ہاں عوام اور عورتوں میں دو قسم کے کتب رائج ہیں جس کا دنیا میں کوئی حقیقی وجود نہیں ہیں۔

عوام کے کتاب کا نام: خیٹالوجی شریف

عورتوں کے کتاب کا نام: کراستیں شریف

یہ دو ایسے فرضی کتب ہیں جس میں اچھے باتوں کے ساتھ ساتھ بے شمار غیر مستند، بے حوالہ اور اسرائیلی روایات موجود ہیں۔ جس پر عوام اور عورتیں قران وحدیث سے زیادہ جہالت کی وجہ سے علم کرتے ہیں۔ جس کا خلاف ہمارے معاشرے میں ہر شخص کا کام نہیں ہیں۔ ان دو غیر حقیقی اور غیر مستند فرضی کتابوں کی وجہ سے ہمارا معاشرہ حقیقی اسلامی روح سے کوسوں دور ہیں۔ ہمارا اشادہ اور غم میں اکثر رواجات ان کتب سے ماخوذ ہوتے ہیں۔ اس لئے تو قران وسنت کو لوگ اجنبی سمجھتے ہیں۔ اور بدعات کے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں۔

عبدالخالق سیفی کی غیر مستند اور بے حوالہ باتیں

عبدالخالق سیفی صاحب کی اکثر باتیں ان دو کتب سے ماخوذ شدہ معلوم ہوتے ہیں کیونکہ جس بات حوالہ آدمی پیش نہ کر سکے وہ خیٹالوجی اور کراستین شریف سے ماخوذ شدہ باتیں ہوتی ہیں۔ علمائے کرام کی باتیں الزامات نہیں ہوتی بلکہ عالم کی ہر بات حوالہ کے ساتھ ہوتی ہیں۔ عبدالخالق سیفی کی غیر مستند اور بے حوالہ باتیں ملاحظہ فرمائیں۔ جن کی چند مثالیں درجہ ذیل ہیں۔

الزامات اور جھوٹ

عالم جھوٹ نہیں بولتا لیکن پتہ نہیں سیفیوں کو یہ جھوٹ کس نے جائز قرار دیا ہیں کہ آپ کا جو بھی مخالف ہو بس پھر وہ آپ کی مخالفت کی وجہ سے وہ وہابی بھی، پنجپیری بھی، خارجی بھی، انگریز کا غلام بھی ہیں۔

عبدالخالق سیفی کی عادت

جوشخص عبدالخالق سیفی صاحب کا عادت خبیثہ یہ ہیں کہ جوشخص اس کے نظرے کے خلاف ہو پھر وہ وہابی، پنجپیری، خارجی اور انگریز کا غلام وغیرہ ہوتا ہیں۔۔اس پر اس کے بیانات شاہد ہیں ہر ایک اس کو سن سکتے ہیں۔

الزام اور جھوٹ نمبر 1

موصوف نے ہم پر یہ الزام لگایا کہ تم لوگ عذاب قبر کے منکر ہو؟

جواب

ناظرین کرام موصوف نے یہ دعویٰ کیا کہ تم عذاب قبر کے منکر ہو۔

دعویٰ بلا دلیل مردود

قانون یہ ہیں کہ دعویٰ اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوتا جب تک مدعی کے پاس اس دعوت کے ثبوت کے لئے شاہدن ہو۔ اب ہم موصوف سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے پاس اس دعوے پر کیا دلیل ہیں؟ اگر کوئی دلیل ہیں تو لا دو وہ تحریر یا تقریر جس میں ہم نے عذاب قبر کا انکار کیا ہو۔

ہوائی فائرنگ

موصوف اپنے ہر دعوے کو ہوائی فائرنگ یا کراستین شریف یا خیٹالوجی سے ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہیں اور یہ سب شریعت میں ناقابل قبول ہیں۔آج سے تقریبا8 سال پہلے سب سے پہلے میں کیپٹنیوں (عثمانی فرقت) اور پنجپیریوں کے عقیدہ عذاب قبر کے خلاف رسالہ لکھا جو آج تک میرے ساتھ محفوظ ہیں۔اور انٹرنیٹ پر آج بھی میرے دو رسالے جو آج سے 8 سال پہلے میں نے لکھے ہیں۔صلاہ خلف المبتدع کے نام سے لکھا ہیں۔جو عثمانی فرقہ یعنی کیپٹنیوں (یعنی عثمانی فرقت) کے نظریات باطلہ کو آشکارہ کر چکا ہوں۔ جس کا لنک درجہ ذیل ہیں اس ویب سائٹ پر میرے دونوں رسالے موجود ہیں۔

http:\\ipdfs.com\book\usmani-firqa-k-nazriyat-o-ufkar

اگر میں پنجپیری یا کیپٹنی ہوتا تو یہ نہ لکھتا۔اس لئے یہ عبدالخالق کا خالص جھوٹ اور الزام ہیں جو کسی حق پرست عالم کے شایاں شان نہیں ہیں موصوف کا تعلق چونکہ علمائے حق کے ساتھ نہیں ہیں اس لئے تو جھوٹ بولتا ہیں۔اور اس کی یہ دین کے نام پر دوکانداری بھی جھوٹ پر قائم ہیں۔جس کا راز بہت جلد افشا ہو جائیگا۔اور بہت جلد رسوا ہونے والا ہیں۔جھوٹ کیوں بولتا ہیں؟ دلائل سے عاجز ہونے کے بعد اب اپنے باطل پرست اکابر کی طرح علمائے حق پر الزامات اور جھوٹ باندھتا ہیں۔جس طرح امام بریلویت نے حرم میں بیٹھ کر علمائے دیوبند پر جھوٹ باندھا تھا موصوف بھی اسی کی قدم پر چلتے الزامات لگا رہا ہیں۔اور آپ سب دیکھ لے جو بھی الزام لھایا

ہیں کوئی حوالہ تحریر کا اور نہ تقریر کا پیش کر سکا۔ اس لئے یہ علمائے سوء کا طریقہ ہیں کہ جب دلائل کے میدان میں ہار جاتے ہیں تو پھر جھوٹ اور الزامات لگاتے ہیں۔ اور لگانے کے بعد اس کو ثابت نہیں کر سکتے۔

الزام دوئم

مادر علمی مدرسہ مفتاح العلوم پر مرکز پنجپیریت کا الزام اور اس کا جواب

موصوف کا یہ الزام محض اور جھوٹ ہیں مدرسہ مفتاح العلوم کی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ جس کے فضلاء سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ اور سب الحمدللہ دیوبند کی ترجمانی کو اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ اور اکابرین دیوبند کے مسلک پر اپنا جان و مال قربان کرنے کو اپنا سعادت سمجھتے ہیں۔ موصوف کا یہ الزام بھی بے بنیاد ہیں۔ اس الزام کے ثبوت کے لئے بھی موصوف کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ مدرسہ مفتاح العلوم علمائے دیوبند کا ترجمان مدرسہ ہیں جس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

وجہ اول

مدرسہ مفتاح العلوم وفاق المدارس العربیہ کے تحت رجسٹرڈ دیوبندی مکتبہ فکر کا ترجمان مدرسہ ہیں۔ آج تک کوئی مائی کا لعل اسکی پنجپیریت ثابت نہ کر سکا ہیں اور کر سکے گا۔

وجہ دوئم

اگر پھر موصوف یا کسی اور کو شک ہو کہ یہ پنجپیریوں کا مدرسہ ہیں تو ہم ڈھنکے کی چوٹ پر یہ بات کرتے ہیں کوئی مائی کا لعل پنجپیریوں کا مسئلہ مفتاح العلوم کے دارالافتاء میں لائے اگر جواب مسلک دیوبند سے ہٹ کر پنجپیریوں والا ملا تو بلکل موصوف کا موقف صحیح ورنہ عالم کے لباس میں سیفیوں کا خادم اعلیٰ کو بے نقاب کرنا ہم سب کا فریضہ ہیں۔ جو ہمیشہ جھوٹ بولتا ہیں اس کی دیانت اور امانت داری پر کیا اعتبار۔ خدارا اس فتنے سے سب دورر ہیں۔ جھوٹ تو کیا جھوٹ کا کارخانہ اس کے پاس ہیں۔

وجہ سوئم

اگر موصوف یا کسی اور کو کوئی شک ہو کہ مدرسہ مفتاح العلوم پنجپیریوں کا ہیں تو اس کے دارالافتاء کا ایک مسئلہ بھی علمائے دیوبند کے خلاف ثابت کرے۔

وجہ چہارم

سب کو چیلنج ہیں کہ کوئی مدرسہ مفتاح العلوم پشین کے کسی ایک استاد کا تعلق بھی پنجپیریوں کے جماعت خدارا جھوٹ مت بولا

کریں۔اللہ ست ڈروتم تو قادری بھی ہو۔اورسلسلہ قادریہ عالیہ شریف میں بیعت بھی کرچکے ہو۔بیعت کے باوجودسلسلہ قادریہ میں ہونے کے باوجوداتنا جھوٹ بولنا کس کا کام ہیں؟

عبدالخالق سیفی کا اظہار بریلویت وسیفیت

موصوف کی رسوائی کا وقت آچکا ہیں بلکل وہی عقیدہ لکھا ہیں جو بریلویوں اورسیفیوں کا ہیں۔وہ عقیدہ نوروبشر کا جس پرہم پہلے ہی گرفت کرچکے ہیں تفصیلا یہ ثابت کرچکے ہیں یہ عقیدہ بریلویوں اورسیفیوں کا ہیں۔علمائے دیوبند کا نہیں ہیں۔

عقیدہ نوروبشر کا خلاصہ

بریلویوں اورسیفیوں کے نزدیک حضورﷺ ذاتا نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں۔جو بلکل نصوص کے خلاف عقیدہ ہیں۔علمائے دیوبند کے نزدیک حضورﷺ ذاتا نور ہیں اوروصفا نور ہدایت یعنی باعتبار ذات بشر ہیں اور باعتبار صفت نور ہیں۔اگر موصوف کا عقیدہ نوروبشر دیوبند والا ہوتو براہ کرم علمائے دیوبند سے ثابت کرے۔ہم نے تو التحقیقات لدفع التلبیسات میں موصوف کا عقیدہ بریلویوں والا ثابت کیا ہیں۔موصوف پروہی قرض اب تک باقی ہیں۔

اگر دیوبندی ہوتو اپنا عقیدہ نوروبشر علمائے دیوبند سے ثابت کرو۔

الزام نمبر 3

چوتھاالزام یہ لگایا ہیں کہ مفتی سہیل اورانکے اتباع حیات فی القبر اورعذاب فی القبر کے منکر ہیں۔

جواب: یہ بھی ہوائی فائرنگ ہیں لیکن یہ ایسا فائرنگ ہیں کہ اس سے ان شاءاللہ کوئی زخمی نہیں ہوگا۔اورکوئی عبدالخالق سیفی سے پوچھے کہ راقم اورانکے اتباع کے انکارحیات فی القبر اورانکارعذاب قبر کا آپ کے پاس کیا دلیل ہیں کوئی تقریر یا تحریر بطورثبوت ہیں۔اگر ہے تو پھر بلکل تم سچے ہو۔ورنہ تم سے بڑا جھوٹا کوئی نہیں۔شرم ان کومگر آتی نہیں۔اسلیئے کہ موصوف سیفی ہیں اورسیفی حضرات تو مسجدوں میں ڈانس کرکے بھی اللہ سے نہیں ڈرتے تو جھوٹ بولتے ہوئے کیوں ڈرے۔

ہمارا عقیدہ

الحمدللہ ہم مرنے کے بعد عام میت کے لئے برزخی حیات بقدر مایتالم ویتلذذ کے قائل ہیں۔اورگناہ گاروں کے لئے قبر میں عذاب اورنیکوکاروں کے لئے ثواب اورراحت کے قائل ہیں۔اگر اس کا نام انکار ہیں تو موصوف کی مرضی ہیں۔اللہ کو اس نے جواب دینا ہوگا۔ہم موسوف سے گزارش کرتے ہیں کہ خدارا اپنے بوجھ آخرت کو اور بھاری نہ کرو۔

اجتماعی دعا بعد الفرائض

نفس اجتماعی دعا بعد العصر والفجر کے استحباب کے ہم قائل ہیں لیکن اس اجتماع، امام اور مقتدی کے ایک دوسرے کے پابندی کو ہم لازمی نہیں سمجھتے۔ تفصیلی بحث التحقیقات لدفع التلبیسات میں عبدالخالق سیفی صاحب کا اشرف علی تھانوی پر جھوٹ اور اس کا جواب نامی رسالے میں دیکھ سکتا ہیں تا کہ لوگ موصوف کے جھوٹ کو بھی دیکھ لے جو موصوف نے حکیم الامت پر بولا تھا۔ جس پر ہم اس کا گرفت کر چکے ہیں۔ اس کا جواب بھی موصوف کے ذمے لازمی ہیں۔

ندائے یا محمد

ندائے یا محمد کے بارے میں مفسرین اور فقہائے کرام فیصلہ تو یہ ہیں کہ یہ ندائے یا محمد ناجائز اور بے ادبی ہیں۔ جبکہ بعض صوفیاء سے جو منقول ہیں

اولاً تو وہ یارسول اللہ کے الفاظ ہے یا محمد کے الفاظ نہیں ہے

ثانیاً اگر کسی صوفی سے یا محمد کے الفاظ منقول ہے وہ حجت نہیں ہے۔ کیونکہ صوفیا کرام کے وہ اقوال جو بلا دلیل ہو وہ قابل استدلال نہیں ہوتے۔ اور عوام کے لئے اقوال صوفیا حجت نہیں ہوتے بلکہ فقہاء کرام کے فتاویٰ جات حجت ہوتے ہیں۔

ثالثاً یا محمد اور یارسول اللہ کا بڑا فرق ہے یا محمد ناجائز اور یارسول اللہ کے الفاظ جو صوفیاء کرام سے منقول ہے وہ عوام کے لئے حجت نہیں ہیں کیونکہ خواص جو الفاظ کہتے ہے ان کا وہ عقیدہ نہیں ہوتا ہے جو عوام کا ہوتا ہے۔ اور عام لوگوں کے لئے صوفیاء کرام کے اقوال حجت نہیں ہوتے بلکہ عوام کے لئے فقہاء کرام کے فتوی جات حجت ہوتے ہیں اس لئے عوام کے لئیا قوال صوفیا کو حجت میں پیش کرنا جائز نہیں بلکہ حجت میں فقہاء کے فتاویٰ جات کو پیش کرنا چاہیے۔ اور سیفی حضرات لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ جیسے صوفیاء کرام کے اقوال حجت میں پیش کرتے ہیں۔

اتباع اقوال فقہاء کا یا اقوال صوفیاء کا؟

سوال یہ ہیں کہ اتباع قول فقیہ یا قول صوفی کی؟

جواب: اتباع فقہاء کرام کے فتاویٰ کی جاتی ہیں۔ صوفیہ کے اقوال وافعال شریعت ومذہب میں حجت نہیں ہوتے اسی لئے عبدالخالق سیفی بریلوی کا امام احمد رضا خان بریلوی فتاویٰ رضویہ میں لکھتے ہیں ولنعم ما قال (شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ (حضرت شاہ ولی اللہؒ کیا خوب فرمایا۔ وجود صوفیہ راغنیمت داں وقول وفعل ایشاں وقعتی ندارد۔ صوفیائے کرام کے وجود کو غنیمت جانئے لیکن ان کا قول اور

فعل (کتاب وسنت کے مقابلہ میں) اپنے اندر کوئی قدر وقعت نہیں رکھتا لہذا حجت اور دلیل وہی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول فرمائیں۔(فتاویٰ رضویہ ص557 جلد22

امام اہلسنت کا قول

حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ لکھتے ہیں رہا شامی وغیرہ کا یہ قول کہ قبور پر ستور (چادریں وغیرہ) درست ہیں کیونکہ اس میں صاحب قبر کی تعظیم'' ہے وغیرہ وغیرہ تو قابل التفات نہیں، اس لیے کہ یہ غیر مجتہد کا قول ہونے کے علاوہ بلا دلیل بھی ہے۔'' راہ سنت از صفدر، ص:200 یا محمد پر حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ وغیرہ جیسے قابل قدر صوفیاء کرام کے اقوال سے استدلال درست نہیں کیوں وہ غیر مجتہد کا قول بلا دلیل حجت نہیں ہوتا۔

علامہ یوسف لدھیانوی شہیدؒ کا قول

علامہ لدھیانوی شہیدؒ شامی کے قول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔مگر اتنی بات واضح ہے کہ علامہ شامیؒ ہوں یا شیخ عبدالحق نابلسیؒ، یہ سب کے سب ہماری طرح امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں۔اور مقلد کا کام صاحب مذہب اور ائمہ مجتہدینؒ کی نقل کی اتباع کرنا ہے، تقلید، خودرائی کا نام نہیں ہے، علامہ شامیؒ نے یا شیخ عبدالحق نابلسیؒ نے یا کسی بزرگ نے اگر ہمارے ائمہ متبوعینؒ سے کوئی نقل: پیش کی ہے تو سر آنکھوں پر، ورنہ میں حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کے الفاظ میں یہی عرض کرسکتا ہوں اینجا قول امام ابی حنیفہؒ وامام ابی یوسفؒ وامام محمد معتبر است نہ عمل ابی بکر شبلی وابی حسن" (نوری" (مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر 265) (اختلاف امت اور صراط مستقیم ص243 معلوم ہوا کہ یا محمد نداء بے ادبی اور ناجائز ہیں۔تفصیل کے لئے التحقیقات لدفع التلبیسات میں ندائے یا محمد نامی رسالے دکھا جائے تاکہ عبدالخالق سیفی کی اصلیت آپ کو واضح ہوجائے۔

الزام نمبر 5

ہم پر الزام لگایا ہیں کہ تم لوگ ایصال ثواب کے منکر ہو۔

جواب

موصوف نے ہم پر الزام لگایا ہیں لیکن کوئی ثبوت پیش نہ کرسکا۔اور کوئی بھی دعویٰ بغیر ثبوت کے قابل قبول نہیں۔لہذا یہ موسوف کا جھوٹ اور الزام ہیں۔اگر ہمارا کوئی تقریر یا تحریر ایسا ہو جس میں ہم نے ایصال الثواب کا انکار کیا ہو تو موسوف پیش کرے تاکہ سارے لوگ اس کو مانے لیکن یہ جھوٹ ہیں قیامت تک اس کا ثبوت پیش نہیں کرسکتا۔

ہمارا موقف

ہم ایصال الثواب لِلاموات کے قائل ہیں۔ ہمارا وہی موقف ہیں جو علمائے دیوبند کا ہیں۔ موصوف کا دعویٰ بغیر دلیل کے ہیں۔ لہٰذا قابل التفات نہیں اگر کوئی دلیل پیش کرتا تو اس کا جواب ہم کر لیتے۔ الزامات اور بغیر ثبوتوں کے دعووں کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

الزام نمبر 6

عبدالخالق سیفی نے ہم پر یہ الزام بھی لگایا ہی کہ ہم نے سارے اسلاف کو بدعتی اور مشرک کہا ہیں۔

جواب

یہ بھی سابقہ جھوٹ کی طرح خالص جھوٹ ہیں۔ اگر یہ دعویٰ صحیح ہیں تو اس کا دلیل کیا ہیں۔ کب، کس وقت اور کس مقام پر ہم نے اسلاف کو بدعتی اور مشرک کہا ہیں۔ اگر ہمارا کوئی تحریر یا تقریر بطور ثبوت ہو تو سب کو دکھائیں تا کہ سب مان لے۔

اک عرض اور اک التماس

عبدالخالق سیفی صاحب آپ نے دوسرے رسالے میں الزامات اور جھوٹ کے سوا لکھا ہی کیا ہیں۔ اگر یہ الزامات صحیح ہیں تو ان کے دلائل کہاں ہیں۔ اگر جھوٹ ہیں کہنے والے کو شرعا کاذب کہا جاتا ہیں۔ اور کاذب پر اللہ کا لعنت ہوتا ہیں۔ قران پاک میں ارشادِ ربانی ہیں۔ الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین جھوٹا ملعون ہوتا ہیں۔ اس ارشاد ربانی کے تحت تم کیا ٹھہرے ذرا سوچے؟

پروپیگنڈے کا جواب

پنجپیریوں، کیپٹنیوں (عثمانی فرقہ)، غیر مقلدین سب سے برات کا اعلان

میرے بارے عبدالخالق سیفی اور اس کے اتباع نے یہ بات مشہور کی ہیں کہ مفتی سہیل شیرانی پنجپیری، کیپٹنی یا غیر مقلد ہیں حالانکہ یہ سب جھوٹ ہیں میں ان سب سے بری ہوں۔ یہ سب دلائل کے میدان میں عاجز آ چکے ہیں اب پروپیگنڈے کر رہے ہیں۔ پروپیگنڈے کرنے والو ذرا قیامت کا بھی تصور کرو۔

علمائے دیوبند کا جو فتویٰ وہی میرا فتویٰ

میرا ان فرقوں کے بارے میں وہی موقف اور فتویٰ ہیں جو علمائے دیوبند کا موقف اور فتویٰ ہیں۔ علمائے دیوبند نے ان فرقوں پر جو فتویٰ لگایا ہیں میرا بھی وہی فتویٰ ہیں۔

پروپیگنڈا کیوں؟

موصوف اوراس کے اتباع دلیل کی میدان ہار چکے ہیں اب پروپیگنڈے کررہے ہیں۔امید ہیں کہ ال حق کا تسلی میرے اس وضاحت سے ہوجائیگی۔اگرکسی کے پاس کوئی ثبوت ہوتو میدان حاضر ہیں۔تاکہ سب دیکھ لیں۔عبدالخالق سیفی تمہارا کام نہیں بلکہ اپنا عمل کام آئے گا۔اس لئے عبدالخالق سیفی کے لئے اپنے آخرت کو خراب مت کریں۔

عبدالخالق سیفی کا سیفیوں سے برات اعلان کب ہوگا؟

جس طرح میں نے اپنے اوپر موصوف کی طرف سے لگائے گئے الزامات کورد کرتے ہوئے پنجپیر یوں وغیرہ سے لاتعلقی اور برات کا اعلان کیا۔اس طرف موسوف بھی غیرت کا کیپسول کھائے اورسیفیوں سے برات کا اعلان کریں اورسیفیوں پروہی فتویٰ لگائے جوعلماءدیوبند نے لگایا ہیں۔

سیفیوں پرفتویٰ کیوں نہیں؟

موصوف پر اگر ہم نے سیفی کا بے جا الزام لگایا ہیں اور یہ بات غلط ہیں تو موصوف بھی سیفیوں پر وہی فتویٰ لگایئے جو علمائے دیوبندؒ نے لگائے ہیں۔میرا نہیں خیال کہ موصوف کبھی بھی سیفیوں پروہی فتویٰ لگا جع علمائے دیوبندؒ نے لگایا ہیں۔

جعلی پیر سیف الرحمٰن پر زندیق کا فتویٰ کب؟

موصوف اگر دیوبندی ہیں تو جعلی پیر سیف الرحمٰن پر زندیق کا فتویٰ لگائے جو علمائے دیوبندؒ نے لگائے ہیں۔یہ جرات بھی موصوف میں نہیں۔اگر موصوف چوں وچرا کررہا ہیں تو سمجھئے کہ موصوف کٹر سیفی ہیں۔اوراب اس کا دجل وفریب حق کے سامنے مزید نہیں ٹھہر سکے گا۔

قرض کا مطالبہ

موصوف میرے پہلے رسالے میں اٹھائے گئے سوالات کے جوابات دے تاکہ ہم دیکھ لے کہ موصوف حقیقتاً سیفی بریلوی نہیں ہیں۔

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

متفرق مسائل

لی خمسۃ اطفی بھا کا تعویذ لکھنے کا حکم

سوال: ہمارے ہاں بریلویوں نے اپنے کتب میں لکھا ہے کہ لی خمسۃ اُطفی بھا کا تعویذ لکھنا جائز ہے۔اس بارے میں علمائے دیوبند کا فتویٰ کیا ہے۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس طرح کے شیعوں والے تعویذ ناجائز ہے کیونکہ اسمیں پنجتن پاک کے نام ہے اگراس کی صحیح تاویل نہ کی جائے تو اس کا مضمون بلکل شرک ہے اس لئے حقیقی سنی کے لئے اس طرح کے شرکیہ یا موہم شرک الفاظ سے اجتناب ضروری ہے۔

حکیم الامت کا فتویٰ

حکیم الامت اس تعویذ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اس کے بعد کی بھی تو عبارت پڑھنا چاہیے جس میں اس کا شیعہ کی طرف منسوب ہونا ظنا مذکور ہے،سب کو ملا کر نظر کرنا چاہیے۔ایک ایک جزو پر حکم کا مدار نہ سمجھنا چاہیے۔نسخہ تو مجموعہ اجزاء کو کہتے ہیں اور وہی مؤثر ہوتا ہے۔گوایک جزو زیادہ قوی نہ ہو،اسی طرح مناجات کا نظم ہونا مانع ضعیف ہے،جس کا مانعیت حدیث: ایاک والسجع فی الدعاء میں وارد ہے وہ اور اجزاء سے مل کر مؤثر قوی ہوگیا،اور یہ مشہور مناجات حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔۲۹/ شوال ۱۳۵۰ھ (النورص ۷ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ)۔(امدادالفتاویٰ جدید مطول حاشیہ ص ۵۴۲ ج:۸)

یوم عاشور کے ثابت شدہ اعمال

یوم عاشورہ کے متعلق جن اعمال کا تذکرہ کیا جاتا ہے وہ تمام کے تمام موضوع روایات سے ثابت ہیں،لہٰذاان کو بیان کرنا درست نہیں ہے،خود بھی اس سے اجتناب کیا جائے اور دوسروں کو بھی اچھے طریقے سے نرمی کے ساتھ سمجھا دیا جائے،تاکہ لوگوں میں بے بنیاد اور بے اصل باتیں آپ کی طرف منسوب کر کے پھیلانے کی وعید سے بچا جائے واللہ یقول الحق وھو یہدی السبیل۔

البتہ یوم عاشوراء سے متعلق بعض اعمال جو قابل احتجاج احادیث سے ثابت ہیں ان پر عمل کرنا اور دوسروں کا بتانا جائز بلکہ باعث اجر وثواب ہے،لیکن ان کو بھی اپنے درجے سے بڑھانا جائز نہیں ہے،جیسے روزہ ہے دس محرم کو آپ ﷺ سے روزہ رکھنا ثابت ہے اور یہ سنت ہے۔اور دوسری چیز جو عاشورا کے دن ضعیف احادیث سے ثابت ہے وہ ہے اہل وعیال پر خوراک میں توسع کرنا۔اس

کے علاوہ چیزیں ثابت نہیں ہے۔اس سے اجتناب ضروری ہے۔

روحوں کا شب جمعہ میں گھر آنے کی بات کہاں تک صحیح ہے؟

سوال:

اہل بدعت کے سربراہ مولوی نور محمد میوندی نے اپنے فتاوی میوندیہ میں لکھا ہے کہ مومنین کے ارواح اوقات فاضلہ میں اپنے گھروں کو آنا ثابت ہے کیا واقعی یہ صحیح مسئلہ ہے۔

جواب:

یہ اہل بدعت کا خودساختہ عقیدہ ہے اس پر کوئی صحیح روایت موجود نہیں ہے ہمارے اکابر کے نزدیک یہ عقیدہ بلا دلیل اور روایات واہیہ پر مبنی ہے۔

علامہ رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ

فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت گنگوہیؒ نے لکھا ہے کہ مردوں کی روحوں کے گھر پر آنے کی روایتیں واہیہ ہیں اس پر عقیدہ ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔(فتاویٰ رشیدیہ)

اس جواب پر حضرت سید احمد دہلویؒ ،حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ اور مولانا احمد ہزارویؒ ،مفتی عزیزالرحمٰن دیوبندیؒ ،شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ ،مولانا ابوالکلامؒ وغیرھم کے دستخطیں موجود ہے۔

دعا بعد السنن بہیئۃ الاجتماعیہ کا حکم

سنتوں سے فارغ ہونے کے بعد امام اور مقتدیوں کا اجتماعی صورت میں دعا مانگنا حضورﷺ سے ثابت ہے نہ صحابہ کرامؓ وتابعین سے اور نہ ائمہ مجتہدین سے ،جو چیز سنت سے ثابت نہ ہو اس کو بطریق سنت پابندی اور التزام کے ساتھ بجماعت ادا کرنا خود ایک بدعت ہے ،اس اجتماعی دعا میں اس کے علاوہ دوسرا مفسدہ یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے نمازوں کی تکمیل کے ضروری ہے نیز جماعت میں شریک ہونے والا آدمی جب یہ دیکھتا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں آدھا گھنٹہ خرچ ہوجائے اور اس کو اتنی فرصت کہاں تو وہ سرے سے جماعت ہی چھوڑ بیٹھتا ہے اور پھر یہ دعا بلند سے کرتے ہیں جس کی وجہ سے بعد میں آنے والے نمازیوں کی نمازوں میں خلل واقع ہوتا ہے لہٰذا مندرجہ بالا مفاسد کی بناء پر سنتوں کے بعد اجتماعی دعاء سے بچنا لازم ہے۔تفصیل کے لئے احکام دعاء ص۱۵،۱۴ دیکھیں)(ماخذ: دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور فتویٰ نمبر:829)

بنوری ٹاون کا فتویٰ

(۱)سنتوں کے بعد اجتماعی طور پر دعا کا اہتمام والتزام کرنا درست نہیں ہے۔(فتویٰ نمبر 144012200675)

(۲)اگر نبی کریم ﷺ کو کبھی کبھار کسی مصلحت یا ضرورت کی وجہ سے مسجد میں سنن ونوافل ادا کرنے کا اتفاق ہوا تب بھی آپ ﷺ نے مقتدیوں کے ساتھ مل کر دعا نہیں فرمائی۔آج کل بعض علاقوں میں سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا عملا التزام ہے اس لئے اس کو ترک کر دینا ضروری ہے۔(فتویٰ نمبر 144012200675)

(۳)سنن ونوافل کے بعد اجتماعی ہیئت بنا کر دعا کرنا ثابت نہیں ،لہٰذا سنن کے بعد اجتماعی دعا سے اجتناب کیا جائے۔(فتویٰ نمبر 144008200391)

سحری کے وقت الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنا

سوال:

ہمارے ہاں بعض بریلوی اور اہل بدعت سحری کے وقت لوگوں کو جگانے کے لئے صلاتیں (الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وغیرہ) پڑھتے ہیں کیا یہ جائز ہے۔

جواب:

روضہ اقدس کے پاس تو اس طرح کا درود پڑھنا جائز ہے لیکن دور سے بصیغہ خطاب پڑھنا ہمارے اکابر کے نزدیک ہر شخص کے لئے جائز نہیں ہے۔اس لئے اس سے اجتناب ضروری ہے۔اور آج کل یہ اہل بدعت بریلویوں کا شعار بن چکا ہے اس لئے اس کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔

مصلحت کی وجہ سے شیعہ کے جنازہ میں شریک ہونا

باطل فرقوں میں شیعہ ایک بدترین گمراہ اور کافر فرقہ ہے اس لئے فی نفسہٖ ان کا نماز جنازہ پڑھنا اور پڑھانا ناجائز اور منہی عنہ ہے لیکن اگر کوئی ضرورت شدیدہ (نہ پڑھنے کی صورت میں قتل اور ہلاکت کا یقین ہو) تو جائز ہے اور ضرورت کی حقیقت دفع مضرت ہے نہ کہ جلب منفعت۔

دفع مضرت سے مراد یہ ہے کہ ضرورت اس حد تک پہنچ جائے کہ اگر اس ممنوع کا ارتکاب نہ کیا تو آپ ہلاکت یا ہلاکت کے قریب پہنچ جائنگے تو ایسی صورت میں حرام کا ارتکاب مباح ہے۔

قال الله تعالیٰ :ولاتصل علیٰ احدمنهم مات ابداًولاتقم علیٰ قبرہ(سورة توبه :٨٤)

والمراد من الصلاة المنهی عنهاصلاة المیت المعروفة وهی متضمنة للدعاء والاستغفار والاستشفاع(روح المعانی ،سورة توبه ص ٢٢٤ ج٦)

والحق حرمة الدعاء بالمغفرة للکافر .(الدرالمختار کتاب الصلاة ،صفة الصلاة ،ص ٥٣٣ ج١)

فالضرورة بلوغه حدا ان لم یتناول الممنوع هلک اوقارب وهذایبیح تناول الحرام (حاشیة الحموی علیٰ الاشباه والنظائر ،الفن الاول القاعده الخامسة ، قدیم ص :١٤٠)

الضرورة مشتقة من الضرر وهوالنازل ممالامدفع له (قواعدالفقه ص ٣٥٨)

مولوی عبیداللہ ایوبی کندہاری بریلوی کی حقیقت

سوال:

مولوی عبیداللہ ایوبی کندہاری کا کچھ تعارف کروادیجئے کہ موصوف علمائے حق علمائے دیوبند سے تعلق رکھتا تھایاان کے نظریات بریلویوں کے تھے۔

جواب:

مولوی عبیداللہ ایوبی کا تعارف

نام ابوالفضل المدعوبمحمدعبیدالله السنی الحنیفی النقشبندی الایوبی السلیمانخیلی القندهاری الافغانی (سیف الکندهاری ص ١٧٤)

کتب،رسائل اورحواشی

موصوف نے بہت سے کتب،رسائل اوردرسی کتب پرحواشی لکھے ہیں۔چنددرجہ ذیل ہیں۔

تفسیرایوبی ،حاشیه علی البیضاوی،حاشیه علی نخبة الفکر،نورالایضاح پشتو،قدوری پشتو،شروط صلوٰة پشتو،کنزالدقائق پشتو،نورظلم پشتو،ابوالمنتهیٰ پشتو،سیف الکندهاری علی هامش الخیالی،حاشیه کامله علی شرح العقائدالنسفی،حاشیه علی میرزاهدالامورالعامةوغیره

اس کے علاوہ بھی بہت سے درسی کتب پرحواشی لکھے ہیں۔لہٰذاان کے کتب ،رسائل اورحواشی جن میں عقائد کے مسائل

کو چھیڑا گیا ہوا جتناب ضروری ہے کیونکہ موصوف عقیدوی مسائل میں بریلویت کی طرف گئے ہیں۔

علمائے دیوبند کے سرخیل حضرت گنگوہیؒ پر وہابیت کا فتویٰ

مولوی عبیداللہ ایوبی کندہاری دیوبندی نہیں تھا اس کا کتاب سیف الکندہاری دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ موصوف بھی اہل بدعت بریلویوں کا سرخیل تھا۔اس کی سب سے اہم دلیل یہ کہ موصوف نے شاہ اسماعیل شہیدؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو وہابیوں کے معتقدین میں سے شمار کیا ہے اور ان کی وجہ سے مدرسہ دارالعلوم دیوبند کو بدنام قرار دیا ہے یعنی ان کی وہابیت کی وجہ دیوبند کا مدرسہ آج بدنام ہے۔موصوف اپنے کتاب سیف الکندہاری میں لکھتے ہیں۔

دهـنـدبعضی علماء ودغه ابن تیمیه ته لویه عقیده لری اودده واقوالوته لوی اعتبارورکوی چنا نچی مـولـوی اسـماعیل شاه الدهلوی اودده شا گر د رشید احمد الگنگوهی صدیق حسن خان البهوپالی ،مولوی نـذیـر حسیـن ،مولوی شهد الحق ، وحید الزمان ، عبد الاحد الغازیپوری ، مولوی عبد الجلیل ،مولوی غلام حسن ، مولوی عبد الجبا ر ، مولوی غلام خان را ولپنڈی ،مولوی طاهر لپشا ور ی ،وغیر هم .

دودغہ ابن تیمیہ سخت تابعان دی،اوددیوبند دمدرسی قدیم علماء قدس اللہ اسرارهم خو بیخی دوغسی عقائدو نخه بیزاره وه مگر په ورستنی علماء کشی بعض نفر پیدا سوه چی ده بعض عقائد وددوهابیا نو معتقد سول هم دغو افراد په سبب نن ورز د دیوبند مدرسه په وهابیت بدنام سول۔(سیف الکندہاری ص۲۰۲)

مگر دالاندی مسئلوته ددوی باید غوژ ونیول سی، چی ایا دموحدینو دغسی عقائد دوی۔

(۱)مسئلہ امکان کذب یعنی ممکنه ده چی خدای پاک درواغ ووائی العیاذ باللہ

(۲)حق تعالیٰ دمکان اودجهت نخه پاک گنل بدعت اوگمراهی ده،دامضمون ددوی په ذیل کتابو کشی راغلی دی۔

(۱)ایضاح الحق مولف مولوی اسماعیل دہلوی (ص۲۴)

(۲)صیانۃ الایمان تصنیف شهود الحق (ص ۵)براہین صادقہ قاطعہ تصنیف رشید احمد گنگوہی شاگرد مولوی اسماعیل (ص ۶) ۔(سیف الکندہاری ص۱۸۳)

شاہ اسماعیل شہیدؒ پر گستاخ رسول کا فتویٰ

موصوف نے اپنے گمراہ کن کتاب سیف الکندہاری ص۱۸۴پر وہابیوں کے عقائد کے ضمن میں شاہ اسماعیل شہیدؒ کے تقویۃ الایمان سے بھی چند حوالے نقل کیے جو ان کے نزدیک وہابیوں کے عقائد اور غلط نظریات ہے اس کے بعد لکھتے ہیں۔

فـقیـر هیـچمندان وائی چی مسلمانان ورونه دی انصاف وکڑی چی دغه عقائددمسلمان عقائدبلل

کیدای سی یانه او دغه عقائدبه په اصحابو کرامو اوتابعینو اوتبع تابعینو کشی وه یانه،اوپه دغوعقائدو کشی توهین تحقیراوتذلیل درسول اکرم ﷺ اودونوروانبیاوعلیهم السلام سته یانه اوپه دغوعقائدو کشی توهین دسلفوصالحینوؒ اودائمه ومجتهدینوؒ سته یانه اوپه دغه عقائدو کشی دشریعت محمدیه علیه السلام توهین اوسپکوالی سته یانه الخ(سیف الکندهاری ص ۱۸۲)

شاہ اسماعیل شہیدؒ اور علماء دیوبند پر فتویٰ کفر

آیاکافراومسلمان سره عزیزان کیدای سی یانه ،آیاهغه سوک چی ستاپلار مور ،اونیکه گان پشت ترپشت مشرکان بولی تالره یی دوستی پکارده یانه ،آیاد دغسی ملایانوپسی لمونزروا دی یانه آیاد دغسی خلگو سره مناکحت مواصلت پیوند دوستی قوی کول روادی یانه الخ(سیف الکندهاری ص ۱۸۷)

مولوی عبیداللہ ایوبی کندہاری بریلوی کے چند گمراہ کن عقائد کی نشاندہی

موصوف نے اپنے کتاب سیف الکندہاری میں اپنے گمراہ کن عقائد کچھ اس طرح لکھے ہیں جن میں سے چند درجہ ذیل ہے۔

(۱)استمداد من الاموات جائز ہے،الاستمداد من الاموات جائز نبیا کان اوولیا الخ (سیف الکندہاری ص۱۷۳)

(۲)حیلہ اسقاط اور دور متعارف کے لئے مذہب میں صحیح سند اور حدیث نبوی ﷺ میں اس کا مخرج صحیح موجود ہے۔

حیلة الاسقاط والدورالمتعارف لهاسندصحیح فی المذهب ومخرج صحیح فی الحدیث النبوی ﷺ (سیف الکندهاری ص ۱۷۳)

(۳)انبیاء اور اولیاء کو غائبانہ نداء کرنا جائز ہے۔چنانچہ لکھتے ہے۔

په وخت د کشی دغیبوبت ظاهری یانبی ﷺ یاولیؒ ته نعره کول،............................. ،اهل سنت وائی نعره وغائب ته روا ده،او مړی هم د ژوندو خبری اوری (سیف الکندهاری ص ۱۸۸)

(۴)انبیاء اور اولیاء کے ارواح سے استمداد حاصل کرنا مباح بلکہ سنت ہے بلکہ بعض جگہ تو واجب ہے۔

التوسل بارواح الصلحاء والاستمداد،اهل سنت وائی مباح بلکه سنت دی ،بلکه په بعضی زایوکشی واجب دی.(سیف الکندهاری ص ۱۸۸)

(۵)علامہ ابن تیمیہؒ کو مجسمہ میں سے شمار کرنا چنانچہ لکھتے ہے۔

ابن تیمیه په ابتداکشی حنبلی مسلک وو ،بیاورسته ئی طغیان اوتجاوزالحدوکړی اوخدائی

عزوجل ته دجهت اوجسميت عقيده ئی شکاره کڑه (سيف الکندهاری ص ۱۸۹)

او اخندشيخ وائی چی ابن تيميه دمجسمه سخه دی چی الله تعالیٰ جسم بولی نودی په ډيرسفاهت اوناپوهی کی دی او د ده اوامثالوددہ قول هيچ اعتبارنه لری (سيف الکندهاری ص ۱۹۲)

عاصی وائی چی دغه ابن تيميه ته خووهابيان شيخ الاسلام وائی ،انصاف پکاردی د دغسی عقائدچشتن شيخ الاسلام کيدلاسی ،اودغه نوم لقب د دغسی سڑی وڑدی يانه هرگزنه ،داسڑی په حقيقت کشی وفدالشيطان دی(سيف الکندهاری ص ۲۰۲)

اذان قبل الوقت کاحکم

سوال:

سحری کے وقت احتیاطااذان تین،چارمنٹ پہلے کرنا کیسا ہے؟اسی طرح افطار میں احتیاطااذان تاخیر سے کرنا کیسا ہے۔

جواب:

اذان کاتعلق صبح صادق کے ساتھ ہے جب صبح صادق ہوجائے توپھراذان دیناچاہیے۔صبح صادق سے پہلے احتیاطاسحری میں خوراک بندکرنے کے لئے تین،چارمنٹ پہلے اذان دیناصحیح نہیں ہے۔اگرکسی نے صبح صادق سے پہلےاذان سحری کے وقت میں کیاتویہ اذان قبل الوقت ہےاس کااعادہ ضروری ہے۔اس لئے ائمہ کرام اس کاخاص کیاکرئے ایسانہ ہوکہ احتیاط کی وجہ سےاذان برباد ہوجائے۔

افطارکاتعلق بھی سورج غروب ہونے کے ساتھ ہے اگرسورج یقینی غروب ہوچکاہےتوپھرروزہ افطارکرناجائزہے اگرچہ اذان ابھی تک نہیں ہوچکا۔یقینی سورج غروب ہونے کے بعدافطارمیں زیادہ تاخیرکرناروافض اورشیعوں کاطریقہ ہےاس سےاجتناب ضروری ہے۔

ہدایۃ السالکین کس کاکتاب؟

سوال:۔

سیفی حضرات کہتے ہیں ہدایۃ السالکین پیرسیف الرحمٰن کاکتاب نہیں ہے بلکہ اس کاصرف ایک کتاب الجوابات السیفیہ ہے۔کیاسیفی حضرات کی یہ بات صحیح ہے کہ ہدایۃ السالکین پیرباڑہ کی کتاب نہیں ہے؟

جواب۔

میرے خیال سے یہ سیفی حضرات کا دجل وفریب ہے۔ہدایۃ السالکین بلاشک وشبہ پیر سیف الرحمٰن کا اپنا کتاب ہے۔اس پر چند دلائل پیش خدمت ہے۔

دلیل اول:۔

کتاب ہدایۃ السالکین صفحہ۴ پرعرض ناشر میں صاحبزادہ عرفان اللہ حنفی سیفی لکھتے ہیں:''قبلہ حضرت صاحب نے کتاب ہذا میں علم وطریقت وحقیقت کے گوہرے بہالٹائے ہیں۔جو بظاہر ایک ناعاقبت اندیش کے جواب میں ہے مگر اپنے اندر علم تصوف کا سمندر بکھیرے ہوئے ہے۔اور قبلہ مبارک نے ان دلائل کے ساتھ کوزے اور سمندر والا معاملہ فرمایا ہے۔(ہدایۃ السالکین ص۴)

دلیل دوئم:۔

پیر مفتی محمد عابد حسین سیفی نے اپنے تقریظ میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ کتاب پیر سیف الرحمٰن کا ہے۔

المسمیٰ بہدایۃ السالکین الذی الفہا العالم الکامل المجد دللمأ ۃ خامس عشر شیخ العلماء والمشائخ الصفی الذکی المؤید من اللہ المنان اخندزادہ سیف الرحمٰن الخراسانی دام فیوضہ الخ (ہدایۃ السالکین ص۱۱)

دلیل سوئم:۔

علامہ محمد ابراہیم نقشبندی سیفی نے بھی اپنے تقریظ میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ ہدایۃ السالکین کا مولف پیر سیف الرحمٰن ہے۔

وبعد فانی رأیت الرسالۃ المنیفۃ الرشیقۃ الشریفۃ التی الفہا الشیخ الکامل المجد فی ہذا الزمان قطب دوران حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن خراسانی دامت برکاتہ العالیۃ فی جواب العنید الغلیل پیر محمد چترالی الخ (ہدایۃ السالکین ص۱۲)

دلیل چہارم:۔

پروفیسر مشتاق احمد نے سخنہائے گفتنی میں لکھا ہے''میرے دادا مرشد، قیوم زمان ،مجدد عصر، قائد اہلسنت حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن پیرارچی خراسانی نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ کی تصنیف کردہ کتاب'' السالکین فی رد المنکرین'' کا ذکر بھی ہوا۔(ہدایۃ السالکین ص۱۳)

دلیل پنجم:۔

پیر سیف الرحمٰن کا اپنا اقرار

پیر سیف الرحمٰن نے خود یہ اقرار کیا ہے کہ میں نے ہدایۃ السالکین گستاخانہ خط کے جواب میں لکھی۔ چنانچہ لکھتے ہے۔

(۱)''تو میں نے پورے تحمل کے بعد علمی اور شرعی دلائل سے بھرپور کتاب (ہدایت السالکین) مذکورہ گستاخانہ خط کے جواب میں لکھی لیکن جب سے (ہدایۃ السالکین) شائع ہوئی الخ (ہدایۃ السالکین ص ۲۷)

(۲) لہٰذا تمام اسلام اس کذاب اور مفتری شخص کے غلط پروپیگنڈوں سے دھوکہ نہ کھائیں بلکہ تبین اور تحقیق معلوم کرنے کے لئے میری کتاب (ہدایۃ السالکین) اول تا آخر دقیق نظر سے انصاف کی نگاہوں سے مطالعہ کریں اور میری کتاب (جوابات سیفیہ مع شرحہا تشریحات ضیائیہ) بھی مطالعہ کیجیے (ہدایۃ السالکین ص۲۹)

واضح رہے اس کے آخر میں پیر سیف الرحمٰن نے اپنا دستخط بھی کیا ہے۔ (ہدایۃ السالکین ص۳۲)

اس کے بعد یہی اقرار پشتو زبان میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ ذرا صفحہ ۳۳ سے ۴۳ تک مطالعہ کیجئے۔ اس کے آخر میں صفحہ ۴۳ پر بھی پیر سیف الرحمٰن کا دستخط موجود ہے۔

(۳) صفحہ ۵۱ پر لکھتے ہیں:۔ ''**دافقیر خوالحمدلله دجمله فرائضو، واجباتو، سننو او مستحباتو پابند دی**. (ہدایہ السالکین)

دلیل ششم:۔

آج (مئی ۱۹۹۵ء) سے تقریباً ۲۵ مہینے پہلے پیر محمد چشتی چترالی مہتمم مدرسہ غوثیہ معینیہ یکہ توت پشاور کا حضرت پیر اخندزادہ سیف الرحمٰن رحمہ اللہ کے ساتھ فرقہ جبریہ کے متعلق ایک بحث ہوئی تھی (جو کہ تفصیلی طور پر حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ''ہدایۃ السالکین'' میں مذکور ہے۔ تفصیلات معلوم کرنے کے لئے کتاب ہدایۃ السالکین کو رجوع فرمائیں۔ (ہدایۃ السالکین ص۵۶)

فاسق سید کے احترام کا حکم

سید اگر فاسق، فاجر اور بدکردار ہو تو ان کے احترام کا شرعاً حکم نہیں ہے شرافت نسبی کامل احترام کا سبب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اسلام اور سنت نبوی کا باغی نہ ہو، لہٰذا جو لوگ یہ کہہ رہے کہ سید کا ہر حال میں احترام لازم ہے خواہ فاسق وفاجر ہو صحیح نہیں ہے۔

بریلویوں کا موقف

بریلویوں کے نزدیک سید کا ہر حال میں عزت واحترام لازم ہے اگرچہ فاسق وفاجر ہو۔ تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ دیکھا جائے۔ چنانچہ رئیس المبتدعین لکھتے ہیں۔

''سید سنی المذہب کی تعظیم لازم ہے اگر چہ اس کے اعمال کیسے ہوں الخ (فتاویٰ رضویہ ص۴۲۲ ج۲۲)

علماء دیوبند کا موقف

علمائے دیوبند کے نزدیک سید اگر فاسق وفاجر ہو تو اس کا احترام لازم نہیں ہے۔ کیونکہ فاسق قابل تعظیم نہیں ہے تفصیل کے لئے بنوری ٹاون کا فتویٰ نمبر :144303100139 دیکھا جائے۔

اب جو لوگ ادھر کہہ رہے ہیں کہ سید کا ہر حال میں احترام لازم ہے ان کا یہ مسئلہ کس سے ماخوذ ہے۔ ذرا تحقیق کر لے تا کہ ان کے اصل مسلک کو تمہیں پتہ لگ جائے کہ یہ لوگ دیوبندی ہے یا حقیقی بریلوی ہے۔

ختم شد

وما علینا الا البلاغ المبین